www.kitabmart.in
کتاب
رمضان

فہرست

کتاب رمضان ۱۴۲۸ھ

(ستمبر و اکتوبر ۲۰۰۷ء)

زر اعانت

سالانہ	100/-
پانچ سال کے لئے	400/-
عام شمارہ	10/-
خصوصی شمارہ	25/-

ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نذبہ

یا اللہ!

ہم تیری عظیم بارگاہ میں پھر اپنا حقیر نذرانہ لے کر حاضر ہوئے ہیں۔

مالک!

ہم تیرے دین کی برتری کا پرچم بلند کرنا چاہتے ہیں ہمارے ہاتھوں
کو طاقت عطا کر دے ہم تیرے پیغام کی سربلندی چاہتے ہیں
ہمارے قلم کو تاثیر عطا فرما اور ہماری آواز کو پر اثر بنا دے۔

اے میرے رب!

تو ہر سائل وغیر سائل کی حاجتوں سے اچھی طرح باخبر ہے اور اپنے
ہر بندہ کی حاجتوں کو پورا کرتا ہے۔ ہم بھی تجھ سے اس رحمتوں کے
مہینہ میں تیرے نظر کرم اور عفو و بخشش کے طالب ہیں۔

اے کریم پروردگار!

اس ماہ مبارک کا واسطہ جسے تو نے خود سے منسوب کیا۔
ہماری دعاؤں کو قبول فرما اور ہماری اس قلمی کوشش کو نوجوانوں کی
اصلاح میں معاون و مددگار قرار دے۔

آمین یارب العالمین

خادمان تنظیم المکاتب

تنظیم المکاتب لکھنؤ

''نبوت اور قرآن (۳)''

رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ — ستمبر و اکتوبر ۲۰۰۷ء

نبوت اور قرآن

پروردگار عالم نے قرآن کریم میں دین کے تمام تر اصول ذکر کردیے ہیں۔ قرآن کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں ہر مطالب عام فہم انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔ خداوند عالم نے جب اپنے وجود کا تذکرہ اپنی کتاب میں کیا تو اس طرح ارشاد فرمایا: ''أفی اللہ شک فاطر السمٰوات والارض'' کیا خدا کے وجود میں کوئی شک پایا جاتا ہے؟ درحالیکہ اسی نے آسمانوں اور زمین کو خلق کیا۔ مالک نے اپنی حکمت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی بتائی ہے کہ اللہ نے کسی وقت بھی اپنے بندوں کو بغیر ہادی و رہبر نہیں چھوڑا بلکہ اس زمین پر پہلا انسان اسی کو بنا کر بھیجا جو خود ہادی و رہبر تھا۔ اس طرح سلسلۂ نبوت کو شروع کیا اور انسانیت کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ اپنے دین کو مکمل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰؐ پر اپنا دین مکمل کردیا۔ البتہ جناب آدمؑ سے حضرت خاتمؐ تک تمام انبیاء و مرسلین کو اپنا نمائندہ بنانے کے ساتھ معجزے بھی عطا کیے تاکہ وہ اپنی صداقت کو ثابت کرنے میں کسی مشکل سے دوچار نہ ہوں اور آخری پیغمبرؐ کو بطور معجزہ قرآن عطا کیا۔

قرآن اگرچہ آخری پیغمبرؐ پر نازل ہونے والی کتاب ہے مگر اس نے ابتدا ہی میں یہ اعلان کردیا کہ مسلمان ہونے کے لئے صرف رسول اسلام کو مان لینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ سابقہ انبیاء کی تصدیق بھی ضروری ہے۔ مذہبی اور تاریخی اسناد کے مطابق ہر دور میں نبی کا وجود رہا ہے۔ کوئی زمانہ یا علاقہ ایسا نہیں ہے جو نبی سے خالی رہا ہو۔ نبی اپنے دور کا سب سے افضل انسان ہوتا ہے۔

تمام انبیاء کا پیغام ایک تھا، مقصد زندگی ایک تھی، ہر ایک نبی نے لوگوں کو

غور وفکر کرنے کی دعوت دی اور عقل کا سہارا لینے کی تاکید کی۔ اندھی تقلید کے بجائے عقیدۂ توحید پر زور دیا عدل وانصاف قائم کرنے کی کوشش کی، کمزور طبقہ کی حمایت کی، غرور وتکبر کرنے والوں سے نبرد آزما رہے اور اس طرح آخرت کا بھرپور یقین دلایا کہ لوگ عقیدۂ معاد کو ماننے لگیں۔

انبیاءؑ کی اہم ترین صفات میں ان کا علم ، ایمان ، یقین، شجاعت ، صداقت، حیاء، عفت، ایثار وقربانی، عزم واستقلال ، محبت، اخلاص، للٰہیت ، سادہ زندگی اور لوگوں سے مشورہ ان کی تبلیغ کی کامیابی کا راز ہیں۔

انبیاءؑ کی عظمت اور سماجی عزت کو دیکھ کر جہاں ایک جانب موقع پرست افراد نے ان کے جیسا ہونے اور جھوٹے نبی بننے کی کوشش کی وہیں دین کے دشمنوں نے انبیاءؑ کی شخصیت کو مجروح کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ جب انہیں انبیاءؑ کی زندگی میں کامیابی نہ مل سکی تو بعد میں انبیاءؑ کی تعلیمات میں تحریف کی گئی اور ان کی طرف من گھڑت واقعات افسانوی اوصاف اور بعض اوقات مخرب اخلاق باتیں منسوب کرکے عقیدت کے نام پر نشر کردی گئیں۔ نوبت یہاں تک ہوئی کہ موجودہ توراۃ وانجیل جب انبیاء ماسلف کا تذکرہ کرتی ہیں تو توراۃ وانجیل الٰہی کتاب کے بجائے رومانی ناول محسوس ہوتی ہے۔ اس طرح جن مقاصد کے لئے انبیاءؑ کی بعثت ہوئی تھی وہ مقصد پھر خطرہ میں پڑگیا۔

قرآن کریم کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ تحریف سے محفوظ ہے۔ قرآن نے انبیاءؑ کے جو اوصاف بیان کئے ہیں، جو تاریخ نقل کی ہے، الٰہی نمائندوں کے جو خدوخال پیش کئے ہیں وہ رہتی دنیا تک لوگوں کی ہدایت کے لئے لاثانی نقوش ہیں اور قرآن ہی کی بدولت انبیاءؑ انسانیت کے لاثانی کردار ہیں۔ اگر قرآن کو درمیان سے ہٹا دیا جائے تو انبیاءؑ سے منسوب بہت سارے واقعات افسانوی اور اساطیری کردار نظر آئیں گے۔ شیطان اور اس کے ٹولے کی کوشش یہی ہے کہ ''اسرائیلیات'' کے سہارے انبیاءؑ کے کردار اور تاریخ کو بے رنگ بنا دیا جائے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ خود قرآن مجید کے ذریعہ انبیاءؑ کی تاریخ وسیرت کا مطالعہ کیا جائے۔

ادارۂ تنظیم المکاتب اپنی دیرینہ روایت کے مطابق ماہ رمضان کے شمارہ کو مفاہیم قرآنی سے مخصوص کرکے وقیع شمارے پیش کرتا رہا ہے۔ زیر نظر شمارہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

ہم شکر گذار ہیں ان اہل قلم حضرات کے جنہوں نے اپنے رشحات قلم سے ہمارے اس مجلّہ کو زینت بخشی۔ پروردگار سے دعا ہے ہماری اس حقیر سی کوشش کو شرف قبولیت عطا کرے اور اس شمارہ میں حصہ لینے والے اہل قلم حضرات کی مساعی جمیلہ کو نئی نسل کی اصلاح میں معاون ومددگار قرار دے۔ ❀❀❀

عالم تشیع کی عظیم علمی شخصیت حوزۂ علمیہ قم کے معروف استاد

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ الشیخ علی اکبر مشکینی کی رحلت

اس دور قحط الرجال میں مختصر مدت میں متعدد علماء و مراجع کا اس دار فانی سے کوچ کر جانا یقیناً عالم تشیع کے لئے ایک المناک صورت حال ہے۔ ۳۰/ جولائی ۲۰۰۷ء حوزۂ علمیہ قم کے معروف معلم اخلاق حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ مشکینی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

آپ شہر مقدس قم کے امام جمعہ، مجلس خبرگان کے صدر، اساتید حوزۂ علمیہ قم کی باوقار علمی کمیٹی جامعہ مدرسین کے سکریٹری اور عالم تشیع کے ایک محبوب عالم دین تھے۔ آپ انکساری، زہد اور للہیت میں نمایاں حیثیت کے مالک تھے نیز حوزۂ علمیہ قم میں آپ درس اخلاق کے معروف استاد تسلیم کیے جاتے تھے۔

آپ کے انتقال کی خبر ملتے ہی جامعہ امامیہ و دفتر تنظیم المکاتب کے خادمان کا تعزیتی جلسہ ہوا جس میں جامعہ امامیہ کے متعدد اساتذہ نے موصوف کی شخصیت پر روشنی ڈالی پھر حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید منظر صادق زیدی صاحب قبلہ پرنسپل جامعہ امامیہ نے آپ کی علمی و عملی شخصیت کا تذکرہ کیا اور آخر میں حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا صفی حیدر صاحب قبلہ سکریٹری تنظیم المکاتب نے آپ کی شخصیت کو بہترین نمونۂ عمل بتایا اور مختلف جہات سے آپ کی شخصیت پر روشنی ڈالی۔

جلسہ کے اختتام پر سورۂ فاتحہ سے ایصال ثواب کیا گیا اور جامعہ امامیہ تنظیم المکاتب میں تعطیل کا اعلان کر دیا گیا۔ ●●●

جشن ولادت امام مجتبیٰ ؑ منانے کا فائدہ

از تبرکات بانی تنظیمؒ

کچھ بھی لکھنے سے پہلے یہ لکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہر کام کی افادیت کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اسے رسم نہ بننے دیا جائے۔ اسے رواج میں شامل نہ ہونے دیا جائے اسے فیشن بننے سے روکا جائے۔ میری یادداشت میں ہندوستان میں سب سے پہلے ۱۳۶۱ھ میں واقعہ کربلا کی ۱۳ سو سالہ یادگار منانے کا فیصلہ ہوا۔ پورے ملک میں پورے جوش وخروش کے ساتھ یہ یادگار منائی گئی۔ ہندوستان میں پائے جانے والے مختلف مذاہب کے ماننے والے اس میں شریک ہوئے۔ ایک کام تھا جو ہو گیا اور اچھی طرح ہو گیا لیکن اس کے بعد ''حسین ڈے'' ایک رسم، ایک رواج، ایک مقابلہ، ایک مسابقہ، ایک فیشن کی شکل میں شروع ہوا اور اس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے آج واقعہ کربلا کے سلسلے میں جتنے اجتماع ہوتے ہیں سب سے زیادہ خرچیلا اجتماع ''حسین ڈے'' ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں آنے والے فنکار ہوتے ہیں اور مشاعروں کے نرخ پر شرکت کرتے ہیں۔ مہمان خصوصی وغیرہ خصوصی فائیو اسٹار ہوٹل میں ٹھہرتے ہیں۔ رکشے کے بجائے کار مانگنی پڑتی ہے یا ٹیکسی کرنا پڑتی ہے۔ شرکت کرنے والوں میں ایک آدھا اپنے ذاکر یا مقرر یا شاعر ہوتے ہیں جن سے معذرت کی جاسکتی ہے کہ کچھ خدمت ممکن نہیں ہے اللہ آپ کو اس صبر کی جزا دے گا۔ باقی لوگوں کا تو ہمت کرنا ہی پڑتا ہے۔ یہ تو اس وقت ہے جب عالی قدر حضرات شرکت کرتے ہیں ورنہ شرکت کریں یا نہ کریں۔ مفکروں سے، رہنماؤں سے، اعلیٰ افسروں سے وعدہ لینے کے لئے لکھنؤ دہلی وغیرہ کی بار بار یاترا تو کرنا ہی پڑتی ہے۔ اس دوڑ دھوپ میں کافی پیسے خرچ ہو ہی جاتے

۱۵ر
رمضان المبارک
روز ولادت باسعادت
حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام پر
ہم تمام محبان اہلبیتؑ کی خدمت میں
ہدیۂ تبریک وتہنیت پیش کرتے ہیں

ہیں۔ پھر اشتہارات پر خرچ کرنا پڑتا ہے کیونکہ پبلسٹی نہ ہوئی تو آنے والوں کا بلانا بے سود ہو جائے گا اور حسینی ڈے کے بعد اگر خصوصی تعلقات نہ پیدا ہو سکے تو ساری محنت ضائع ہو جائے گی۔ غرض کہ حسینی ڈے سیاسی مفاد کے لئے ہو رہے ہیں۔ حد ہے کہ اجلاس میں وہ لوگ جن کا کردار بالکل حسینیت کے خلاف ہے تقریر کرتے ہیں۔ اگر ایک خدا کے نہ ماننے والے نے، ایک نبی کے نہ ماننے والے نے، ایک علی کے نہ ماننے والے نے، ایک حسینی کردار کو نہ ماننے والے نے صرف یہ کہہ دیا کہ حسین عظیم تھے بس حسینی ڈے عظیم ہو گیا۔ اگر کسی نے کہہ دیا کہ حسینؑ ہمارے ہیں بس ہم خوش ہو گئے چاہے حسین سخت برہم ہوں کہ یہ شخص مجھے اپنا کیوں کہہ رہا ہے جبکہ اس کی زندگی میرے کردار واقدار کا گلا گھونٹ رہی ہے لیکن ہم کو حسینی ڈے کی معنوی حیثیت کی فکر ہی کب ہے ہم کو صرف اس کی صوری حیثیت درکار ہے جو ہمارے نجی مقاصد کے لئے مفید ہو سکے ایک حسینی ڈے نہیں سیرۃ النبیؐ کے جتنے اجلاس سیاسی مقاصد کے لئے ہوتے ہیں ان کا بھی یہی حشر ہوتا ہے بلکہ چونکہ وہ بڑے پیمانے پر ہوتے ہیں تو ان کا نقصان بھی بڑا ہوتا ہے اور ان کے نام پر استحصال بھی بڑا ہوتا ہے۔ کاش اہل مذہب سوچتے کہ مکار سیاست کو مذہب کو نچوڑنے کا موقع نہ دیا جائے۔ مگر یہ تب ہی ممکن تھا جب اہل مذہب عقیدت کے بجائے عقیدے کے حامل ہوتے! اور قرار دین کے ساتھ اس کے احکام پر عامل بھی ہوتے۔

غرض کہ سب سے پہلے واقعہ کربلا کی یادگار صدیوں کے حساب سے منائی گئی پھر یہ سلسلہ چل پڑا جشن بعثت ہوا، یادگار مرتضوی منائی گئی اور دوسرے معصومین علیہم السلام کی یادگاریں منائی گئیں۔ میں ان یادگاروں کو مفید سمجھتا ہوں ضروری سمجھتا ہوں۔ ان کے انعقاد میں حصہ لیتا ہوں مگر اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ یادگاروں کو ایک رسم، ایک رواج، ایک چلن، ایک روایت نہ قرار دیا جائے۔ بلکہ اس کے ساتھ کچھ بلند پایہ علمی کام ہوں اور اصلاحی و تعمیری وانقلابی اقدام کئے جائیں۔ مثلاً امام حسن علیہ السلام کے بارے میں جو لٹریچر فارسی، اردو میں موجود ہیں یا کم از کم جو مواد صرف اردو میں موجود ہیں چند اہل علم جن کو خدا نے علمی صلاحیت بھی دی ہے اور علمی کام کرنے کا وقت بھی دیا ہے جمع ہو کر اس لٹریچر کی تلخیص کریں اور ایک مجموعہ مرتب کریں تاکہ یادگار مجتبیٰ کی ایک علمی یادگار اردو داں حضرات کے ہاتھوں میں محفوظ ہو جائے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ذہنی تربیت کی ایک مہم چلائی جائے مثلاً ہماری قوم کی تباہی میں بلکہ اقوام عالم کی تباہی میں عہدے کی خواہش، منصب کی بھوک، اقتدار کے بھوت کا بہت بڑا ہاتھ کل بھی تھا اور آج بھی ہے۔ اگر اقتدار و عہدہ و منصب کے خلاف ایک علمی اور عملی مہم چلائی جائے تو ملک وقوم، دین و مذہب اور افراد اور اداروں کے لئے بے حد مفید

ہوگا۔امام حسن علیہ السلام کی زندگی کا یہ ایک نمایاں ترین رخ ہے کہ آپ نے حکومت، منصب، اقتدار، عہدے کو چھوڑ دیا تا کہ اسلام اور مسلمان انتشار سے محفوظ رہیں تا کہ دشمن صرف آپ سے دشمنی کر سکے لیکن اسلام اس کی دشمنی سے محفوظ رہے مسلمان کے خون اس دشمن جانی سے محفوظ رہیں۔

ذہن میں یہ سوال ابھر سکتا ہے کہ امام کی زندگی میں ہر کمال موجود ہے اور قوم میں ہر طرح کی خرابی و بدعنوانی پائی جاتی ہے لہٰذا کیوں نہ مکمل تطہیر کی مہم چلائی جائے تو عرض ہے کہ بے شک دونوں باتیں درست ہیں لیکن بگڑے افراد، بگڑے کردار، بگڑی معیشت ومعاشرت، بگڑے عادات واطوار ایک ساتھ درست نہیں ہوسکتے۔ جو لوگ سب کام ایک ساتھ کرنا چاہتے ہیں ان کے پاس صرف کاموں کی لسٹ رہتی ہے جو ہمیشہ بغیر کسی کمی کے جوں کی توں باقی رہتی ہے۔ سب کاموں کے چکر میں کوئی کام نہیں ہوتا ہے اس کے بجائے اگر صرف ایک ہی کام کے خلاف ایک سال تک مہم چلائی جائے، خوش خط، دیدہ زیب کتبے شائع کیے جائیں نعرے لکھے جائیں، چرچے کو اتنا عام سے عام تر کیا جائے کہ ہر چھوٹے بڑے، عورت مرد، عالم جاہل کی زبان پر تذکرہ آجائے تو اگر وہ برائی ختم نہ ہوگی تو کم تو ہوگی۔ پروپیگنڈے کو جان دار بنانے کے لئے مثالی اقدامات کیے جائیں اور ان کو شہرت دی جائے تا کہ دوسروں میں ویسے اقدامات کرنے کا حوصلہ پیدا ہو تو نہ ہونے پر بھی بہت کچھ کام ہو جائے گا۔

آج ہمارے اوقاف، ہمارے ادارے، ہماری درس گاہیں، ہماری انجمنیں، ہمارے اعیان شخصیت پرستی و نسل پرستی کا شکار ہیں۔ جو ہے وہ ہٹنا نہیں چاہتا، جو نہیں ہے وہ بہر حال آنا چاہتا ہے۔ آنے والا سارا زور ہٹانے پر لگائے ہے اور رہنے والا سارا زور نہ ہٹنے پر لگائے ہے۔ اس زور آزمائی میں زر، زن، زمین سب سے کام لیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جو ہارتا ہے وہ تو ہارتا ہی ہے لیکن جو چت کرتا ہے وہ بھی تھک کر چت کرنے کے بعد خود چت ہو جاتا ہے مزید یہ کہ اقتدار کا کوئی نیا پجاری اپنا بت نصب کرنے کی فکر میں میدان میں آجاتا ہے قوم محوِ تماشا رہتی ہے۔ مسائل حل کا منہ دیکھتے رہتے ہیں اور مقاصد دم توڑتے رہتے ہیں۔ اگر ہمارے بنجر اوقاف، بنجر ادارے، بنجر درسگاہیں، بنجر انجمنیں پھر سے خدمت وخلوص کی آب یاری کے ذریعے سرسبز ہو جائیں تو قوم کی کھیتیاں لہلہا اٹھیں۔ کیا ہم امام حسنؑ کی کامل واکمل سیرت سے اتنا سا جزئی وجزوی فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتے تو پھر یادگار منانے کا فائدہ؟ امام معصومؑ کی زندگی کے اس اہم کردار ساز رخ کی طرف سے رخ نہ موڑنے کی ضرورت ہے۔ لڑائی دل پسند مشغلہ ہے۔ آدمی کو آدمی سے لڑا کر جی خوش ہوتا ہے۔ چغل خوری کی لذت یہی لڑائی ہے۔ اگر اصلی لڑائی نہیں ہو سکتی ہے تو مصنوعی لڑائی سہی کھیل کے نام پر، ورزش کے نام پر مقابلے

کے نام پر ہی اگر آدمی نہیں لڑتے تو جانور ہی لڑیں۔ بڑے جانور نہ ہی بٹیر ہی لڑ جائے۔ دیکھنے والے خوش ہیں، مست ہیں، مگن ہیں، قصے کہانیاں بھی اسی مصنوعی مار دھاڑ کے ذریعے دل پسند بنائی جاتی ہیں۔ صلح ہمیشہ عامی دلچسپی سے محروم رہی۔ بگڑے سماج کی یہ روش ہزاروں سال سے چلی آ رہی ہے۔ پیغمبرؐ کی جنگوں پر غیروں کو اعتراض ہوا کیوں کہ ان کو نقصان پہونچا تھا۔ لیکن آپ کی صلح پر وہ بھی چلا اٹھے جو اپنے کو پیغمبرؐ کا پیرو کہتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان جوش میں، غیظ میں، غضب میں بھرے بیٹھے ہیں، حضورؐ کا ارشاد تک نہیں سنتے۔ بال کٹانے یا منڈانے کے لئے بال برابر حرکت کرنے پر بھی تیار نہیں ہیں بلکہ نافرمانی سے بڑھ کر توہین آمیز سوالات کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔ حضورؐ کی نبوت پر نظر ثانی کی نوبت آ جاتی ہے۔ نظر ثانی کرنے والے اس جسارت بے جا پر شرمندہ ہونے کے بجائے فخر محسوس کر رہے ہیں، نظر ثانی کا اعلان کر رہے ہیں حضورؐ رنجیدہ بیٹھے ہیں۔ مگر کسی کو رنجیدہ رسولؐ سے ہمدردی نہیں ہے۔ بلکہ سوالات کے کچوکے لگائے جا رہے ہیں۔ غرضکہ صلح حدیبیہ سے جہال وعوام کی برگشتگی کی ایک دستاویز ہے۔ اس ہنگامہ خیز واقعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے جب صلح کی ہوگی تو صورت حال کتنی قیامت خیز رہی ہوگی اندازہ لگانا ہو تو سوچئے امام حسن علیہ السلام کو مذل المومنین (مومنوں کو ذلیل کرنے والے) کا لقب دیا جا رہا ہے۔ مگر امامؑ کی قوت برداشت میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ آپ اس ذلیل لقب دینے والے کو سمجھاتے ہیں اور وہ مطمئن ہو کر چلا جاتا ہے۔ امام حسنؑ کے پیش نظر ہے کہ صلح ہی پر ناناؐ کی نبوت نظری ہو گئی تھی۔ صلح صفین ہی نے کل ایمان پر فتوئ کفر صادر کرایا تھا۔ امام حسن علیہ السلام کو صلح کے بعد دشمن کی طرف سے کتنے زہر بلے گھونٹ پینا پڑے۔ ان کو اگر نظر انداز بھی کر دیا جائے تو جو دوست کہلاتے تھے ان کی طرف سے کیسے کڑوے گھونٹ پینا پڑے۔ اس کا اندازہ مندرجہ بالا واقعات اور حالات سے لگایا جا سکتا ہے مگر دین وقوم وملت وتاریخ وشریعت کو بچانے کے لئے امامؑ نے عہدہ چھوڑا، منصب چھوڑا، حکومت چھوڑی دولت چھوڑی حتیٰ کہ دوستوں کو چھوڑ دیا اور گوشہ نشینی کی مشقت وروح فرسا مذمت وروگردانی کا سامنا کیا مگر دنیا کو یہ راہ دکھائی کہ منصب ہدایت کرنا ہے منصب کردار سازی ہے منصب افراد ومعاشرہ کو ہلاکت سے نکالنا ہے نہ کہ حکومت۔

اگر ہم اس سال صرف امامؑ کی زندگی کے اس رخ سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی مہم میں لگ جائیں تو جشن چہاردہ صد سالہ ولادت امام مجتبیٰ کا مکمل فائدہ حاصل کر سکیں مگر کردار سازی کے لئے صرف گفتار بے معنی ہے۔ ضرورت ہے کچھ دیوانوں کی جو اسیران ہوس کے برخلاف اپنے کو اسیر امام حسن مجتبیٰ ثابت کریں۔ ❀❀❀

معجزہ اور قرآن

مولانا سید تلمیذ حسنین رضوی
نیو جرسی امریکہ

لفظ معجزہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کی جمع معجزات ہے۔ لغت میں معجزہ کے معنی عاجز کردینے اور تھکا دینے والی چیز ہے اور اسلامی اصطلاح میں ایسے عمل کا نام ہے، جو سلسلہ اسباب کے بغیر عالم وجود میں آجائے اس کو عام بول چال میں "خرق عادت" بھی کہتے ہیں۔ یہ قانون قدرت کی ایک کڑی ہوتی ہے، جو عام حالات سے الگ کسی خاص مقصد کو پورا کرنے کیلئے ظاہر کی جاتی ہے اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے سچے رسول اور پیغمبر کی صداقت اور حقانیت کی تصدیق کرتا اور جھٹلانے والوں کو یہ باور کراتا ہے کہ اگر مدعی رسالت اپنے دعوے میں صادق نہ ہوتا تو اللہ کی تائید بھی اس کے ساتھ نہ ہوتی پس عام قانون قدرت سے جدا رسول و پیغمبر کا یہ عمل ظاہر کرتا ہے کہ درحقیقت یہ اس کا اپنا فعل نہیں بلکہ اللہ کا فعل ہے جو خاص عادت کی صورت میں نبی کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوتا کہ اس کی صداقت کی دلیل بن سکے۔

لفظ معجزہ قرآن کریم میں نہیں آیا بلکہ معجزات کو ظاہر کرنے کے لئے تین لفظیں قرآن نے استعمال کی ہیں ایک لفظ "آیۃ" ہے، جس کی جمع آیات ہے، جو ان مفاہیم کیلئے قرآن میں آیا ہے، نشانی، نبوت، دلیل۔ مینارہ، معجزہ، حکم اور عبرت۔ اور دوسرا لفظ "بینۃ" ہے جس کی جمع بینات ہے، جو بین دلیل، بین ثبوت اور واضح احکام کا مفہوم دیتا ہے۔ اور معجزے کیلئے قرآن نے لفظ برہان بھی بیان کیا ہے جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں معجزہ نبی کا اپنا فعل نہیں ہوتا بلکہ وہ براہ راست اللہ کا فعل ہوتا ہے، جو نبی کے ہاتھوں سے اس کی تائید میں کیا جاتا ہے۔ وما کان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ فاذا جاء امر اللہ قضی بالحق وخسر ھنالک المبطلون غافر/۷۸

اور کسی رسول کے بس میں نہیں ہے کہ وہ کوئی نشانی (معجزہ) لاسکے مگر یہ کہ اللہ اس کی اجازت مرحمت فرمادے۔
پس جب اللہ کا حکم آپہنچتا ہے تو حق کے ساتھ فیصلہ کردیا جا

ہے اور اس موقع پر جھٹلانے والے خسارے میں پڑ جاتے ہیں "واقسموا باللہ جھد ایمانھم لئن جائتھم آیت لیؤمنن بھا قل انما الآیات عند اللہ و مایشعرکم انھا اذا جاءت لا یؤمنون" انعام/ ۱۰۹

اور وہ اللہ کی سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی نشانی آجائے تو اس پر ضرور ایمان لے آئیں گے اے محمد آپ فرما دیجئے کہ نشانیاں تو اللہ کے قبضے میں ہیں اور (اے مسلمانو!) تم کو خبر نہیں کہ ان کے پاس اگر یہ نشانیاں آ بھی جائیں تو یہ ایمان لانے والے نہیں۔

حضرت نوحؑ پہلے صاحب شریعت اور اولوالعزم پیغمبر ہیں ان کے کسی معجزے کا ذکر ہمیں قرآن کریم میں نظر نہیں آتا البتہ انہوں نے جو کشتی وحی الٰہی اور نگاہ قدرت کے سامنے بنائی تھی قرآن مجید نے اسے لفظ آیۃ سے تعبیر کیا ہے اس لئے کہ ایسے طوفان کے ہنگام یہ انوکھی اور ان ہونی بات تھی "فانجیناہ واصحاب السفینة وجعلناھا آیة للعالمین" عنکبوت/ ۱۵

ہم نے نوح اور اصحاب سفینہ کو نجات دے دی اور اس کشتی کو ہم نے تمام جہانوں کیلئے نشانی بنا دیا۔

اللہ تعالٰی نے حضرت صالحؑ کو قوم ثمود کی جانب مبعوث کیا یہ قوم عاد کی جانشین تھی اور یہ لوگ زمین کے ہموار اور نرم حصوں پر محلات اور سنگ تراشی کرکے پہاڑوں میں مکان تراشا کرتے تھے اس

قوم نے حضرت صالحؑ سے یہ مطالبہ کیا کہ اگر واقعی آپ اللہ کے فرستادہ نبی ہیں تو کوئی نشانی دکھایئے ہم آپ کی صداقت پر ایمان لے آئیں گے حضرت صالح علیہ السلام نے انہی سے دریافت کیا کہ وہ کیا نشانی چاہتے ہیں؟ انہوں نے مطالبہ کیا کہ سامنے والے پہاڑ میں سے یا بستی کے اس پتھر میں سے جو کنارے نصب ہے ایک ایسی اونٹنی ظاہر کرو، جو گابھن ہو اور فوراً بچہ دے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ سے دعا طلب کی اور ایک حاملہ اونٹنی ظاہر ہوگئی اور اس نے بچہ دیا یہ دیکھ کر ان کے سرداروں میں سے جندع بن عمرو تو اسی وقت مشرف بہ اسلام ہوگیا اور جب دوسروں نے اسلام قبول کرنا چاہا تو کاہنوں اور مہنتوں نے رکاوٹ ڈالی۔ سورۂ اعراف، سورہ ہود اور سورہ قمر میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ اور دیگر سورتوں میں اختصار کے ساتھ بیان ہوا ہے۔

"ویا قوم ھذہ ناقة اللہ لکم آیة فذروھا تاکل فی ارض اللہ ولا تمسوھا بسوء فیاخذکم عذاب قریب فعقروھا فقال تمتعوا فی دارکم ثلثة ایام ذالک وعد غیر مکذوب" ہود/ ۶۴، ۶۵

اے قوم یہ ناقہ اللہ کی طرف سے ایک نشانی ہے اسے آزاد رہنے دو تاکہ خدا کی زمین میں چین سے کھائے اور اسے کسی قسم کی تکلیف نہ دینا کہ تمہیں جلد ہی کوئی عذاب اپنی گرفت میں نہ لے لے اس کے بعد بھی ان لوگوں

نے اسے ہلاک کر ڈالا تب صالح نے کہا (اب تمہیں صرف) تین دن کی مہلت ہے اپنے گھروں میں کھا پی لو یہ وعدہ ہے جھوٹا نہ نکلے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تیغ قاطعہ اور براہین ساطعہ سے اپنے مخالفین اور بت پرستوں کو قائل کرنے کی کوشش کی اور نمرود سے بھی ان کا مناظرہ ہوا، اور جب انہوں نے بت خانہ تباہ کر دیا تو اس وقت نمرود اور اس کے حواریوں نے آواز بلند کی "قالوا حرقوه وانصروا الهتكم ان كنتم فعلين" انبیا/۶۸

وہ سب کہنے لگے اس (ابراہیم) کو جلا ڈالو اور اپنے دیوتاؤں کی مدد کرو اگر تم کرنا چاہتے ہو۔

"قلنا ينار كوني بردا وسلاما على ابراهيم وارادوا به كيدا فجعلناهم الاخسرين" انبیا/۶۹،۷۰

ہم نے حکم دیا اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم کو با سلامت رکھ انہوں نے ابراہیم کے ساتھ مکر کا ارادہ کیا پس ہم نے ان کو ان کے ارادے میں ناکام بنا دیا۔

آگ کا کام جلانا ہے لیکن یہ خرق عادت واقعہ پیش آیا کہ ابراہیمؑ کے لئے آگ گلزار بن گئی اور اسی کو معجزہ کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو معجزہ عطا کیا اس کا تذکرہ سورۂ بقرہ میں ہے۔

"واذ قال ابراهيم رب ارني كيف تحي الموتىٰ قال اولم تؤمن قال بلىٰ ولكن ليطمئن قلبي قال فخذ اربعة من الطير فصرهن اليك ثم اجعل علىٰ كل جبل منهن جزءً ياتينك سعيا واعلم ان الله عزيز حكيم" بقرہ/۲۶۰

اور اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیم نے التجا کی کہ اے میرے پروردگار مجھے یہ دکھا دے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔ ارشاد ہوا کہ کیا تمہارا ایمان نہیں ہے عرض کی ایمان تو ہے لیکن اطمینان چاہتا ہوں فرمایا کہ چار طائر پکڑ لو اور انہیں خود سے مانوس بناؤ پھر ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہر پہاڑ پر ایک حصہ رکھ دو اور پھر آواز دو سب دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور یاد رکھو خدا غالب اور با حکمت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ قرآن کریم میں سب سے زیادہ کیا گیا ہے۔ آپ کی پرورش بھی کسی معجزے سے کم نہیں۔ فرعون جو سب سے بڑا دشمن ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی کے گھر میں حضرت موسیٰ کو پروان چڑھا کر اپنی قدرت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ان کے حقیقی بھائی حضرت ہارونؑ کو فرعون سے مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا۔ قرآن کریم کی متعدد آیات میں ان معجزات اور آیات باہرات کا تذکرہ ہے جن سے لیس کر کے حضرت موسیٰ کو روانہ کیا گیا تھا اور انہیں نو معجزات عطا ہوئے تھے۔ "في تسع آيات الى فرعون وقومه" نمل/۲۷

فرعون اور اس کی قوم کی

جانب موسیٰ تو معجزات لے کر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے دریافت کیا" ماتلک بیمینک یٰموسیٰ "اے موسیٰ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے "قال ھی عصای "انھوں نے جواب دیا یہ میرا عصا ہے" اتو کا علیھا واھش بھا علی غنمی ولی فیھا مارب اخری "جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے درختوں کی پتیاں جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے بہت سے مقاصد ہیں۔
طٰہٰ/۱۷،۱۸

اللہ کے حکم پر انہوں نے اپنا عصا زمین پر ڈالا تو وہ اژدہا بن گیا اور جب اللہ کے حکم سے اسے اٹھالیا تو وہ دوبارہ عصا میں تبدیل ہوگیا اور دوسرا معجزہ یہ عطا کیا" واضمم یدک الی جناحک تخرج بیضاء من غیر سوء آیۃ اخریٰ" طٰہٰ/۲۲

اور اپنے ہاتھ کو سمیٹ کر بغل میں کرلو یہ بغیر بیماری کے سفید نکلے گا اور یہ ہماری دوسری نشانی ہوگی۔ خداوند عالم نے سورۂ اعراف آیت ۱۰۴ سے ۱۳۸ تک ان واقعات کا مسلسل ذکر کیا ہے۔ اور ہم نے موسیٰ کو اشارہ کیا کہ اب تم اپنا عصا ڈال دو وہ ان کے تمام جادو کے سانپوں کو نگل جائے گا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حق ثابت ہوگیا اور ان (کافروں) کا کاروبار باطل ہوگیا وہ سب کے سب مغلوب ہوگئے اور ذلیل ہو کر واپس ہوگئے اور جادوگر سب کے سب سجدے میں گر پڑے اور ان

لوگوں نے کہا ہم عالمین کے پروردگار پر ایمان لے آئے یعنی موسیٰ اور ہارون کے رب پر۔

حضرت داؤدؑ کو اللہ نے خلافت ارضی سونپ دی اور ارشاد فرمایا" یا داؤد انا جلعناک خلیفۃ فی الارض" ص/۲۶

حضرت داؤد علیہ السلام کو کئی معجزات عطا کئے ارشاد ہوا:" ولقد آتینا داؤد منا فضلا یاجبال اوبی معہ والطیر والنا لہ الحدید۔ ان اعمل سبغت وقدر فی السرد واعملوا صالحا انی بما تعملون بصیر" سبا/۱۰،۱۱

اور ہم نے داؤد کو یہ فضل عطا کیا کہ پہاڑو تم ان کے ساتھ تسبیح پروردگار کیا کرو اور پرندوں کو مسخر کردیا اور لوہے کو نرم کردیا کہ تم کشادہ اور مکمل زرہیں بناؤ اور کڑیوں کو جوڑنے کے اندازے کا خیال رکھو اور تم سب نیک عمل کرو میں تم سب کے اعمال کا دیکھنے والا ہوں اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"وعلمنٰہ صنعۃ لبوس لکم لتحصنکم من باسکم فھل انتم شاکرون "انبیا/۸۰

اور ہم نے داؤد کو لباس کی صنعت سکھادی تاکہ تم لڑائی کے موقع پر اس سے بچاؤ حاصل کرو پس کیا تم شکر گزار بنتے ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا ہوا تھا کہ وہ پرندوں سے ہمکلام ہوتے تھے۔

حضرت سلیمانؑ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبوت کے ساتھ ساتھ حکومت اور دنیا دی

سلطنت عطا کی تھی اور انہیں علم کی دولت سے مالا مال کیا تھا۔ چرند پرند کو ان کیلئے مسخر کر دیا تھا جنات ان کا حکم تسلیم کرتے تھے اور ہواؤں پر بھی ان کی حکمرانی تھی وہ پرندوں سے بھی ہمکلام ہوتے تھے۔ "ولسلیمٰن الریح غدوھا شہرو رواحھا شہر" سبا/۱۲

اور سلیمان کیلئے مسخر کر دیا ہوا کو جو صبح کو ایک مہینہ کی مسافت اور شام کو ایک مہینے کی مسافت طے کرتی ہے۔ سورہ نمل آیت ۲۰ سے آیت ۴۴ تک ملکہ سبا کے واقعہ کو نہایت معجزانہ انداز میں بیان کیا ہے جس میں ان معجزات کا ذکر ہے جن سے سلیمان علیہ السلام کو نوازا گیا تھا۔ ہدہد کی زبانی ملکۂ سبا کے بارے میں معلومات خط کا روانہ کرنا اس کا ہدیہ روانہ کرنا اور سلیمان کا اس سے انکار کر دینا پھر اس کا آنا اور سلیمان کا اپنے وزیر آصف بن برخیا کے ذریعے سے ملکۂ سبا کا تخت منگوانا ایک معجزہ ہے۔ قرآن کریم نے جس معجزے کا تذکرہ اس طرح کیا ہے "قال یا ایھا الملأ ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمین قال عفریت من الجن انا اتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک وانی علیہ لقوی امین قال الذی عندہ علم من الکتب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک فلما راہ مستقرا عندہ قال ھذ من فضل ربی لیبلونی أاشکر ام اکفر" النمل/ ۳۸، ۴۰

آپ نے فرمایا اے سردارو! تم میں سے کوئی ہے جو ان کے مسلمان ہو کر پہنچنے سے پہلے ہی اس کا تخت مجھے لا دے ایک قوی ہیکل جن کہنے لگا آپ اپنی مجلس سے اٹھیں اس سے پہلے میں اسے آپ کے پاس لا دیتا ہوں یقین مانئے کہ میں اس پر قادر ہوں اور امانت دار بھی۔ جس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم تھا وہ بول اٹھا کہ آپ پلک جھپکائیں اس سے بھی پہلے میں اسے آپ کے پاس پہنچا سکتا ہوں۔ جب آپ نے اسے اپنے پاس موجود پایا تو فرمانے لگے یہی میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری۔

کسی انسان کیلئے خواہ وہ کتنا ہی قوی کیوں نہ ہو یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ بیت المقدس سے مآرب یمن (سبا) جائے اور پھر وہاں سے تخت شاہی لائے اور ۱۵۰۰ میل آنے اور ۱۵۰۰ جانے کا فاصلہ آناً فاناً طے کر لے۔ جن اس فاصلے کو تین گھنٹے میں طے کرنے کیلئے کہہ رہا تھا۔ لیکن عالم کتاب نے اسے چشم زدن میں طے کر دیا اور اسی کا نام معجزہ ہے۔

ارشاد باری ہے: "وآتینا عیسیٰ ابن مریم البینات وایدنٰہ بروح القدس" بقرہ/۸۷

اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح معجزات عطا کئے اور روح القدس کے ذریعہ تائید اور قوت عطا کی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں سے مخاطب ہو کر کہا "وجئتکم بآیۃ من ربکم" آل عمران/۵۰

میں تمہاری طرف تمہارے

پروردگار کی نشانی لے کر آیا ہوں اور خود قرآن مجید نے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰؑ کو معجزہ قرار دیا۔"وجعلناها وابنها آية للعلمين"

انبیا/۹۱

اور ہم نے مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ کو جہان والوں کیلئے نشانی (معجزہ) قرار دیا ہے۔

سورۂ آل عمران آیت ۴۹ سے ۵۱ تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔"انی اخلق لکم من الطين كهيئة الطير فانفخ فيه فيكون طيراً باذن الله وابرئ الاكمه والابرص واحي الموتىٰ باذن الله وانبئكم بما تاكلون وما تدخرون في بيوتكم ان في ذلك لآية لكم ان كنتم مومنين."

آل عمران/۴۹

میں تمہارے لئے مٹی سے پرندہ کی شکل بناؤں گا اور اس میں کچھ دم کردوں گا تو وہ حکم خدا سے پرندہ بن جائے گا اور میں پیدائشی اندھے اور مبروص کا علاج کروں گا اور حکم خدا سے مردوں کو زندہ کردوں گا اور تمہیں بتا دوں گا کہ تم کیا کھاتے اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کرتے ہو ان سب میں تمہارے لئے نشانیاں ہیں اگر تم صاحبان ایمان ہو جب حضور سرور کائنات فخر موجودات دنیا میں تشریف لائے تو آپ نے کفار و مشرکین کو دو طرح کے معجزات دکھائے ایک وقتی اور دوسرا دائمی۔ وقتی معجزات میں شق قمر اور سورج کا پلٹنا، نمکین پانی کا میٹھا ہو جانا، تھوڑی سی غذا میں بہت سے افراد کا سیر ہو جانا، آپ کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا، سنگریزے کا تسبیح پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔

غزوۂ بدر میں جب تین سو تیرہ کے مقابلہ میں ساز و سامان سے مسلح ایک ہزار دشمنوں کا لشکر مسلمانوں پر یلغار کرنے آیا تھا تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ان کی جانب مٹھی بھر خاک پھینک دی، جس کی وجہ سے ہر لشکری کی آنکھ میں خاک کے ذرے پہنچ گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل معجزہ قرار پایا۔"وما رميت اذ رميت ولكن الله رمىٰ"

انفال/۱۷

اور آپ نے (اے محمد) وہ مٹھی بھر خاک نہیں پھینکی تھی، جو اپنے ہاتھ سے پھینکی تھی لیکن وہ تو حقیقت میں اللہ نے پھینکی تھی۔

مشرکین مکہ نے آنحضرت کو کاہن، ساحر، شاعر اور مجنون کہا لیکن اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو قرآن مجید کی صورت میں دائمی اور جاودانی معجزہ عطا فرما دیا اور پوری دنیا اس قرآن کی مثال پیش کرنے سے عاجز اور قاصر ہے قرآن نے تحدی (چیلنج) کی اور کہا "قل لئن اجتمعت الانس والجن على ان ياتوا بمثل هذا القرآن لا ياتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيراً"

اسرا/۸۸

اے محمد! آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات مل کر بھی اس قرآن جیسی کتاب لانا چاہیں تو اس جیسی کتاب نہیں لا سکتے خواہ وہ

ایک دوسرے کے پشت پناہ اور مددگار ہی کیوں نہ بن جائیں۔

اس کے بعد چیلنج کو مختصر کر کے دس سورتوں تک محدود کردیا اور فرمایا "ام یقولون افتریٰہ قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین" ہود/۱۳

کیا وہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو اسی نے گڑھا ہے اے نبی آپ فرما دیجئے کہ تم بھی اس جیسی دس سورتیں گڑھ کے لے آؤ اور اللہ کے علاوہ جسے چاہو اسے بلالو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔

اس کے بعد چیلنج کو اور محدود کر کے صرف ایک سورت لانے کا مطالبہ کیا "و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہدائکم من دون اللہ ان کنتم صادقین ۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین." بقرہ/۲۳، ۲۴

اگر تمہیں اس کلام کے بارے میں کوئی شک ہے، جسے ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی ایک سورۃ بنالاؤ اور اللہ کے علاوہ تمہارے جتنے مددگار ہیں ان سب کو بلالو اگر تم اپنے دعوے اور خیال میں سچے ہو۔ اور اگر تم ایسا نہ کرسکے اور یقیناً نہ کرسکو گے تو اس آگ سے ڈرو، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور جسے کافرین کیلئے مہیا کیا گیا ہے۔

چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کیلئے اور رہتی دنیا تک رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے اس لئے آپ کو ایسا معجزہ عطا ہوا جو مرور زمانہ کے ساتھ اور نبی کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ختم نہیں ہوا بلکہ آج بھی موجود، باقی، زندہ، پائندہ اور تابندہ ہے۔ بغیر کسی تغیر اور تبدل کے ۱۴ سو سال سے جوں کا توں موجود ہے اور بقول علی ابن ابی طالب علیہما السلام: "ان القرآن ظاھرہ انیق وباطنہ عمیق لا تفنی عجائبہ ولا تنقضی غرائبہ ولا تکشف الظلمات الابہ" نہج البلاغہ خطبہ/۱۸

بے شک قرآن کا ظاہر نہایت عمدہ اور باطن بے حد گہرا ہے اس کے عجائبات کبھی فنا نہیں ہوتے اور اس کے غرائبات کبھی منتہی نہیں ہوتے اسی قرآن کے ذریعہ تاریکیوں کو دور کیا جاسکتا ہے قرآن تنہا نہیں بلکہ وارث قرآن ہر دور میں موجود ہے۔ لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو معجزات کو دائمی کہا جاسکتا ہے، جس کو حدیث ثقلین کے ذریعہ واضح کیا گیا۔ "انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی" میں تم لوگوں میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں اللہ کی کتاب اور اپنی عترت اہل بیت۔ ❀❀❀

بانی تنظیم

اس قوم کی ہر فرد کو بیدار بنا دو

انبیاءؑ اور توکل

مولانا مقبول احمد نوگانوی
سوئیڈن

توکل کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور یہ توحید کے قطعی لوازم میں سے ہے انبیاءؑ کی اولین دعوت توحید تھی۔ قرآن مجید کی مختلف آیات میں مختلف انداز میں توکل پر زور دیا گیا ہے سورہ طلاق میں ارشاد ہوتا ہے "ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ" "خدا پر توکل کرنے والے کے لئے اللہ ہر مہم کو آسان اور ہر مشکل کے حل کرنے کے واسطے کافی ہے" سورہ مائدہ میں فرماتا ہے "علی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین" "خدا پر توکل و اعتماد کرو اگر تم مومن ہو" سورہ فرقان میں ہے "وتوکل علی الحی الذی لایموت" "اس خدا پر توکل کرو جو زندہ ہے اور مرتا نہیں ہے۔"

توکل یوں تو ایک عام لفظ ہے اور ہر شخص اپنے کو متوکل کہتا ہے مگر پھر بھی غور کرنا ہے کہ توکل کے اصل معنی کیا ہیں؟ بعض لوگ توکل کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے ہر کام سے کنارہ کشی کرکے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر خدا پر بھروسہ کرکے بیٹھ جانے کا نام توکل ہے یعنی راہبانہ زندگی کا نام توکل ہے حالانکہ اسلام کی تعلیم اس کے برخلاف ہے قرآن کی تعلیم تو یہ ہے کہ "لیس للانسان الا ماسعیٰ O وان سعیہ سوف یریٰ ثم یجزیہ الجزاء الاوفیٰ" سورہ نجم

"بس انسان کے لئے وہی ہے جو وہ کوشش کرتا ہے اور یقیناً اس کی کوشش دیکھی جائے گی پھر اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے "ان اللہ لا یغیر مابقوم حتی یغیر واما بانفسھم" رعد/۱۱

"اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنی حالت کے بدلنے کی کوشش نہ کرے۔"

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

توکل کے معنی یہ ہیں کہ انسان "نفی الشکوک وتفویض الامور الی مالک الملوک" مخلوق کی جانب سے قطع نظر کرکے

اپنے امور کو مالک الملوک کے سپرد کر دے اور اس پر پوری طرح اعتماد اور کامل طریقہ پر بھروسہ کرے۔

توکل کے معنی ہیں کہ جب بندہ کسی کام کا ارادہ کرے تو جتنے اسباب ظاہری ہیں ان کو پورا کرے اس کے بعد اپنے کام کو مالک حقیقی کے سپرد کر دے جیسا کہ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ ’’توکل یہ ہے کہ تو اپنا اونٹ رسی میں باندھ دے اور پھر اس کی حفاظت کا خدا پر بھروسہ رکھ یعنی اس کی حفاظت کا اس رسی پر اعتماد نہ کر کیونکہ بہت سے اونٹ مع رسی کے چوری ہو جاتے ہیں۔‘‘

توکل کے درجات ہیں

پہلا درجہ یہ ہے کہ مسلمان اللہ کو کسی دنیاوی وکیل سے کمتر نہ جانے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اللہ پر کم از کم اتنا انحصار کرے جتنا ایک بچے کا اپنی ماں پر ہوتا ہے۔ اس کا تیسرا درجہ خاصان خدا سے مخصوص ہے جن کی ملکیت اور اوڑھنا بچھونا صرف رضائے الٰہی ہے وہ صرف وہی کچھ کرتے ہیں جو اللہ کی مشیت ہوتی ہے اور وہ منزل انبیاء و مرسلین اور اوصیائے رسول رب العالمین کی ہے۔ جناب یوسف نے جب اس قیدی سے کہ جو چھوٹنے والا تھا ارشاد فرمایا کہ جب تو چھوٹ کر دربار میں پہنچے تو مجھ کو نہ بھولنا اور میرا ذکر بھی بادشاہ سے کرنا تا کہ میں بھی اس قید کی مصیبت سے نجات پاؤں پس شیطان نے اس بات کو اسے بھلا دیا صرف اتنی سی بات پر کہ خالق کی طرف توجہ نہ کی اور مخلوق کی طرف متوجہ ہوئے سات برس مبتلائے قید رہے۔ جبرئیل نازل ہوئے اور کہا اے یوسف خدا ارشاد فرماتا ہے کہ تم کو یہ حسن و جمال کس نے دیا یوسف نے کہا خدا نے کہا۔ تم کو محبوب پدر کس نے کیا۔ کہا اسی پروردگار نے۔ کہا کس نے تم کو دعائے نجات تعلیم کی؟ کہا رب العزت نے۔ کہا کس نے قافلہ کو کنوئیں کے قریب بھیجا؟ کہا خدا نے۔ کہا کنوئیں میں ڈوبنے سے کس نے بچایا؟ کہا خدا نے۔ کہا کنوئیں سے کس نے نکلوایا؟ کہا خدا نے کہا کس نے بچہ کو گہوارے میں تمہاری پاکدامنی کی شہادت کے لئے گویا فرمایا؟ کہا خلاق عالم نے۔ کہا کس نے تمہاری عصمت کی شہادت دلوائی؟ کہا اسی پروردگار نے۔ کہا علم تعبیر خواب کس نے تم کو عطا کیا؟ کہا خدائے یکتا نے۔ کہا اس نے تم کو کسی وقت فراموش نہیں کیا تو اب کیسے تم کو فراموش و بھول جائے گا کہ جو تم نے ایسے خدائے برتر و توانا کو چھوڑ کر ادنیٰ مخلوق سے توسل کیا اے یوسف اس کے بدلے میں سات سال تک قید کی مصیبت اٹھاؤ سچ کہا ہے کسی نے۔

ایک شخص پیغمبرِ اسلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس سے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو اس نے جواب دیا کہ میں جنگل میں بھیڑیں چرا رہا تھا کہ آپ کی زیارت کا شوق ہوا بس اپنی بھیڑوں کو اللہ کے توکل پر جنگل میں چھوڑ کے چلا آیا ہوں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے بندہ خدا اگر تو اللہ کے توکل پر بھیڑیں چھوڑ کر چلا آیا ہے تو بھیڑیے بھی تو اللہ کے توکل پر جنگل میں رہتے ہیں جا اور اپنی بھیڑوں کا خیال کر۔

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

حصول نفع ودفع ضرر کے اسباب کے پیچھے بھاگنے والوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ محض اسباب کی کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ امور کا مدبر اور مدبر صرف خدا ہے چاہے تو بلا کسی ادنیٰ سبب کے کوئی عظیم الشان امر ظاہر فرمادے اور چاہے تو ہزاروں یقینی اسباب منہ دیکھتے رہ جائیں اور ان کا کوئی نتیجہ ظاہر نہ ہو۔ جناب موسیٰ کو ارشاد ہوتا ہے کہ اپنی غذا کے لئے نمک بھی مجھ سے مانگو اس کا بھی دینے والا میں ہوں اس کا معنی یہ نہیں ہے آپ اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں اور خدا سے کہیں کہ تو میرے کھانے میں نمک ڈال دے بلکہ یہ مطلب ہے کہ اسی کے توکل پر نمک کے حصول کی کوشش کرو کیونکہ اگر اس کی مشیت میں نہیں ہے تو ساری دنیا نمک سے پر ہو جائے آپ کو نمک حاصل نہیں ہوگا۔

قرآن مجید میں کئی ایسے امور کا ذکر ہے جو باعث عبرت ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریائے نیل کے شگافتہ ہونے پر غور کیجئے پانی کا خاصہ بہنا اور سیلان کی حالت میں رہنا ہے اس کی اس خاصیت کو اس سے جدا کرنا قطعاً محال ہے لیکن اللہ کے حکم سے اس میں بارہ راستے پیدا ہو جاتے ہیں پانی اکٹھا ہو کر دیوار کی صورت اختیار کر لیتا ہے دریا کی تہہ ایسی خشک ہو جاتی ہے کہ لوگوں اور ان کی سواریوں کے گذرنے سے اس میں سے گرد بلند ہوتی ہے کیا یہ اس چیز کی علامت نہیں ہے کہ سبب نے اپنی تاثیر کھو دی ہے کیا اس سے یہ حقیقت ثابت نہیں ہوتی کہ سبب ارادہ غیب کے تابع ہے۔

چھری کا کام کاٹنا ہے لیکن اگر مسبب الاسباب کی مرضی نہ ہو تو چھری حلق اسمٰعیل پر آ کر بیکار ہو جاتی ہے۔ حضرت ابراہیم نے ستر بار دھار والی چھری کو پوری طاقت سے فرزند کے نازک گلے پر چلایا لیکن اس پر کاٹ کا ہلکا سا بھی اثر نہ ہوا کیونکہ جو چیز اس کی مشیت میں نہیں اس کا واقع ہونا ممکن نہیں اگر اس کی مشیت نہ ہو تو ساری دنیا کا اسلحہ خانہ ایک ناچیز مخلوق کو بھی کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا اس کو سمجھنا از حد ضروری ہے تاکہ یقین راسخ ہو جائے کہ ایمان کا قطعی لازمہ توکل ہے۔

حضرت ابراہیم توکل کے اس درجہ پر فائز تھے کہ جس وقت نمرودیوں نے آپ کو آگ میں پھینکنا چاہا تو جبرئیل نازل ہوئے اور انھوں نے آپ سے کہا کہ آپ کی کوئی حاجت ہو تو فرمائیں فرمایا ہے تو سہی لیکن آپ سے نہیں۔ جبرئیل نے کہا پھر کس سے ہے؟ آپ نے جواب دیا "حسبي عن سوالي علمه بحالي" اس کو میرے حال کی خبر ہے سوال کی ضرورت نہیں۔ وہ خود دانا و بینا ہے۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے میں بھی وہی چاہتا ہوں۔

حضرت ابراہیم خلیل خدا تھے ہر مخلوق نے مدد کرنے کی خواہش کی مگر انھوں نے مخلوق کی طرف ذرہ برابر بھی توجہ نہ کی اور نہ کسی کی مدد قبول کی۔ جب وہ اس درجہ توکل پر ثابت قدم رہے تو پھر فوراً خداوند عالم نے ان کی مدد کی اور فرمایا

"یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم"
اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی کا باعث بن جا۔ سورۂ انبیاء

جناب خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیؐ کی عظمت شان جملہ انبیاء اس حقیقت سے ظاہر ہے کہ آپ نے اپنے دشمنوں پر کبھی لعنت نہیں فرمائی کیونکہ آپ رحمۃ للعالمین تھے۔ اگر آپ لعنت کے ارادہ سے لبوں کو حرکت دیتے تو تمام مشرکین صفحۂ ہستی سے مٹ جاتے حتیٰ کہ اس روز جب آپ کو کفار نے اتنا زدوکوب کیا کہ آپ اس حالت میں بیہوش ہو کر گر پڑے۔ خون آپ کے چہرہ سے جاری تھا۔ کسی نے جناب خدیجہ کو خبر دی کہ آپ کے شوہر محترم بہت زخمی ہیں۔ معلوم نہیں کہ آپ انہیں زندہ دیکھ سکیں گی یا نہیں۔ اس دن ملائکہ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور حاجت دریافت کی لیکن رحمت عالم نے کسی بھی صورت میں مشرکین کی ہلاکت کا تقاضا نہ فرمایا بلکہ ان الفاظ میں دعا دی کہ "اللھم اھد قومی" اے پروردگار میری قوم کی ہدایت فرما۔ اور اس پر طرہ یہ کہ خود ہی ان کی طرف سے عذر خواہی فرماتے ہیں کہ "انھم لا یعلمون" کیونکہ یہ لوگ نہیں جانتے کہ میں تیرا فرستادہ ہوں۔ یہ بیچارے جاہل ہیں ان پر اپنا غضب نازل نہ فرما۔ آپ نے انتہا درجہ کا توکل فرمایا اور ہر سختی اور پریشانی کا مقابلہ کیا اور اپنے جملہ امور کو خداوند عالم کے سپرد فرمایا اور فرماتے رہے "افوض امری الی اللہ وتوکلت علی الحی الذی لایموت"

آپ کی شادید قریش نے آپ کے روبرو "ابتر" کی لفظ سے اہانت کی۔ پیغمبرؐ نے اس معاملہ کو بھی خدا کے سپرد فرمادیا اور کوئی جواب نہ دیا اور نہ کوئی خواہش اس بارے میں بارگاہ احدیت میں پیش کی نہ کسی مخلوق سے اس بارے میں مدد و کمک چاہی۔ خدا نے سورۂ "انا اعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر اناشانئک ھو الابتر" اے رسولؐ ہم نے تم کو کوثر عطا کیا۔ تم اپنے خدا کی نماز پڑھو اور قربانی دیا کرو یقیناً تمہارا دشمن بے اولاد ہے۔

عبداللہ ابن عباس نے کوثر سے خیر کثیر یعنی کثرت اولاد مراد لی ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کا درجہ توکل کس قدر زبردست تھا کہ خداوند عالم نے جیتا جاگتا، چلتا پھرتا بدلہ و عوض یعنی اولاد کثیر عطا فرمائی۔ اگرچہ بنی عباس و بنی امیہ نے ان کے فنا و نابود کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا لیکن یہ پیغمبر اسلامؐ کے توکل کا ہی نتیجہ ہے کہ آج بھی مشرق و مغرب جنوب و شمال، خشکی و تری بلکہ دنیا کے ہر گوشہ و کونہ میں یہی گل محمدی سادات رفیع الدرجات موجود ہیں اور قیامت تک موجود رہیں گے۔ پروردگار بحق محمدؐ و آل محمدؐ ہمیں صحیح معنوں میں اہل توحید و اخلاص و توکل قرار دے۔ ❀❀❀

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ہر چیز کی ایک بہار ہوتی ہے
قرآن کی بہار
ماہ رمضان ہے

انبیاءؑ کا اسلوب ہدایت

مولانا سید محمد جابر جوراسی

مدیر ماہنامہ اصلاح لکھنؤ

مخلوق کا خالق ، معبود یکتا ہے بالخصوص جن وانس کو اس نے اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا وہ عبادت جس کا مفہوم بہت وسیع ہے اور اس میں ہر وہ عمل آتا ہے جو مرضی معبود کے مطابق ہے، مختلف عوامل انسان کو اس کی غرض خلقت سے بے پرواہ بناتے رہتے ہیں اور اس انحراف کے ہوتے ہوئے ضرورت ہدایت مسلم ہے جس کے ذریعہ وہ اگر راہ راست پر نہیں ہے تو اسے اس صراط مستقیم پر لایا جائے، اگر راہ راست پر ہے تو اسے بہکنے سے بچایا جائے اور اگر بھٹک گیا ہے تو اسے راہ راست پر پلٹایا جائے مرحلہ نازک ہے اور اس کام میں بہت زیرکی کی ضرورت ہے ورنہ عمل ہدایت اپنے ہدف تک پہنچنے میں ناکام رہے گا۔ لہذا پہلی منزل میں اس کی ذمہ داری خود پروردگار نے لی ہے۔ ارشاد ہے: "ان علینا للھدیٰ" "بیشک ہدایت کی ذمہ داری ہماری ہے۔" لیل/۱۲ اس ذمہ داری کو پورا کرتے ہوئے اس نے حضرت آدمؑ تا حضرت خاتمؐ، انبیاء و رسل کا سلسلہ قائم فرمایا اور یہ گروہ معصوم منجانب اللہ کار ہدایت انجام دیتا رہا۔ خاتم الانبیاءؐ کے بعد ان کی نیابت ائمہ اطہارؑ نے فرمائی اور بحمداللہ یہ مبارک سلسلہ آج بھی قائم ہے البتہ قہری دور غیبت میں علماء رہنمائی کے فرائض انجام دے رہے ہیں، اگرچہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری ہر بالغ و عاقل مرد مسلم کی ہے لیکن اس سلسلہ میں اسوۂ ہدایت انبیاءؑ کا معتبر ہے۔ مختصر مضمون میں اس موضوع پر تمام انبیاءؑ کی تاریخ کو تو نہیں سمیٹا جاسکتا لیکن چند مثالوں کے ذریعہ انبیاءؑ کے اسلوب ہدایت تک حسب ضرورت رسائی ضرور حاصل کی جاسکتی ہے تاکہ یہ کار ہدایت کجی کا شکار نہ ہونے پائے۔

دعوت خیر دینے سے پہلے پہلی منزل خود احتسابی کی ہوتی ہے ورنہ یہ دعوت خیر غیر موثر ہوگی، قرآنی فیصلہ کی روشنی میں حضرت خاتم الانبیاءؐ ہمارے لئے بہترین نمونۂ عمل ہیں، اور آپ کی

حیات طیبہ کے مختلف گوشے ہمیں اپنا لائحہ عمل متعین کرنے میں مددگار ہیں۔ مشہور واقعہ ہے کہ ایک عورت اپنے بیٹے کی زیادہ شیرینی کھانے کی عادت چھڑوانا چاہتی ہے پیغمبرؐ سے مدد مانگتی ہے پیغمبرؐ پہلے خود شیرینی ترک کرتے ہیں پھر اس کے بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں، ظاہر ہے، شیرینی کھانا شرعاً حرام نہیں، بعض کو شیرینی نقصان پہنچا سکتی ہے پیغمبرؐ چاہتے تو خود شیرینی نہ ترک کرتے اس لڑکے کے لئے اگر نقصان دہ تھی تو منع فرما دیتے لیکن نفسیاتی طور سے یہ نصیحت کم اثر انداز ہوتی لہٰذا پیغمبرؐ نے مذکورہ طریقہ کار اپنایا۔ جب مباح معاملہ میں پیغمبرؐ کا یہ اسوہ سامنے آیا تو اس ناصح کی نصیحت کی کیا حیثیت رہ جائے گی جو خود معصیت میں مبتلا رہ کر دوسرے کو معصیت سے روکے۔ وہ وہ بات قرآن و حدیث کی واضح روشنی میں کہہ رہا ہو۔

ہدایت کرنے والا جب خود کسی بات پر عمل کرتا ہے تو اس کا بہت جلد اثر ہوتا ہے علامہ مجلسیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ

''ایک دن جناب عیسیٰؑ نے اپنے حواریین سے فرمایا: اگر تم پورا کرسکو تو میری ایک خواہش ہے انھوں نے عرض کی یا حضرت فرمایئے تو آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ حضرت عیسیٰؑ اپنی جگہ سے اٹھے اور ان کے پیر دھونے لگے۔ انھوں نے حیران ہو کر عرض کی یا نبی اللہ یہ آپ کیا کررہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ایک عالم کے لئے زیادہ سزاوار ہے کہ وہ لوگوں کی خدمت کرے میں نے تواضع و انکساری کا یہ ایک نمونہ پیش کیا ہے تا کہ تم بھی میرے بعد لوگوں کے ساتھ انکساری سے پیش آؤ، پھر فرمایا۔ یاد رکھو تواضع و فروتنی سے حکمت کی ترویج ہوتی ہے تکبر و نخوت سے نہیں، جس طرح سبزہ نرم و ہموار زمین میں اگتا ہے سنگلاخ زمین میں نہیں۔

حیات القلوب، جلد اول

کار تبلیغ وہدایت میں اخلاقیات کو کلیدی حیثیت حاصل ہے لیکن کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ سخت دل اخلاقی نرمی سے رام نہیں ہوتا بلکہ وہ مزید جسور ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کو راہ راست پر لانے کے لئے ایسی حکمت عملی بعض اوقات کارگر ہو جاتی ہے جس میں تشدد بھی نہ ہو اور کچھ سختی بھی ہو۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ ایک شخص خدمت پیغمبرؐ میں حاضر ہوا اور اپنے ایک پڑوسی کی شکایت کی کہ مجھے وہ آزار پہنچاتا ہے اولاً آنحضرتؐ نے اسے تلقین صبر فرمائی کچھ عرصہ کے بعد پڑوسی کی اذیت رسانی سے عاجز ہو کر وہ پھر خدمت پیغمبرؐ میں حاضر ہوا اور پڑوسی کی شکایت کی اس بار بھی حضورؐ نے اسے صبر کرنے ہی کی ہدایت دی، سہ بارہ جب وہ شکایت لے کر حاضر ہوا تو اب آپ نے اسے مزید صبر کی زحمت نہیں دی بلکہ فرمایا تم جمعہ کی صبح کو اپنے گھر کا سامان نکال کر باہر رکھ لو اور ہر گذرنے والے کو اپنے حال سے آگاہ کرو۔ اس نے اس حکم پیغمبرؐ پر عمل کیا جو نمازی ادھر سے گذرتا اس ہیئت میں دیکھ کر اس سے

احوال پوچھتا اور وہ اپنی آپ بیتی سناتا۔ زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ پڑوسی اس کے پاس آیا اور ہاتھ جوڑ کر کہا بھائی خدا کے لئے تم اپنا سامان گھر کے اندر واپس رکھ لو میں تمہیں آئندہ ہرگز اذیت نہ پہنچاؤں گا۔ -تفسیر الجواہر، جلد اول

اس اسلوب ہدایت میں ایک سرکش کو راہ راست پر لانے کے لئے بہترین نمونہ ملتا ہے اس واقعہ سے اگر ایک طرف ظالم کے خلاف احتجاج کے طریقہ کار کا تعین ہوتا ہے تو دوسری طرف شاہراہ عام پر جلوسہائے عزا کے برآمد ہونے کی حکمت عملی پر بھی روشنی پڑ جاتی ہے۔

خداوند عالم ارحم الراحمین ہے وہ اپنے بندوں پر رؤوف ورحیم ہے اگر چہ وہ جبار وقہار بھی ہے لیکن اس کی رحمت اس کے غضب پر حاوی ہے اس کا غضب اسی وقت نازل ہوتا ہے جب ہدایت یافتہ ہونے کے تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں، قرآن مجید میں سورۂ اعراف کی آیت ۶۵ سے جناب ہودؑ، جناب صالحؑ اور جناب لوطؑ کی سرکش ترین قوموں کا تذکرہ ہے عاد وثمود اور قوم لوطؑ نے ارض الٰہی پر کیا کیا نہ طوفان سرکشی برپا کیا۔ اور انہیں سخت ترین عذاب الٰہی کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن یہ عذاب بتدریج آئے ہیں ان انبیاءؑ نے پہلے پوری کوشش کی کہ یہ سرکش قومیں راہ راست پر آجائیں لیکن جب انھوں نے انبیاءؑ کی باتوں پر مطلقاً کان نہ دھرا تو سلسلۂ عذاب شروع ہوا لیکن ابتدا میں صرف عذاب کی دھمکی پھر نسبتاً کم شدت کا عذاب اور آخر میں تہس نہس کر دینے والا بھیانک عذاب۔

جب سارے امکانات ختم ہو جائیں خیر کی امیدیں منقطع ہو جائیں تو سخت اقدام کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ بہت سے آئندہ ہدایت پانے والے ہدایت سے محروم رہ جائیں گے۔ جنگ حنین کے فراریوں میں سے بنی ثقیف اور ان کے سردار مالک ابن عوف نصری نے طائف کے قلعہ کو اپنا مرکز بنایا۔ آنحضرتؐ نے بیس دن تک اس قلعہ کا محاصرہ کیا مسلمانوں اور بنی ثقیف کے درمیان مقاتلہ بھی ہوا اور بہت سے لوگ مارے گئے، لیکن پیغمبرؐ نے اچانک محاصرہ اٹھا لینے کا اعلان کر دیا لوگوں نے آنحضرتؐ کو مشورہ دیا کہ یا رسولؐ اللہ کم از کم بنی ثقیف کے لئے بددعا ہی فرما دیں! آپؐ نے انکار کرتے ہوئے بارگاہ معبود میں دعا فرمائی "معبود بنی ثقیف کی ہدایت فرما اور انہیں میرے پاس حاضر فرما دے۔"

تاریخ کامل جلد دوم

پیغمبرؐ کی اس دعا اور نرم رویہ کا اثر بہت جلد ظاہر ہوا، پہلے بنی ثقیف کا ایک نمائندہ وفد پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اسلام لایا اور بعد میں تمام بنی ثقیف حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

یمن کی طرف ۸ھ میں خالد ابن ولید کی سرکردگی میں صحابہ کی ایک جماعت تبلیغ اسلام کے لئے گئی لیکن خالد ابن ولید کے درشت رویہ کی وجہ سے قبیلۂ ہمدان نے ایک نہ سنی جب حضرت علیؑ حکم پیغمبرؐ سے یمن تشریف لے گئے تو

آپ کے اس طریقۂ کار سے جو اتباعِ پیغمبرؑ میں تھا اور جو انبیاء ماسبق کی روش کا مظہر تھا، ایک ہی دن میں بنی ہمدان مسلمان ہو گئے، پیغمبرؐ نے خوش ہو کر فرمایا، ہمدان والوں پر میرا اسلام ہو۔

تاریخ طبری، جلد دوم

انبیاءؑ کے درجات ہیں، وہ معصوم ہوتے ہیں، ان سے امکان خطا نہیں، لیکن انہیں ترک اولیٰ کی گنجائش بہرحال ہوتی ہے، ناہنجار قوم کی ہدایت سے مایوسی میں اگر کچھ جلدی ہو جائے تو جناب یونسؑ ایسے نبی کو بھی شکم ماہی کی قید میں ایک عرصہ گزارنا پڑتا ہے۔

جناب یونسؑ جب اپنی قوم کو ہدایت کرتے کرتے تھک گئے اور ان میں تبدیلی کے کوئی آثار نہیں دیکھے تو بددعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے، ایک نیک و جفاکش بندے ہی نہیں ایک نبی کی دعا تھی معبود نے قبول فرمائی، حضرت یونسؑ نے قوم کو آگاہ کر دیا کہ تین دن کے اندر عذاب آجائے گا اور خود ایک پہاڑ پر چلے گئے، آثار عذاب ظاہر ہوئے تو قوم کو ہوش آیا، دودھ پیتے بچوں کو ماؤں سے جدا کر دیا میدان میں مرد وعورت جمع ہو گئے گڑگڑا گڑگڑا کر بارگاہ معبود میں توبہ کی رحمت الٰہی کو جوش آیا اور آنے والا عذاب ٹل گیا۔

روضۃ الصفا، جلد اول

مقصود الٰہی ہے لوگوں کی ہدایت اور اس ہدایت کے سلسلہ میں جیسی روش کی ضرورت ہو اپنانا چاہئے، حسن خلق لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے لہٰذا اس کار ہدایت میں بھی انبیاءؑ کا اسلوب یہ رہا ہے کہ انھوں نے اپنے اخلاق کریمانہ سے لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کیا ہے پھر ان کی بطریق احسن ہدایت فرمائی ہے پیغمبرؐ اسلام سے ارشاد الٰہی ہے فبما... الخ یہ اللہ کی آپ پر مہربانی ہے آپ لوگوں پر نرم ہیں اور اگر آپ بدمزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔

آل عمران/۱۵۹

اکثر بہت سختی بغاوت کو دعوت دیتی ہے اور کار ہدایت مفلوج ہو جاتا ہے، اور کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ زیادہ نرمی، خاطی کو جسور بنا دیتی ہے لہٰذا پیغمبرؐ کو یہ بھی حکم ہے "یا ایھا النبی..... الخ" اے نبی کفار و منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سخت ہو جایئے۔

توبہ/۷۳ تحریم/۹

کبھی کبھی فریق مخالف معقولات پر کان دھرتا ہے اور حقائق کو درک کر لیتا ہے لہٰذا انبیاءؑ کی ہدایت کا اسلوب بیشتر پائیدار استدلال رہا ہے۔

جناب ابراہیمؑ جب غار سے باہر آئے ہیں اور انھوں نے پہلی دفعہ آیات الٰہیہ کا مشاہدہ کیا ہے تو اس کی منظر کشی قرآن مجید نے اس طرح فرمائی ہے "فلما جن....... الخ" پس جب ان پر سیاہی شب محیط ہو گئی اور انھوں نے ستارہ کو دیکھا تو کہا (کیا) یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ غروب ہو گیا تو کہا میں غروب ہو جانے والوں کو دوست نہیں

رکھتا۔ پھر جب انھوں نے چاند کو روشن دیکھا تو کہا (کیا) یہ میرا رب ہے؟ جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا اگر خدا ہی ہدایت نہ دے گا تو میں گمراہوں میں ہو جاؤں گا۔ پھر جب سورج کو دیکھا تو کہا (کیا) یہ میرا رب ہے؟ یہ تو زیادہ بڑا ہے اور جب یہ بھی غروب ہوگیا تو کہا اے قوم میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں، میرا تمام تر رخ اس خدا کی طرف ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں باطل سے کنارہ کش ہوں اور مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ انعام/۷۶ تا ۷۹

جناب ابراہیم خلیل خدا کا یہ استدلالی انداز رہتی دنیا تک کے لوگوں کو معقولات کی روشنی میں اپنے رب کی جانب ہدایت کرتا رہے گا۔ پھر جہاں معقولات کے درک کی صلاحیت مفقود پائی گئی وہاں معجزات کا سہارا لیا گیا۔ اور دراصل معجزہ کی حکمت عملی یہی ہے۔

کارِ ہدایت کی جان ہے حکمت و دانائی

اگر یہ نہ ہو اور انسان فقط سرسری طور سے اور غلط طریقے سے احکام الٰہی کا جائزہ لے کر اس پر عمل پیرا ہو تو جہاد جیسا بہترین عمل دہشت گردی کے مکروہ و معیوب پیکر میں سامنے آتا ہے۔ پیغمبرؐ کو حکم الٰہی تھا۔

"ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ..... الخ" لوگوں کو اللہ کی طرف حکمت اور موعظۂ حسنہ کے ذریعہ بلاؤ۔ نحل/۱۲۵

اس آیت میں دعوت کی اولین شرط حکمت ہے۔ واقعہ ہے کہ ایک شخص خدمت پیغمبرؐ میں حاضر ہوا اور آپ سے ہدایت چاہی پیغمبرؐ نے خلاف توقع عجیب بات ارشاد فرمائی۔ "اصدق ولاتکذب وانب من المعاصی ماشئت" سچ بولو جھوٹ نہ بولو اور پھر گناہوں میں سے جو گناہ چاہو کرو! وہ بہت خوش ہوگیا اور اس شرط کو تسلیم کرلیا۔ اس نے اولاً بدکاری کا ارادہ کیا معاً خیال آیا مجھے سچ بولنا ہے اس عمل کے بعد سچ بولوں گا تو سنگسار کیا جاؤں گا۔ چوری کا ارادہ کیا تو بعد میں سچ بولنے کی وجہ سے ہاتھ کٹنے کی نوبت آنے کا خیال آیا اور وہ چوری سے بھی رک گیا۔ بالآخر سچ کی بدولت اس نے تمام گناہوں سے توبہ کرلی۔ انوار نعمانیہ، ص/۲۷۳

چونکہ اللہ نے ہدایت و دعوت حق میں حکمت کو اولیت دی ہے لہٰذا انبیاءؑ کے اسلوب ہدایت میں "حکمت" کا عنصر نمایاں رہتا ہے اور اسی حکمت کی وجہ سے موقع و محل کے لحاظ سے انھوں نے مختلف و متعدد طریقے اپنائے۔ ❀❀❀

سالانہ یاد: بانیٔ تنظیم خطیب اعظمؒ مولانا سید غلام عسکریؒ

کے سانحۂ ارتحال کی تیئیسویں برسی پر قصبہ بجنور، ضلع لکھنؤ میں مجالس عزائے سید الشہداءؑ

۲۸/ اکتوبر ۲۰۰۷ء اتوار صبح ۹:۳۰ سے شام ۵ بجے تک

مومنین سے شرکت کی گذارش ہے (ادارہ)

قرآن اور معرفت انبیاءؑ

جناب غلام علی گلزار

عصمت انبیاءؑ کی شرفیت کا وسیلہ، ان کی معرفت تھی۔ جس کے اہم عوامل علم، عقل اور اخلاص، ان کی حیات طیبہ میں اس طرح مربوط تھے کہ ان کے قول وفعل سے ان عوامل کی ہمہ جہت کارفرمائی، جمالیاتی ضوفشانی کرتی تھی۔ جب بھی انبیاءؑ کو آزمائش میں ڈالا گیا، تو "اخلاص" نے ان نعمتوں کو تحریک دی، اور ان سے استفادہ کرکے وہ سخت سے سخت مراحل کو طے کر گئے۔ درجہ اور فضیلت کے اعتبار سے بھی، حصول کمال کے منازل کو ہم آہنگی حاصل تھی۔

عصمت شرفی و وہبی ہے لیکن ہر قلب اس کا ظرف نہیں بن سکتا۔ چنانچہ ارشاد رسولؐ ہے کہ "مومن ایمان کی نظر سے دیکھتا ہے۔" شرف و کسب کے ذریعہ، انبیاء وائمہ معصومینؑ کو ایمانی کمال حاصل تھا۔ شناخت قلبی کا درجہ، شناخت عقلی اور شناخت علمی سے مضبوط اور بلند ہے جو خوف خدا اور تقویٰ سے پیدا ہوتا ہے۔ معصوم اس کے انتہا کو پہنچتا ہے۔ خالق عظیم جانتا ہے کہ اس کے کون بندے (انبیاء واولیاء) ان مراحل سے گذر کر، قلب اخلاص کے آئینے میں، دشوار منزلوں کو طے کرتے وقت، حقیقت کا نظارہ کریں گے!

عوامل معرفت از نظر قرآن

علم "معرفت" کا ایک اہم عامل ہے۔ سورۂ بقرہ ۳۱ میں ارشاد ہے "وعلم ادم الاسماء کلھا" البتہ (بحوالہ کنزالعمال) جب آدمؑ سے پوچھا گیا تیرے نزدیک علم اور عقل میں ترجیح کس چیز کو حاصل ہے؟ جواب دیا "عقل کو" بشارت دی گئی کہ "تو اس امتحان میں کامیاب ہوا۔"

معرفت عقلی کا حصول

ارشاد الٰہی ہے "ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ" جمعہ/۲

چنانچہ آپ کتاب اور عقل کی باتیں بھی سکھاتے تھے۔

عربی لغت میں "عقل" سے مراد "غلطی کو سمجھنا" ہے۔ علماء مفسرین عقل کو جہل کی ضد مانتے ہیں۔ ایک حدیث میں (بحوالہ کنزالعمال) ہے۔ "العقل عقال من الجہل" یعنی عقل

جہالت سے باز رکھتی ہے۔ حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "جہالت سے بڑھ کر کوئی فقر نہیں اور عقل سے زیادہ نفع بخش کوئی سرمایہ نہیں۔"

بحوالہ تاریخ یعقوبی، رسولؐ اللہ نے فرمایا: "بہترین عطا عقل فطری ہے، بندہ اس سے بہرہ مند نہ ہو تو "عقل" کسب کرلے۔" (مفہوم)

عقل سے کام لینے یعنی "تعقل" کی تاکید قرآن مجید کے ان سوروں میں ہے:۔

بقرہ/۱۶۴، انعام/۳۲، ۱۵۱، اعراف/۱۶۹، ہود/۵۱، یوسف/۲، ۱۰۹، رعد/۴، نحل/۱۲، ۶۷، حج/۴۶، نور/۶۱، قصص/۶۰، عنکبوت/۳۵، روم/۲۴، ۲۸، یٰسین/۶۲، ۶۸، ص/۲۹، غافر/۶۷، ۷۰، زخرف/۳، جاثیہ/۵، ۱۳، حدید/۱۷

آیت ۹ زمر میں ہے: "قل هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون انما يتذكر اولوا الالباب"

"پوچھو کہیں جاننے والے اور نہ جاننے والے لوگ برابر ہوسکتے ہیں؟ نصیحت تو عقلمند لوگ ہی مانتے ہیں۔"

حضرت علیؑ نے فرمایا: "عقل فطری ہے، علم کسبی ہے جب خدا انسان کی عقل کو کامل کرتا ہے تو اس کی بصیرت اور اخلاق بھی کامل ہو جاتے ہیں۔" بحوالہ تاریخ یعقوبی

مقاصد الٰهیه کی تلاش فعل عارفانه هے

طالب حق کے لئے جستجو کی راہیں کھلی ہوئی ہیں۔ انسان کو عموماً اور صاحبان فکر ونظر (اولی الالباب) کو تفکر وتدبر کی خصوصی دعوت دی گئی ہے۔ تاکیدی حکم ہے کہ اس کائنات کا مشاہدہ کرلو اور اس کے اسرار میں غور کرو۔

(۱) "قل سيروا في الارض فانظروا كيف بدأ الخلق ثم الله ينشئ النشاة الآخرة، ان الله علىٰ كل شئ قدير" عنکبوت

"روئے زمین پر چلو پھرو، دیکھو خدا نے مخلوقات کو پہلے کیسے پیدا کیا ہے پھر دوسری مرتبہ بھی ان کو (قیامت میں) پیدا کرے گا۔ بے شک خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"

(۲) "قل انظروا ماذا في السمٰوات والارض وما تغني الآيات والنذر عن قوم لا يومنون"

"(اے رسولؐ) ذرا دیکھو تو آسمانوں اور زمین میں کیسی کیسی چیزیں ہیں۔ مگر دلیلیں اور ڈراوا ایسے لوگوں کے لئے سودمند نہیں جو ایمان سے بے بہرہ ہیں۔"

(۳) "وسخر لكم ما في السمٰوات وما في الارض جميعا ان في ذلك لآيات لقوم يتفكرون" جاثیہ

"جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو خدا نے تمہارا فرمانبردار بنا دیا ہے اور اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان کے لئے جو غور وفکر کرتے ہیں۔"

(۴) "اولم يتفكروا في انفسهم ما خلق الله

السموٰت والارض وما بینهما الا بالحق" روم

"کیا یہ لوگ اپنے دل میں غور نہیں کرتے کہ خدا نے آسمانوں اور زمین کو بس مصلحت ہی سے تو پیدا کیا ہے۔"

(۵) "کذالک نفصل الآیات لقوم یتفکرون" یونس

"اسی طرح ہم اپنی آیتوں کو غور وفکر کرنے والوں کے لئے مفصل بیان کرتے ہیں۔"

چنانچہ جو لوگ اس کائنات میں غور وفکر نہیں کرتے ان کی متعدد آیات (یوسف، یونس، نحل وغیرہ) میں شدید مذمت کی گئی ہے۔

قرآن میں "الباب" کا ذکر ان سوروں میں ہے: ص/ ۲۹، ۴۳، زمر/ ۹، ۱۸، ۲۱، غافر/ ۵۴، الطلاق/ ۱۰، "لب" مغز کو کہتے ہیں (Intelled) رموز کائنات میں فکر اور قدرتی نظام کے مشاہدہ سے معرفت توحید میں بھی شناخت عقلی حاصل ہوجاتی ہے۔

معرفت قلبی کے اجزائے ترکیبی

تقویٰ۔ آزمائش میں خاطر جمعی اور ثابت قدمی۔ عبادت میں خلوص وخشوع۔

چند حوالے: بقرہ/ ۱۲۴

"واذابتلیٰ ابراھیم ربه بکلمٰت فاتمهن،قال انی جاعلک للناس اماما"

"جب ابراہیم کو ان کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا اور انھوں نے پورا کر دیا تو خدا نے فرمایا میں تم کو لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔"

الحجر ۴۰، ۴۱ کا جوہری مفہوم: اللہ کے مخلص بندے شیطان کے بہکاوے میں نہ آئیں گے۔

انبیاء/ ۷۵: ہم نے لوطؑ کو اپنی رحمت میں داخل کرلیا بے شک وہ نیکوکار بندوں میں سے تھا۔

سورۂ بنی اسرائیل، انبیاء، سبا، ص اور جن۔ میں بھی عصمت انبیاء اور اخلاص کے رابطہ کا ذکر ہے۔

معرفت قلبی کا تجزیہ

معرفت کا بلندترین مرحلہ "معرفت قلبی" ہے اس کا تعلق فطرت اور وجدان سے ہوتا ہے۔ علم وتحقیق جدلیاتی تجزیہ کرتی ہے نور قلب "جمالیات" کا نظارہ کرتا ہے انسان کے دل و جان میں اس دنیا کے خالق کے بارے میں ایک طرح کا فطری احساس پایا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ یہ سوتا احساس مشرکانہ جاہلیت میں مبتلا قوموں (قوم نمرود، بنی اسرائیل، قوم حجاز) میں بھی پایا جاتا تھا۔

ایک دلکش قدرتی منظر دیکھنے پر دل میں ایک کشش محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً نظم کائنات کی جانب متوجہ ہوکر اس نظام کے حسن کا نظارہ کرنے سے، ہمارا وجدان اندر سے ایک "عشق" کی موجودگی کا احساس دلاتا ہے، جس کو ثابت کرنے کے لئے استدلال کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ بقول علامہ اقبال ؎

عشق کی گرمی سے ہے معرکۂ کائنات
علم مقام صفات، عشق تماشائے ذات
عشق سکون وثبات، عشق حیات وممات
علم ہے پیدا سوال، عشق ہے پنہاں جواب

تقویٰ سے آئینۂ دل کا میل مٹ جاتا ہے یا اس کے اور

میل جمع نہیں ہو پاتی۔ عشق کی حرارت، عجب جہالت حسد اور اس کے دوسرے معاون اجزاء کو تحلیل کرتی ہے، دل میں نورانیت جلوہ فگن ہوتی ہے، راستہ روشن ہو جاتا ہے اور انسان خطاؤں سے محفوظ رہنے کا سلیقہ حاصل کرتا ہے۔

تقویٰ۔ یعنی پرہیزگاری۔ جو حکم خدا ہے اسے انجام دینا، واجب پر عمل کرنا۔ جس کو کرنے سے اللہ نے منع کیا ہے، اس کو نہ کرنا، حرام سے اجتناب کرنا۔ جن حدود میں جیسی اجازت ہے، اس سے تجاوز نہ کرنا، یعنی جائز کی سرحد میں زندگی گذارنا۔ تقویٰ کے مراحل، اس کے شرائط اور اس کے جوہر وجزا کا تذکرہ، قرآن کے ۸۱ سوروں کی ۲۴۷ آیات میں آیا ہے۔

چند قرآنی حوالے

(۱) "جو لوگ غیب پر ایمان رکھتے ہیں، نماز پابندی سے پڑھتے ہیں اور جو اللہ نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے انفاق کرتے ہیں۔" بقرہ/۳

(۲) "وہ ایمان والے رستگار ہوئے جو اپنی نمازوں میں گڑگڑاتے ہیں۔ بیہودہ باتوں سے منھ پھیرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کیا کرتے ہیں۔ اپنی شرمگاہوں کو حرام سے بچاتے ہیں۔ اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھتے ہیں۔ نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔" مومنون/۱ تا ۹

(۳) جس شخص نے توبہ کر لی اور اچھے کام کئے۔ بے شک اس نے خدا کی طرف حقیقی رجوع کیا اور جو لوگ مکر وفریب کے پاس نکلتے نہیں، ہیں جب کسی بیہودہ کام کے پاس سے گذرتے ہیں تو بزرگانہ انداز سے گذر جاتے ہیں اور جب انہیں پروردگار کی آیات یاد دلائی جاتی ہیں تو بہرے اندھے ہو کر نہیں رہتے جی لگا کر سنتے ہیں۔

فرقان/۷۱، ۷۲

معرفت قلبی تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے جس کے معاون اجزاء استعاذہ اور خشوع ہیں۔ استعاذہ سے مراد: شیطان لعین کے شر سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پناہ طلب کرنا ہے۔ جو "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" کے مقدس الفاظ سے کی جاتی ہے۔ شیطان سے پناہ مانگنے، اس کے شر سے محفوظ رہنے کا عمل "توکل" اور "الیقین" کے بل بوتے پر کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے استعاذہ ایمان کی اہم اور اعلیٰ منزل کی نشاندہی کرتا ہے۔ مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ عبادت نماز کی ابتدا میں بھی استعاذہ کریں۔ گھر سے نکلنے، کسب روزی کے لئے جاتے وقت، مسجد میں داخل ہوتے وقت استعاذہ کریں۔ معوذتین کو صبح وشام پڑھنے کی تاکید ہے۔ نامحرموں کے ماحول سے بچاؤ کے لئے، غصہ کے وقت، عہد کو پورا کرنے کے لئے، صدقہ دینے میں مستعد رہنے کے لئے، استعاذہ کا حکم ہے۔ مصدقہ روایات میں (قرآن وحدیث کی رو سے) اس ضمن میں، دعاؤں کے معروف طریقے وارد ہیں۔ خضوع وخشوع استعاذہ سے مربوط اصطلاحیں ہیں جس کا ذکر قرآن میں متعدد مقامات پر آچکا ہے۔ سورۂ انفال، مومنون، فرقان وغیرہ۔

معرفت انبیاء

حرکت وہجرت کے محرکات "معرفت"

ہی کے پرتو ہیں۔ معرفت کے بغیر انسان ''خود سپردگی'' (Surrender) کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ معرفت کے مراحل، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ کے مقامات سے مربوط ہیں۔ انبیاءؑ کرام کی حیات مقدسہ میں، ابتلاء، مجاہدہ، الحاد سے مقابلہ، تبلیغ وتربیت کے ایسے مراحل گذرے ہیں جن سے ''معرفت'' کے محرکات وعوامل متشرح ہوجاتے ہیں۔

انبیاءؑ کے مختلف ادوار

(۱) حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت نوحؑ تک۔
(۲) حضرت نوحؑ سے حضرت ابراہیمؑ تک۔
(۳) حضرت ابراہیمؑ سے حضرت موسیٰؑ تک۔
(۴) حضرت موسیٰؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک۔
(۵) حضرت عیسیٰؑ سے حضرت محمد مصطفیٰؐ تک

انبیاءؑ سے متعلق متعدد واقعات کا تذکرہ قرآن میں ہے۔ جس سے رموز معرفت پر روشنی پڑتی ہے۔ حضرت نوحؑ کا عزم وتوکل، حضرت ابراہیمؑ کی بصیرت ایقان، حضرت موسیٰؑ کی جرأت ایمانی، حضرت عیسیٰؑ کی شان ایثار، حضرت خاتم النبیینؐ کے خلق عظیم کی بہار چمنستان معرفت میں نکھار لاتی ہے۔ حضرت ایوبؑ کا صبر، حضرت سلیمانؑ کا شکر، حضرت داؤدؑ کا جبروت، حضرت یحییٰؑ کا تقدس، حضرت یوسفؑ کا حسن طبع اور جمال۔ معرفت الٰہی کے مختلف پہلوؤں کو روشن کرتے ہیں۔ حضرت ادریسؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت یونسؑ، حضرت لوطؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت یسعؑ کے اہم واقعات، نیز ان انبیاءؑ جن کا اگرچہ قرآن میں باحوالہ تذکرہ نہیں لیکن ان کے رول کا مجموعی اشارہ آیات وتفاسیر میں ملتا ہے، معرفت کے کلی و اجمالی اور جزوی/خصوصی اجزاء کی تفصیل کو روشن کرتے ہیں۔ اس طرح انبیائی مشن سے وابستہ نیک بندوں کا ذکر بھی معرفت کے مختلف معانی سے مربوط ہے اور اس کے لوازمات کو متشرح کرتا ہے جیسے حضرت شمویل، حضرت شمعون، حضرت یوشع بن نون، حضرت حزقیل، جناب حبیب نجار، جناب سکندر ذوالقرنین، جناب لقمان جناب عزیر، جناب آصف بن برخیا وغیرہ۔

حضرت ابراہیمؑ جب ۱۳ برس کے بعد (پلنے بڑھنے کے بعد) غار سے نکلے تو اللہ کی خصوصی عنایت ومشیت سے خاصے جوان ہوئے تھے۔ معرفت الٰہی کے بنیادی عوامل۔ علم، عقل اور اخلاص قلب کی بناء پر، اجزائے بصیرت کو متوجہ و مرکوز کرکے، یقین سے، آفتاب، ماہتاب، نجوم، گردش ایام کے نشانات کو ٹھکرایا کہ یہ میرے خالق/معبود نہیں ہوسکتے جو خود تقدیر کے پابند ہیں اور جن کا مقدر خالق کے خصوصی حکم سے مربوط ہے۔ الہام توفیقات الٰہی سے ہے، جس کے لئے فکروعشق سے مربوط 'اخلاص قلب' ضروری ہے۔

حضرت موسیٰؑ کا فرعون کے محل میں پرورش پاجانا اور پھر اس محل کو ٹھکرا کر مدائن کے ریگستان کی طرف جانا، معرفت سے منسلک الہام کا نتیجہ ہے۔ حضرت آسیہ (زن فرعون) کی شناخت توحید، مربوط ابتدائی، واقعات، معرفت والہام ہی کے

عکاسی کرتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ کی قید و بندی۔ خوابوں کی تعبیر کا علم، حکومت مصر پر فائز ہوجانا پھر حضرت یعقوبؑ کی اولاد کا سلسلۂ نسل وہاں جاری ہوجانا، یہ سارے مراحل، اسرار غیبی کے مظاہر ہیں۔ جناب طالوت کو حضرت داؤدؑ کا سہارا میسر ہوجانا، سلیمان بن داؤدؑ کی شاندار سلطنت کا قیام، ان کا مخلوقات سے ہمکلام ہونا، طیور و وحوش اور جنات کا ان کے تابع ہوجانا، یہ واقعات، الٰہی آثار کو آشکار اور عبودیت کے اثرات کو مرتب کرتے ہیں۔ انبیائی مشن معرفت الٰہی کا مظہر ہے انبیاء و اولیاء کے کمالات، نصیحت و عبرت حاصل کرنے اور مراحل معرفت کو سمجھنے کی "عرفانی درسگاہ" کے نصاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مختلف زمانوں میں سرکش انسانوں پر مشتمل استعماری قوتوں کی جہالت، گمراہی، استحصال اور تکبر کو مٹانے کے لئے انبیاءؑ نے متعدد معجزات دکھائے جن سے ان ظالم قوتوں کے دعوے کھوکھلے ثابت ہوئے۔

معجزہ / کرامت معرفت الٰہی کے مخزن قوت کا جمالیاتی عمل ہوتا ہے۔ جو حسب ضرورت اقتضاع تابع مشیت پروردگار (انبیائی نسبت سے وحی / اولیائی نسبت سے الہام کے ذریعہ) منصۂ شہود پر آجاتا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں جادو کو کمال حاصل ہوگیا تھا۔ لوگ مرعوب ہوکر الٰہیات و توحید میں شک کرنے لگے تھے۔ حضرت موسیٰؑ کے اعجاز نے یہ غرور و مرور توڑ دیا۔ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں علم طب کو فروغ حاصل ہوا تھا اور لوگ اطباء کی پوجا کرنے لگے تھے۔ دم عیسیٰ نے مہلک امراض کو رفع کیا۔ مردوں کو زندہ کیا اس طرح یہ جاہلانہ غرور خاک میں مل گیا۔ رسول اکرمؐ کے زمانہ میں زبان و ادب اور رزم و بزم کا شہرہ تھا جس سے استعماریت کو تقویت ملی تھی۔ قرآن کی فصاحت و بلاغت اور آپ کے قریب ترین فداکار، صاحب ذوالفقار، شاہ ولایت حضرت علی مرتضیٰؑ کے تبحر، تفکر اور شجاعت نے توحید کا پیغام محیط کردیا۔

انبیاءؑ کی معیشت، معاشرت تجارت ریاضت، حکومت غرض تمام مراحل حیات (تہذیب نفس، تدبیر منزل، سیاست مدن) "معرفت" پر محمول تھے اور مشیت الٰہی سے مشروط۔ جو انسان کی تعلیم و تربیت اور شرف و کمال کے لئے مشعل راہ اور تربیت گاہ ہے۔ ❁❁❁

اختلاف معجزات کے وجوہ

مولانا حاشرؔ جوراسی

ثابت ہو منکرین پہ دین خدا کی بات
حق نے عطا کئے تھے نبیوں کو معجزات

اعجاز انبیاءؑ کے تھے انداز مختلف
پابند مصلحت تھا جو طرز مجادلات

ملتا ہے معجزوں میں بظاہر جو اختلاف
اس کا سبب تھے وقت کے حالات وواقعات

اپنے عروج پر ہوا باطل کو جب غرور
اترے نفی کے واسطے آیات بینات

آیا ثبوت حق کے طریقوں میں انقلاب
تبدیل، معجزوں کے ہوئے جب محرکات

بدلے محاذ جنگ پہ تدبیر جس طرح
ہوتے تھے معجزات میں اکثر تغیرات

جن قوتوں کے بل پہ تھا کفار کو گھمنڈ
توڑے ہیں معجزوں نے وہ جھوٹے توقعات

موسیٰؑ کے دور میں تھا اگر سحر کو عروج
دی اک عصائے چوب نے جادوگروں کو مات

تھا فن طب کا زور جو عیسیٰؑ کے عہد میں
پائی نبیؑ سے بھیک میں مردوں نے پھر حیات

محبوب کردگار تھے معجز نمائے خاص
دو طرح کے مگر تھے پیمبر کے معجزات

وقتی نزاکتوں کا کہیں پہ لحاظ تھا
یعنی کہ تھے حریف کے جیسے مطالبات

تھا دائمی جو عہد نبوت رسولؐ کا
اک معجزے کی عمر کو حاصل رہا ثبات

دور نبیؐ میں تھی جو بلاغت کی دھوم دھام
قرآن پاک سے ہوئے ظاہر عجائبات

جس کا نہ جن وانس سے ممکن ہوا جواب
ہے وہ کتاب مخزن اسرار کائنات

لوہا لیا تھا ایک ہی سورے نے کفر سے
اترے جدار کعبہ سے سبعۂ معلقات

قرآن ہے وہ علم و ہدایت کا آفتاب
جس کی شعاع نور سے روشن ہیں شش جہات

حاشرؔ ! ملا حبیب خدا کو وہ معجزہ
ہر دور کے لئے ہے جو پروانۂ نجات

❀❀❀

وحی اور قرآن

شاعر اہلبیتؑ شفق شادانی

سورۃ النحل آیت 68-69

(ترجمہ قرآن الحکیم مولانا فرمان علی صاحب

(اعلی اللہ مقامہ) کے حوالے سے)

"خدا نے وحی کی"

یہ شہد کی مکھی کے سینے پہ

کہ تو پیڑوں۔ پہاڑوں پہ

وہ اونچی ٹٹیاں (اپنے گھروں کو پاٹ کر

جن کو میرے بندے بنا تے ہیں

"تو ان میں اپنے چھتے (اپنے گھر)

تعمیر کر پہلے پھلوں سے (اور پھولوں سے)

عرق پھر چوس لے جا کر

پھر اپنے پالنے والے کی راہوں میں

"چلی جا (انکساری) تابعداری سے"

"شکم سے مکھیوں کے (شہد) اک شربت نکلتا ہے"

کہ جس کے مختلف (سے ذائقے)

اور رنگ ہو تے ہیں

اور ان میں میرے بندوں کے لئے

(لذت) شفا بھی ہے

اور اس میں شک نہیں۔ یہ

غور کرنے۔ سوچنے والے دماغوں کو

خدا کی قدرتوں کی

"اک روشن تر نشانی ہے"

❀❀❀

اہم اطلاع

متعدد اور معتبر ذرائع سے

اطلاع ملی ہے کہ مولوی قسیم حسین صاحب۔ جن کا تعلق نوگانوں سادات سے ہے، کرگل کے مختلف علاقوں میں خود کو تنظیم المکاتب کا فرستادہ بتا کر رقومات شرعی لے رہے ہیں۔

مومنین کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ادارہ کی جانب سے کسی کو نمائندہ بنا کر نہیں بھیجا جاتا۔ ادارہ کے انسپکٹر حضرات ہیں جو ملک کا دورہ کرتے ہیں اور وہی ادارہ کے لئے تعاون حاصل کرتے ہیں جن کی رسید فوراً معطی کے حوالہ کرتے ہیں۔

آئندہ کوئی صاحب اگر خود کو ادارہ کا نمائندہ یا کسی اور عنوان سے پیش کر کے رقومات وصول کریں تو مندرجہ ذیل فون نمبر پر اوقات دفتر میں (صبح ۱۰ بجے سے ۴:۳۰ بجے تک) رابطہ کر کے دریافت کرلیں۔

فون نمبر

0522-2615115

روایات معصومینؑ میں اوصاف انبیاءؑ

مولانا احسان حیدر جوادی

تخلیق خالق کائنات اور بندوں کی ایجاد میں یوں تو زمین وآسمان سے زیادہ فرق پایا جاتا ہے جسے علماء نے پورے شرح و بسط کے ساتھ اپنی تصانیف میں ذکر فرمایا ہے اور انہیں فرقوں میں ایک بنیادی فرق یہ بھی ہے کہ جب بندے کسی چیز کی ترتیب وتدوین کرتے ہیں تو اس کی ہر شق اور ہر عدد میں الگ الگ خوبیاں اور صفتیں نہیں ہوتیں بلکہ کچھ خوبیاں ہوتی ہیں جو اس قسم کے تمام افراد میں موجود ہوتی ہیں مثلاً کار کی دنیا کی سب سے بڑی کمپنی بھی سال دو سال میں ایک ہی ماڈل تیار کرتی ہے اور اس ماڈل میں بھی جتنی گاڑیاں بنائی جاتی ہیں سب کی سب ایک ہی طرح، ایک ہی خوبیاں اور ایک صفات رکھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ایک جگہ پر اگر کئی ایک ہی رنگ کی گاڑیاں کھڑی ہوں تو ان کے مالک کو بھی اپنی گاڑی پہچاننے میں دقت ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر ایک اپنی گاڑی میں کچھ نہ کچھ الگ علامت معین کر لیتا ہے تاکہ اپنی گاڑی آسانی سے پہچان سکے۔

لیکن خالق کائنات کی تخلیق کا ایک کرشمہ یہ بھی ہے کہ اس نے اپنی تمام مخلوقات کو الگ الگ انداز اور الگ الگ صفتوں کے ساتھ خلق کیا ہے اور دنیا کی کوئی بھی دو مخلوق ایسی نہیں ہے جو ہمہ جہت ایک دوسرے سے کاملاً مشابہ ہو اور ان میں کوئی بھی تفریق نہ پائی جاتی ہو۔ جڑواں بھائی اگرچہ بالکل مشابہ کہے جاتے ہیں لیکن ان میں بھی سیکڑوں وجہ تفریق اور علیحدہ علیحدہ صفات موجود ہوتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ بھی ایک ہی ماڈل ایجاد کر دے اور اس کے تمام افراد کو انہیں کے مطابق قرار دے دے جیسا کہ دنیاوی ایجادات میں ہوتا ہے۔

یہ بات جب تمام تخلیقات میں خلاق عالم نے قرار دی ہیں تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ افراد جنہیں اس نے اپنی خلاقیت کا اعلیٰ نمونہ قرار دیا ہے ان میں یہ خصوصیت قرار نہ دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے تمام نمائندوں میں بھی الگ الگ خصوصیات قرار دیئے اگرچہ وہ سب کے سب ایک ہی مقصد اور ایک ہی منشور و پیغام لے کر آئے اور ایک ہی خدمت انجام دیتے رہے۔

صرف انبیاء کرامؑ ہی نہیں بلکہ اس نے یہ خصوصیت ائمہ معصومینؑ میں بھی قرار دی کہ کسی کو 'مرتضیٰ' قرار دیا تو کسی کو 'مجتبیٰ'، کسی کو 'صابر' بنایا تو کسی کو 'عابد'، کسی کو وہ صفت عنایت کی کہ وہ 'باقر' کہلایا تو کوئی 'صادق' سے پہچانا گیا، اسی طرح 'کاظم'، 'تقی'، 'نقی'، 'عسکری' اور 'مہدی' ہیں کہ ایک جانب سے سب کے سب میں ہزاروں وجوہ اتفاق ہیں تو دوسری جانب سے اس نے ہر ایک میں الگ الگ صفات وکمالات ظاہر کئے تاکہ دنیا سمجھ سکے کہ وہ اپنی خلاقیت میں کسی ایک طرز تخلیق کا محتاج نہیں ہے۔

انبیاء کرامؑ میں بھی یہ اختلاف صفات، جو اس کی تخلیق کا اہم کرشمہ ہے بخوبی نظر آتا ہے کہ تمام انبیاءؑ صرف ایک طرح کی صفت کے ساتھ مبعوث نہیں کئے گئے بلکہ ہر نبی کو اگر ایک طرف کچھ متفق علیہ صفات عنایت کئے تو دوسری جانب کچھ ایسے صفات بھی عنایت فرمائے جو دوسرے مقام پر پائی ہی نہیں جاتیں یا بڑی ہی ہلکی رمق جیسی نظر آتی ہیں اور اس کا تذکرہ اس نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے اور اس کی شرح وتفسیر میں معصومینؑ نے بھی اپنی روایات میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔جس تفصیل کو اجمالی طور پر یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

جناب آدم علیہ السلام

جناب آدمؑ کا تذکرہ قرآن وحدیث میں متعدد مقامات اور متعدد اذکار کے حوالے سے کیا گیا ہے اور ان کے ذیل میں ان کے متعدد صفات بھی گنوائے گئے ہیں۔لیکن چونکہ یہاں پر آیات قرآنی سے صرف نظر کرنا ہے لہٰذا صرف روایات میں ان کی ذکر شدہ صفات کی جستجو کی جا رہی ہے۔

(۱) خاکی ہونا: اگرچہ کائنات کے ہر فرد بشر کو خاکی کہا جاتا ہے لیکن یہ خصوصیت صرف جناب آدمؑ کی ہے کہ وہ ہی بلا واسطہ مٹی سے بنائے گئے ہیں اور بقیہ تمام انسان ان سے پیدا ہوئے ہیں، چنانچہ مرسل اعظمؐ ارشاد فرماتے ہیں: "الناس ولد آدم، و آدم من تراب"

کنز العمال ۱۵۱۳۴

ساری انسانیت آدم سے ہے اور آدم خود مٹی سے بنائے گئے ہیں۔

(۲) عالم تمام صنائع: مرسل اعظمؐ ارشاد فرماتے ہیں: "ان اللہ لما اخرج آدم من الجنة وعلمه صنعة کل شیء"

الدر المنثور ۱، ۱۳۷

جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو جنت سے نکالا تو (دوسری باتوں کے ساتھ) انہیں تمام صنعتوں کا علم دے دیا۔

جناب ادریس علیہ السلام

جناب ادریسؑ ایک ایسے پیغمبر ہیں جن پر حضورؐ کے قول کے مطابق تیس صحیفے نازل کئے گئے جن کا اصلی نام اخنوخ تھا۔

(۱) اول کاتب: مرسل اعظمؐ ارشاد فرماتے ہیں: "اول من خط بالقلم ادریس"

کنز العمال ۳۲۲۶۹

"جس نے سب سے پہلے قلم سے لکھا وہ ادریسؑ تھے۔"

(۲) کثرت درس: امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: "وسمی ادریس لکثرة دراسته الکتب" تفسیر علی بن ابراہیم ۲/۵۴

"ادریس کو کتابوں کے مطالعہ کی کثرت کی وجہ سے ادریس کہا جانے لگا تھا۔"

جناب نوح علیه السلام

جناب نوحؑ پہلے اولوالعزم پیغمبر اور سب سے پہلے رسول تھے جن کے واقعات آیات وروایات میں کثرت سے موجود ہیں۔

(۱) طول عمر: امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: "عاش نوح الفی سنة وخمسمائة سنة،منها ثمانمائة وخمسون سنة قبل ان یبعث، والف سنة الا خمسون عاماً وهو فی قومه یدعوهم، ومائتا سنة فی عمل السفینة ، خمسمائة عام بعد ما نزل من السفینة ونضب الماء" امالی صدوق، ۷/۲۱۳

"جناب نوحؑ ڈھائی ہزار سال زندہ رہے جس میں ساڑھے آٹھ سو سال بعثت سے قبل، ساڑھے نو سو سال جب انھوں نے تبلیغ کی، دو سو سال کشتی بناتے رہے اور پانچ سو سال طوفان ختم ہونے اور پانی جذب ہوجانے کے بعد زندگی گزاری۔"

(۲) حقیقت زندگانی دنیا: امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: "جب جناب نوحؑ نے اپنی ڈھائی ہزار سالہ زندگی گزار لی اور طوفان کے بعد آبادکاری کے کاموں میں مشغول تھے، اسی درمیان جس وقت وہ کام انجام دیتے ہوئے دھوپ میں کھڑے تھے ملک الموت آپہنچے اور سلام کیا، نوحؑ نے جواب دے کر پوچھا کیوں آئے ہو تو وہ بولے آپ کی روح قبض کرنے کے لئے۔ نوحؑ نے کہا: اتنی مہلت دیدو کہ دھوپ سے سائے میں آجاؤں، ملک الموت نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر جب وہ سائے میں آگئے تو کہا کہ بس یہ سمجھو کہ میری کل زندگی اتنی ہی تھی کہ جتنی دیر میں میں دھوپ سے سائے میں آیا ہوں۔"

جناب هود علیه السلام

جناب نوحؑ نے اپنے آخری وقت میں قوم کو تاکید کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اب ایک نبی آئے گا جو لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دے گا، جس کا نام ہود ہوگا، پس جس کسی نے بھی اسے جھٹلایا اسے اللہ تند و تیز ہوا سے ہلاک کردے گا۔ پس جو بھی ان سے ملے، ان پر ایمان لائے اور ان کا اتباع کرے، بس وہی ہواؤں کے عذاب سے بچا رہے گا۔

(۱) مالک اسم اکبر: امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: "جب جناب نوحؑ کا وقت پورا ہوگیا تو اللہ نے ان پر وحی کی کہ نوح اب تمہاری نبوت کا زمانہ ختم ہوگیا اور موت کا وقت قریب آگیا ہے تو اب اپنا علم وایمان اور اسم اکبر۔۔۔اپنی ذریت میں بعد والے کے حوالہ کردو، تو جناب نوحؑ نے سام کو ہودؑ کی بشارت دی۔ (جنہیں بھی اللہ نے اسم اکبر سے نوازا تھا۔)

(۲) منکرین کو عذاب خاص: امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: "لما بعث الله هودا اسلم له العقب من ولد سام واما الآخرون فقالوا من اشد منا قوة؟ فاهلكوا بالريح العقيم"
کمال الدین،۵/۱۳۶

"جب اللہ نے جناب ہودؑ کو مبعوث کیا تو سام کی اولاد کے پچھڑے ہوئے لوگوں نے اسلام قبول کیا لیکن دوسرے لوگ منکر ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ پس وہ عذاب کی ہواؤں سے ہلاک کر دیے گئے۔

جناب صالح علیہ السلام

جناب صالحؑ ان نبیوں میں سے ہیں جن کے معجزے کو ہر دور میں بطور مثال پیش کیا گیا ہے۔

(۱) ظلم پر راضی رہنے والوں پر عذاب: امام علیؑ فرماتے ہیں: "ايها الناس انما يجمع الناس الرضى والسخط، وانما عقر ناقة ثمود رجل واحد فعمهم الله بالعذاب لما عموه بالرضى" نہج البلاغہ،خطبہ/۲۰۱

"اے لوگو! جو جس نیکی و برائی میں کسی کا ساتھ دے گا وہ اس میں شامل سمجھا جائے گا، قوم ثمود میں ایک ہی آدمی نے ناقہ کو پے کیا تھا لیکن اللہ نے ہر راضی رہنے والے پر بھی عذاب نازل کیا۔"

(۲) قبر جناب صالح کے پاس دفن ہونے کی امام علیؑ کی خواہش: ابو مطر کہتے ہیں: "جب ابن ملجم نے امیر المومنینؑ کو ضربت ماری تو ان سے امام حسنؑ نے پوچھا کہ کیا ابن ملجم کو قتل کر دوں؟ فرمایا نہیں، بلکہ قید کر دو۔ اگر میں جاں بر نہ ہو سکوں تو قتل کر دینا، اور جب میں موت کی آغوش میں چلا جاؤں تو مجھے میرے بھائیوں ہودؑ اور صالحؑ کی قبر کے پچھلی جانب دفن کر دینا۔ بحار/۱۱،۳۷۹

جناب ابراھیم علیہ السلام

جناب ابراہیمؑ کے مختلف واقعات زبان زد خاص و عام ہیں اور روایات میں مختلف انداز سے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۱) نماز شب اور اس کی جزا: جناب مرسل اعظمؐ نے فرمایا: "ما اتخذ الله ابراهيم خليلاً الا لاطعام الطعام وصلاته بالليل والناس نيام" علل الشرائع،۳۵/۲

"اللہ نے ابراہیم کو خلیل صرف اس لئے بنایا کہ وہ لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے اور جب دنیا سو رہی ہوتی تھی تو وہ نماز شب پڑھا کرتے تھے۔

(۲) اللہ پر توکل اور اسی کو امور کا نگراں بنانا: جناب مرسل اعظمؐ نے فرمایا: "اتى يا ابراهيم يوم النار الى النار، فلما ابصرها قال: حسبنا الله ونعم الوكيل"
کنز العمال،۳۲۲۸۸

"ابراہیم کے جلانے والے دن جب وہ آگ میں جا رہے تھے اور انھوں نے آگ دیکھی تو کہا: ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے اور وہی میرا وکیل ہے۔"

جناب ذوالقرنینؑ جناب ذوالقرنین کا تذکرہ قرآن میں بھی ہوا ہے اور احادیث میں بھی

ان کا ذکر آیا ہے اگر چہ تفاصیل میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔

(۱) پوری زمین پر حکومت: امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: "ملک الارض کلہا اربعۃ: مومنان و کافران :فاما المومنان فسلیمان بن داؤد وذوالقرنین، والکافران نمرود وبخت نصر، واسم ذی القرنین عبداللہ ابن ضحاک ابن معد" الخصال/۲۵۵

"پوری زمین پر صرف چار لوگوں نے حکومت کی ہے جن میں دو مومن تھے اور دو کافر۔ دو مومن حکام سلیمان بن داؤد اور ذوالقرنین تھے اور دو کافر حکام نمرود اور بخت نصر تھے۔ ذوالقرنین کا اصل نام عبداللہ بن ضحاک بن معد تھا۔

(۲) ذوالقرنین کی حقیقت: امام علیؑ فرماتے ہیں: "لماسئل عن ذی القرنین اکان نبیا ام ملکا؟ لا نبیا ولاملکا، بل کان عبدا احب اللہ فاحبہ اللہ" بحار ۱۲/۱۷۸

"جب امیرالمومنینؑ سے سوال ہوا کہ ذوالقرنین بادشاہ تھے یا نبی؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ نہ نبی تھے نہ بادشاہ، بلکہ اللہ کے ایک ایسے بندے تھے جنہوں نے اللہ سے محبت کی تو اللہ نے بھی انہیں پسند کرلیا۔

جناب یعقوب و یوسف علیہما السلام

ان دونوں نبیوں کا تذکرہ کافی تفصیل سے قرآن میں موجود ہے جس میں تربیت کے متعدد پہلو موجود ہیں۔

(۱) حسن یوسف: رسولؐ اللہ فرماتے ہیں: "اعطی یوسف شطر الحسن" کنز العمال/۳۲۴۰۰

"یوسف کو الگ قسم کا بے حساب حسن دیا گیا تھا۔"

(۲) یوسف و یعقوب خاندانی کریم تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم" کنز العمال ۳۲۴۰۴

"کریم ابن کریم، پسر کریم فرزند کریم یعنی یوسف ابن یعقوب ابن اسحاق ابن ابراہیم۔

جناب ایوب علیہ السلام

جناب ایوب کا صبر اوران کا معجزہ اس قدر مشہور ہے کہ مثال کے طور پر اس کا استعمال رائج ہے۔

(۱) صبر ایوب: رسولؐ اللہ فرماتے ہیں: "کان ایوب احلم الناس، واصبر الناس واکظم الناس لغیظ" کنز العمال ۳۲۳۱۶

"جناب ایوبؑ، تمام انسانوں میں سب سے زیادہ حلیم، صابر اور غصہ کو برداشت کرلینے والے تھے۔

(۲) بدوں سے مکمل بیزاری ضروری ہے: رسولؐ اللہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے ایوبؑ سے پوچھا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تم پر یہ بلاء کیوں نازل

کی؟ انھوں نے کہا: تو ہی جانے۔ خدائے تعالیٰ نے فرمایا: جب تم فرعون کے پاس گئے تھے تو تمہارے دو فقروں میں مکمل اظہار بیزاری نہ تھا۔

جناب شعیب علیہ السلام

جناب شعیبؑ ان نبیوں میں تھے جن کا تعلق عرب سے تھا اور جن کی خطابت مشہور تھی۔

(۱) سب سے زیادہ گریہ کرنے والے: امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ''اللہ نے صرف پانچ نبیوں کو عرب میں مبعوث کیا ہے۔ ہودؑ، صالحؑ، اسماعیلؑ، شعیبؑ اور محمد مصطفیٰؐ اور جناب شعیبؑ شدید گریہ کرنے والے تھے۔

قصص الانبیاء/۱۴۵

(۲) خطیب الانبیاء: مرسل اعظمؐ فرماتے ہیں: ''کان شعیب خطیب الانبیاء''

نور الثقلین ۴/۳۹۲

''نبیوں میں شعیبؑ بہترین خطیب تھے۔''

جناب موسیٰ علیہ السلام

قرآن مجید میں ان دونوں نبیوں کا تذکرہ نہایت تفصیل سے درج ہے بلکہ جس نبی کا سب سے زیادہ ذکر ہوا ہے وہ بھی جناب موسیٰ ہی تھے۔

(۱) موسیٰ کا خدا سے کلام کرنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''کلم اللہ موسیٰ ببیت لحم'' کنز العمال ۳۲۳۶۴

''اللہ نے موسیٰ سے بیت لحم میں کلام کیا۔''

(۲) کس سے امید لگائی جائے: امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ''جس چیز کی امید نہ ہو، اللہ سے اس کے لئے زیادہ امیدوار رہو کیونکہ موسیٰ تو صرف آگ کی ہی آرزو میں گئے تو واپس آئے تو نبی مبعوث ہو چکے تھے۔ بحار ۱۳/۳۱

جناب اسماعیل علیہ السلام

جناب اسماعیل کی قربانی کے ساتھ ان کی دوسری خصوصیات کا تذکرہ بھی روایات میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔

(۱) وعدہ کا وفا کرنا: امام رضاؑ سلمان جعفری سے پوچھتے ہیں کیا تمہیں علوم ہے کہ اسماعیل کو وعدہ کا سچا کرنے والا کیوں کہا گیا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''انھوں نے ایک شخص سے وعدہ کر لیا تھا تو ایک سال تک اسی جگہ اس کے انتظار میں بیٹھے رہے۔

جناب داؤد علیہ السلام

صاحب شریعت پیغمبروں میں سے ہیں اور اللہ نے ان پر زبور نازل کی ہے۔

(۱) بیت المال کی رعایت: امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: ''اللہ نے داؤد پر وحی کی کہ تم میرے بہترین بندے ہوتے اگر تم بیت المال کو تصرف میں نہ لاتے اور اپنے ہاتھوں سے اسے نہ چھوتے۔ الفقیہ ۳/۱۶۲

جناب سلیمان علیہ السلام

جناب سلیمان اپنی حکومت کے لئے مشہور ہیں مگر ان کے واقعات میں تربیت کے بے شمار پہلو موجود ہیں۔

(۱) موت سے کسی کو مفر نہیں ہے: امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: ''اگر کوئی ہمیشہ رہ سکتا

اور کسی کو موت سے بچنا ممکن ہو سکتا تو وہ سب سے پہلے سلیمان ہوتے۔ نہج البلاغہ/خطبہ ۱۸۲

(۲) شکر کے استعمال کے موجد:
امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ''سب سے پہلے جس نے شکر استعمال کی وہ سلیمان تھے۔

کافی ۶،/۳۳۳

جناب زکریا علیہ السلام

جناب زکریاؑ کا تذکرہ قرآن میں بڑھاپے میں باپ بننے اور جناب مریم کی کفالت وغیرہ کے ذیل میں متعدد مرتبہ آیا ہے۔

(۱) درخت کا آپ کو پناہ دینا:
حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں: جناب زکریا اپنی قوم کی طغیانیوں سے جان بچا کر بھاگے تو ایک درخت نے اپنے اندر جگہ دے کر انہیں بلا لیا اور قوم تلاش نہ کر سکی، یہاں تک کہ شیطان نے بتا دیا، وہ لوگ اس درخت کی پوجا کرتے تھے اس لئے انھوں نے اسے کاٹنے سے انکار کیا لیکن آخرش شیطان کے بہکاوے میں آ کر کاٹ ڈالا جس سے زکریاؑ بھی شہید ہو گئے۔ قصص الانبیاء، ۲۱۷

(۲) جناب زکریاؑ کا مشغلہ: رسولؐ اللہ فرماتے ہیں: ''کان زکریا نجارا''

کنز العمال ۳۲۳۳۰

''زکریا نجاری کیا کرتے تھے۔''

جناب یحییٰ علیہ السلام

جناب یحییٰ ہی وہ نبی ہیں جو راہ خدا میں سب سے پہلی مرتبہ سر قلم کرکے شہید کئے گئے ہیں۔

(۱) حقیقت دنیا کی معرفت بچپن میں: مرسل اعظمؐ ارشاد فرماتے ہیں: ''اللہ رحمت نازل کرے میرے بھائی یحییٰ پر کہ جنھیں بچپن میں بچوں نے کھیل کے لئے بلایا تو انھوں نے کہا کہ کیا ہم کھیل کود کے لئے پیدا ہوئے ہیں؟

کنز العمال ۳۲۲۷۳

(۲) طریقۂ زندگی: امام موسیٰ کاظمؑ فرماتے ہیں: ''یحییٰ بن زکریا رویا تو کرتے تھے مگر کبھی ہنستے نہ تھے۔ کافی، ج ۲/۶۶۵

جناب عیسیٰ علیہ السلام

جناب عیسیٰ اولوالعزم پیغمبر اور صاحب کتاب نبی تھے۔ ان کی ولادت سے اختتام نبوت تک کے واقعات قرآن نے محفوظ کئے ہیں۔

(۱) آخر انبیاء بنی اسرائیل: مرسل اعظمؐ ارشاد فرماتے ہیں: ''بنی اسرائیل کے نبیوں میں موسیٰ اور عیسیٰ آخری تھے۔ اور ان کے درمیان چھ سو نبی گذرے ہیں۔'' الخصال/۵۲۴

(۲) عیسیٰ کی غذا: مرسل اعظمؐ ارشاد فرماتے ہیں: ''(مسور) دال کھایا کرو کیونکہ یہ مبارک اور مقدس ہے اس سے دل نرم اور آنسوؤں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور اسے ستر نبیوں جن میں آخری عیسیٰ تھے نے برکت بخشی۔''

عیون اخبار الرضا ۲/۴۱

جناب محمد مصطفیٰ

آپ کے فضائل ومناقب سے روایات واحادیث پر ہیں۔ آپ کائنات کی عظیم ترین شخصیت ہیں۔ آپ کے مقابلہ میں نہ کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا۔

(۱) **خاتم نبوت وکتاب:** امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ''بے شک اللہ نے ہمارے نبی پر نبوت ختم فرمائی کہ ان کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا اور ان کی کتاب پر سلسلۂ کتب ختم فرمایا کہ اس کے بعد کوئی کتاب نہ آئے گی۔ کنز العمال ج۱۶ ص۳۱۷

(۲) **آپ کی فضیلتیں مولائے کائنات کی زبانی:** ''آپ کو اللہ نے نبوتوں کے شجرہ سے منتخب فرمایا، روشن چراغ بنایا، بطحا کا خزانہ قرار دیا، اندھیروں میں نور بنایا اور حکمتوں کا چشمہ قرار دیا۔'' نہج البلاغہ/خطبہ/۱۰۸

(حضورؐ کی فضیلت میں ائمہؑ کی ہزاروں روایات ہیں جن سے معذرت کے ساتھ گریز کیا جا رہا ہے۔) ❀❀❀

ابن بوترابؑ

ڈاکٹر پیکر جعفری

ہم سب کو یہ حیات بڑی خوشنما ملی — ذکرِ حسنؑ، حسینؑ سے آراستہ ملی

ویسے تو ہر عمل میں ہمارے خطا ملی — لیکن درود آل پہ بے حد جزا ملی

یہ معتبر حدیث امام رضاؑ ملی — صلحِ حسنؑ سے صلحِ نبیؐ کو جلا ملی

آمد میں کس کی سبزے ہیں دھانی لباس میں — غنچے کھلے ہیں، رقص میں بادِ صبا ملی

اے ابن بوترابؑ، گلِ فاطمہ حسنؑ — تیرے سبب سے گلشنِ دیں کو بقا ملی

شاہِ نجف میں نیمۂ رمضاں کا جشن ہے — دستِ طلب میں پھولتی، پھلتی دعا ملی

یہ کہکشاں یہ چاند یہ تارے گواہ ہیں — زہراؑ کے آفتاب سے سب کو ضیا ملی

اے اہلبیتؑ یہ ہے تمہارے عمل کی شان — قرآن کی زباں پہ حدیثِ کساء ملی

یہ بارگاہِ سبطِ رسالت مآبؐ ہے — ہر دردِ زندگی کی یہاں پر دوا ملی

پیکر مرا قصیدہ تھا پیشِ رسولؐ پاک
ادنیٰ سے اک غلام کو اتنی جزا ملی

❀❀❀

داخلہ ٹسٹ

جامعہ امامیہ تنظیم المکاتب

اپنے بچوں کو ہندی، انگریزی، حساب، کمپیوٹر، اور حفظ قرآن کے ساتھ اعلیٰ دینی تعلیم دلانے کے خواہشمند حضرات حسب ذیل شرائط پورے ہونے کی صورت میں درخواست روانہ کریں تا کہ داخلہ کے اختبار میں انہیں شریک کیا جا سکے۔

شرائط داخلہ ● عمر ۱۴ سال سے زیادہ نہ ہو ● تنظیم المکاتب کے کسی مکتب سے پنجم اول درجہ کامیاب یا اسکے مساوی لیاقت ہو۔ ● ٹسٹ اور انٹرویو میں کامیابی

نصاب داخلہ ٹسٹ ● قرآن مجید (روانی، تلفظ، ہجے، تجوید، منتخب سورے از امامیہ دینیات)
● امامیہ دینیات چہارم و پنجم مع عملی مسائل (وضو، غسل، تیمم، اذان و اقامت و نماز وغیرہ)
● امامیہ اردو ریڈر چہارم و پنجم (روانی، تلفظ، املا)

داخلہ کی سہولت کے پیش نظر بعد ماہ رمضان
جامعہ امامیہ میں مختصر مدتی کورس کا اہتمام کیا گیا ہے۔

نوٹ : ۱۔ داخلہ میرٹ کی بنیاد پر ہوگا۔

۲۔ ہائی اسکول پاس امیدوار کو عمر اور دیگر شرائط میں رعایت دی جائے گی۔

منظر صادق زیدی

(پرنسپل)

وحی کی ضرورت

مولانا سید انیس الحسن زیدی

امام جمعہ وجماعت خوجہ مسجد ممبئی

انسان ایک سماجی مخلوق ہے مل جل کر رہنا چاہتا ہے معاشرے اور سماج سے کٹ کر نہیں رہ سکتا اللہ نے اسکی خلقت ہی اس طرح کی ہے کہ اسے مدنی الطبع بنایا ہے وہ اپنی زندگی گزارنے کے لئے جس قدر ہوا پانی اور کھانے کا محتاج ہے اتنا ہی معاشرے کا بھی اسے سماج میں رہ کر ہی زندگی گزارنی ہے اسکے بغیر وہ ادھورا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ بھوک اور پیاس کے وقت کھانے اور پانی کی ضرورت اسکی ذاتی ضرورت ہے تاکہ پانی اور غذا کے ذریعہ وہ جی سکے لیکن سماج اور معاشرہ کھانے اور پانی کی طرح نہیں ہے کہ اسکے بغیر انسان مر جائے البتہ اتنا بہر حال ضرور ہے کہ سماج اور معاشرہ کے بغیر وہ زندگی کے باوجود بھی خود کو ادھورا ہی محسوس کرے گا یہ اسکی معاشرتی ضرورت ہے جو اسے اس بات پر وادار کرتی ہے کہ ایک سماج ہو جس کے اندر وہ زندگی کا لطف اٹھا سکے ورنہ اسکی زندگی بے معنی و بے کیف ہو کر رہ جائے گی۔

رشتوں ناطوں کے ماوراء تعلقات اور مراسم سے پرے حقوق و فرائض سے لاتعلق ہو کر زندگی کا تصور بھی اسکے لئے سوہان روح ہے۔ وہ زندگی کی خوشیوں کو زندگی کی جراحتوں کو زندگی کے نشیب وفراز کو اپنے ہی جیسے دیگر افراد کے ساتھ تقسیم نہ کرے انہیں اپنی خوشی اور غم میں شامل نہ کرے تو خود اسے ادھورے پن کا احساس ہوتا ہے۔

وہ چاہے نہ چاہے ماں باپ، بھائی بہن، دوست احباب، رشتہ دار، تعلقات، مراسم، ان سب کا مجموعہ مل کر اسکے سامنے ایک سماجی زندگی کے ایسے خطوط ترسیم کر دیتا ہے جنکو نظر انداز کر کے یہ زندگی نہیں گزار سکتا۔ جہاں سے انسان کے لئے معاشرہ کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے وہیں سے اس بات کا احساس بھی ہوتا ہے کہ معاشرہ اور سماج بغیر قانون کے تشکیل نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے کہ جہاں مختلف افراد کے مفادات ایک دوسرے سے وابستگی کے ساتھ بھی الگ الگ جہتوں سے متصادم ہوں اور دائرہ اختیار کے تفاوت کے ساتھ حقوق کی تقسیم اپنے وجود کے اندر قانون کی تشنگی کو محسوس کر رہی ہو تو ظاہر ہے اگر ایسی صورت حال میں ہر ایک کے حق کے تحفظ کی

لگام قانون کے ہاتھ میں نہ ہوگی تو ایک جنگل راج وجود میں آئے گا جو صرف جانوروں کے لئے قابل قبول ہو سکتا ہے عقل وشعور رکھنے والے انسانوں کے لئے نہیں۔ لہٰذا عقل سلیم یہ فیصلہ کرتی ہے کہ سماج اور سوسائٹی بغیر دستورات زندگی کے وجود میں آ ہی نہیں سکتی۔ جتنا جتنا سماج بڑھتا جائے گا اتنا ہی اسکو قانون کی ضرورت محسوس ہوگی۔ بغیر ضابطہ حیات کے جب وہ انفرادی زندگی نہیں گزار سکتا تو اجتماعی زندگی کے لئے تو بہر حال ایک ایسے دستور عمل کی ضرورت ہے جس کی روشنی میں سماج میں رہنے والے تمام افراد کی صلاحیتیں بغیر کسی رکاوٹ کے پرورش پاسکیں تاکہ ایک بہترین اور ترقی یافتہ سماج وجود میں آسکے لیکن اسکے لئے ضروری ہے کہ معاشرہ ظلم و جور، نا انصافی اور دوسروں کی حق تلفی سے پاک وصاف ہو اور اونچ نیچ سماجی نا برابری نا انصافی اور ظلم وحق تلفی سے مقابلہ کے لئے ایسے نظام کی ضرورت ہے جو ہر ایک کو اسکا حق بتائے تاکہ انسان کسی کی حق تلفی نہ کرے ہر ایک کو اسکے فرائض بتائے تاکہ نا انصافی نہ پیدا ہو سکے اور اگر کوئی فرائض وحقوق کے منافی عمل انجام دے تو اس نظام میں اسکی سزا کا بھی معقول انتظام ہونا چاہیے تاکہ سماج میں دوسروں کے حقوق کی رعایت کے ساتھ ساتھ ہر فرد کو قانون کا تحفظ حاصل ہو جسکے ذریعہ ایک عادلانہ نظام قائم کیا جاسکے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ قانون حیات بنائے کون؟ یہ زندگی کا مکمل نظام پیش کون کرے؟ جواب میں چند صورتیں بیان ہو سکتی ہیں جن میں اہم ترین یہ ہیں۔

(۱) عقل — انسان اپنی عقل کے سہارے اپنے لئے خود ہی قانون حیات مرتب کرے اور اسکی روشنی میں زندگی گزارے اور جو اسے ایک سماجی زندگی کے تقاضوں کے لحاظ سے جو درست لگے اس پر عمل کرے جو ان تقاضوں کے خلاف ہو اسے ترک کردے۔ ظاہر ہے اگر ایسا ہوتا ہے تو آپسی تصادم کا ایک نا ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا ایک انسان کسی خاص زاویے سے کسی چیز کو دیکھے گا تو اسے کچھ اور نظر آئے گی دوسرا اپنی عقل کو استعمال کرتے ہوئے کسی اور زاویہ نظر سے اسی چیز کو دیکھے گا تو وہ کچھ اور ہوگی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر ایک کو حق حاصل ہوگا وہ اپنی عقل کے مطابق قانون بنائے اور جو بھی اسکی عقل بتائے گی اسی کی روشنی میں اپنی سہولت کے مطابق وہ قانون بناتا جائیگا تو پھر سماج کہاں رہ گیا معاشرہ کیا ہوا اس صورت میں پھر وہی جنگل راج سامنے آئے گا جس سے بچنے کے لئے قانون کی ضرورت تھی لہٰذا انسان اپنی عقل کو قانون سازی کا اختیار نہیں دے سکتا۔

(۲) دانشور پڑھا لکھا طبقہ —
دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کچھ پڑھے لکھے دنیا کی اونچ نیچ کی خبر رکھنے والے افراد پوری دنیا کے مختلف گوشوں سے اٹھیں اور ایک جگہ جمع ہوں اور اپنے عوام کی نمائندگی کرتے ہوئے سائنس اور تجربے کی روشنی میں کثرت آراء کی بنیاد پر قانون بنائیں ایسی صورت میں سوال یہ ہے کہ سائنس ہو یا تجربہ یا علم یہ سب چیزیں محدود ہیں جو کچھ یہ جانتے ہیں وہ ان چیزوں کے مقابلہ میں ایک قطرہ سے زیادہ

نہیں جنہیں یہ نہیں جانتے علاوہ ازایں یہ جو قانون بنا رہے ہیں انکے مزاج اور طبائع ایک ہونا چاہیئے تا کہ قانون بناتے وقت ہر ایک کا الگ راگ نہ ہو جو ناممکن ہے یہ کبھی بھی مزاج اور طبائع کے لحاظ سے ایک نہیں ہو سکتے جب یہ الگ الگ علاقوں میں زندگی گزارنے کی بنا پر اپنے مزاج اور اپنی طبیعت پر کنٹرول نہیں کر سکتے تو ظاہر ہے قانون کے اندر مزاج اور طبیعت شامل ہوگی نتیجہ یہ ہوگا کہ گرم علاقوں میں رہنے والے سرد علاقوں میں زندگی گزارنے والوں کی ضرورتوں سے واقف نہ ہوں گے اور سردی میں رہنے والے گرم علاقوں کے باشندوں کی ضرورتوں سے واقف نہ ہوں گے وہ اپنی ضرورت دیکھیں گے یہ اپنی ضرورت تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہر زمانہ کے اور ہر علاقہ کے الگ الگ تقاضوں کے پیش نظر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ایک مشترکہ قانون نہیں بن سکتا جو ہر ایک کے لئے قابل قبول ہو اور ہر ایک اگر الگ الگ تقاضوں کے پیش نظر الگ قانون بنا لے تو پھر وہی ہر ایک کی الگ ڈفری اپنا راگ ہوگا جسکے لئے پھر ایک قانون کی ضرورت ہوگی کہ کون اپنا راگ کہاں تک؟ اور کون اپنی ڈفری کہاں تک؟ لہٰذا یہ صورت بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا کیا جائے؟ ساری دنیا کے انسان مل کر اپنی اپنی عقل استعمال کرتے ہیں تو جنگل راج سامنے آتا ہے۔ کچھ لوگوں کو یہ ذمہ داری دے ئی جاتی ہے تو مذکورہ مشکلات کا سامنا ہے نے کے علاوہ جو دیگر قانون سازی کی شکلیں ہیں ان میں بھی آئے دن یہی مشکلات ہیں قانون بنتا ہے پھر ٹوٹ جاتا ہے۔ قانون بنا نہیں کہ احتجاج! قانون بنا نہیں کہ بغاوت! قانون بنا نہیں کہ ٹکراؤ کا ماحول! یہ سب کیا ہے؟

ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ انسانوں کا بنایا ہوا قانون چاہے کتنی ہی باریکیوں کا حامل کیوں نہ ہو کتنی ہی وسعتوں کا مالک کیوں نہ ہو کبھی بھی انسان کو مطمئن نہیں کر سکتا ہے۔

انسانوں کو ایک ایسے قانون کی ضرورت ہے جو ہر ایک کو مطمئن کر سکے انسانی سماج کو ایک ایسے دستور عمل کی ضرورت ہے جس میں ہر انسان کی ضرورت کو مدنظر رکھا گیا ہو جو پوری کائنات پر لاگو کیا جا سکتا ہو ہر انسان اسکے سایہ میں تحفظ کا احساس کرے ہر انسان وجود کی گہرائیوں سے اسے تسلیم کرے۔

ایسا قانون نہ انسان کی عقل بنا سکتی ہیں نہ علم و تجربہ کی روشنی میں چنے ہوئے صاحبان خرد۔ یہ قانون تو وہی ذات بنا سکتی ہے جس نے انسان کو پیدا کیا ہے جس نے اسکے اندر مختلف ضرورتوں کو رکھا ہے جسکا کوئی مفاد نہیں جو ہر طرح کی قید سے آزاد ہے جو ہر علاقہ میں ہے ہر جگہ ہے۔ اس کارگاہ ہستی کا قانون اسکے خالق کے علاوہ اور کون بنائے گا لہٰذا جو عقل انسان کے لئے ایک سماجی زندگی کی ضرورت کا احساس دلا رہی تھی وہی یہ بھی بتاتی ہے کہ اس دنیا کا خالق ہی اس دنیا کے لئے قانون بنا سکتا ہے رہ گیا قانون کا ابلاغ تو ضرورت قانون کے اثبات کے بعد اسکی چند

صورتیں ہو سکتی ہیں وہ ارسال رسل کے ذریعہ
سے بھی ہو سکتا ہے وہ آسمانی کتب کے ذریعہ سے
وہ تحف وہدایت خاصہ کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے
اور ان تمام صورتوں میں جو چیز مشترک
ہے اسے وحی کہا جاتا ہے۔ یعنی اللہ کے بنائے
ہوئے قانون کا ابلاغ انبیاء ورسل کے ذریعہ "وحی"
کی صورت میں ہوتا ہے۔ یا یوں کہا
جائے تمام مخلوقات کی ہدایت کے
لئے اللہ نے جو مختلف طریقے
اپنائے ہیں ان میں ایک
طریقۂ ہدایت کا نام وحی
ہے اور خدا اگر اپنے
بندوں سے ہم کلام ہو اور
انکی ہدایت کرنا چاہے تو
قرآن نے اس صورت کی
بھی اس طرح وضاحت کر
دی ہے: ما کان لبشر ان
یکلمه الله الا وحیا او من وراء
حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنه ما
یشاء انه علیّ حکیم.

اور کسی انسان کے لئے یہ بات نہیں
کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر یہ کہ اسپر وحی کر
دے یا پس پردہ سے بات کرے یا کوئی نمایندہ
فرشتہ بھیج دے اور پھر وہ اسکی اجازت سے جو
چاہتا ہے پیغام پہونچا دے کہ وہ یقیناً بلند و بالا اور
صاحب حکمت ہے۔ شوریٰ/۵۱

اور یہیں سے ضرورت وحی کا اثبات
ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وحی کی حقیقت کیا
ہے وحی کسے کہتے ہیں قرآن میں وحی کا کیا تصور
ہے جب تک وحی کی حقیقت واضح نہ ہوگی اسکی
ضرورت کو محسوس نہیں کیا جا سکتا ہے۔

وحی اور اسکے معنی وحی ہدایت کی
مختلف صورتوں میں ایک مشترک صورت ہے
جہاں بھی ہدایت کی ضرورت کا اثبات
ہے وہیں ضرورت وحی بھی ثابت
ہے لغت میں وحی کے مختلف
معنی بیان کئے گئے ہیں
کہیں اسے اشارہ سے
تعبیر کیا گیا ہے کہیں تحریر
کہیں مکتوب تو کہیں
پیغام اور مخفی طور پر کسی چیز
کے اظہار کا نام وحی ہے۔
ہر وہ بات جس میں اشارہ
کے ذریعہ کوئی بات کی گئی ہو
اسے بھی وحی کہا جاتا ہے۔ راغب
اصفہانی نے وحی اس پیغام کو بیان کیا ہے جسکے اندر
اشارہ کے ساتھ سرعت پائی جاتی ہو۔

مفردات راغب ص/۳۱۴

وحی کے معنی کے سلسلہ میں یہ کہا جا سکتا
ہے وحی اس الٰہی پیغام کو کہتے ہیں جو اللہ کی جانب
سے تیزی کے ساتھ مخفی صورت میں یا اشارہ کے
ذریعہ ہدایت کے لئے نازل ہوتا ہے۔

بقول شہید مرتضیٰ مطہری
وحی سے مراد غیب سے انسان

انسانوں کو
ایک ایسے قانون کی ضرورت ہے جو ہر
ایک کو مطمئن کر سکے انسانی سماج کو ایک ایسے
دستور عمل کی ضرورت ہے جس میں ہر انسان کی
ضرورت کو مدنظر رکھا گیا ہو جو پوری کائنات پر لاگو
کیا جا سکتا ہو ہر انسان اسکے سایہ میں تحفظ کا
احساس کرے ہر انسان وجود کی گہرائیوں
سے اسے تسلیم کرے۔

کمال کے لئے وہ پیغام رسانی ہے جو پیغمبروں کے ذریعہ عالم غیب سے انسانوں کے رابطہ کو برقرار کرتی ہے جس کا ماحصل غیب سے ایک ایسا رابطہ ہے جو آئین الٰہی یا کتاب آسمانی کی صورت میں معاشرہ کو ملتا ہے۔ وحی و نبوت شہید مطہری

قرآن میں وحی کا تصور قرآنی مباحث میں ایک اہم بحث یہ ہے کہ وحی کیا ہے اور عالم سفلی سے عالم بالا کے درمیان رابطہ برقرار کرنے میں وحی کا کیا کردار ہے کیا صرف وحی کا فائدہ انسانوں کو ہی پہنچتا ہے یا دیگر مخلوقات بھی اس سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں؟

قرآن نے وحی کو مختلف انداز سے مختلف جگہوں پر بیان کیا ہے اور اسی کو دیکھتے ہوئے علماء نے نفسانی، فطری، طبیعی، تکوینی، شیطانی، انبیاء ورسل کے ذریعہ پیغام، اور الہام کی صورتوں میں اسکی تقسیم کی ہے ان مختلف صورتوں کو مختلف مقامات پر مختلف موجودات پر وحی کی شکل میں دیکھا جا سکتا ہے۔

آسمانوں پر وحی وحی کی ایک شکل تکوینی طور پر اللہ کی جانب سے اپنی مخلوق کو ایسے اشارہ کی صورت میں بیان کی گئی ہے جس کو فطری طور پر جس پر وحی ہو رہی ہے قبول کرتا ہے اور حکم کے مطابق عمل وجود میں آتا ہے یہ مختلف موجودات پر وحی کی وہ صورت ہے جس میں حکم پروردگار بلا واسطہ جس پر وحی ہو رہی ہے اسی سے تکوینی طور پر متعلق ہوتا ہے جیسا کہ [illegible] انوں پر کی جانے والی وحی کو قرآن نے اسی انداز سے بیان کیا ہے:

فقضٰهن سبع سموات فی یومین و اوحی فی کل سمآء امرها و زینا السماء الدنیا بمصابیح و حفظا ذالک تقدیر العزیز العلیم

پھر ان آسمانوں کو دو دن کے اندر سات آسمان بنا دیئے پھر آسمان میں اسکے معاملہ کی وحی کر دی اور ہم نے آسمانوں کو چراغوں سے آراستہ کر دیا اور محفوظ بھی بنا دیا ہے کہ یہ خدائے عزیز و علیم کی مقرر کی ہوئی تقدیر ہے۔ فصلت/۱۲

اس وحی کی علماء نے وحی تکوینی کے طور پر نشاندہی کی ہے۔

(۲) شہد کی مکھی پر وحی وحی کی اس صورت کو قرآن نے شہد کی مکھی پر وحی کو ذکر کر کے اس طرح بیان کیا ہے:

واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا و من الشجر و مما یعرشون

اور تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کو اشارہ دیا کہ پہاڑوں اور درختوں اور گھروں کی بلندیوں پر اپنا گھر بنائے۔ نحل/۶۸

اس وحی کے سلسلہ میں علامہ جوادیؒ فرماتے ہیں: شہد کی مکھی کے لئے یہ ایک فطری اشارہ ہے جو اسکی فطرت میں ودیعت کر دیا گیا ہے۔ ترجمہ تفسیر علامہ جوادی، ص/۵۸۱

مادر موسیٰؑ پر وحی واوحینا الی ام موسی ان ارضعیه فاذا خفت علیه فالقیه

فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک و جاعلوہ من المرسلین

اور ہم نے مادر موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنے بچہ کو دودھ پلاؤ اور اسکے بعد جب اسکی زندگی کا خوف پیدا ہو تو اسے دریا میں ڈال دو اور بالکل ڈرو نہیں اور پریشان نہ ہو کہ ہم اسے تمہاری طرف پلٹا دینے والے اور اسے مرسلین میں قرار دینے والے ہیں۔ قصص/۷

علماء نے اس وحی کو الہام کے طور پر بیان کیا ہے:

اس وحی کو وحی خاصہ بھی کہا جاتا ہے جس کا مطلب الہام ہی ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

و اذ اوحینا الی امک مایوحی

جب ہم نے تمہاری ماں کی طرف ایک خاص وحی کی۔

قوم کی طرف وحی

فخرج علی قومہ من المحراب فاوحی الیھم ان سبحوا بکرۃ و عشیا

اسکے بعد زکریا محراب عبادت سے قوم کی طرف نکلے اور انہیں اشارہ کیا کہ صبح و شام اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے رہو۔

مریم/۱۹

قرآن کی صورت میں وحی

وکذالک اوحینا الیک قرآنا عربیا لتنذر ام القری و من حولھا و تنذر یوم الجمع لا ریب فیہ فریق فی الجنہ و فریق فی السعیر

اور ہم نے اس طرح آپ کی طرف عربی زبان میں قرآن کی وحی بھیجی تا کہ آپ مکہ اور اسکے اطراف والوں کو ڈرائیں اور اس دن سے ڈرائیں جس دن سب کو جمع کیا جائے گا اور انہیں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے اس دن ایک گروہ جنت میں ہوگا ایک جہنم میں۔ شوریٰ/۷

وکذالک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان و لکن جعلنہ نورا

وحی شیطانی قرآن نے جہاں وحی کو ہدایت بشر کا ایک ایسا ذریعہ قرار دیا ہے جس کے بغیر انسان کا کمال ممکن نہیں وہیں اپنی اس ہدایت کو دوسری موجودات کے لئے بھی وحی کے طور پر بیان کرتے ہوئے مختلف صورتوں میں اسکی نشاندہی کرتے ہوئے شیطانی القاءات کو بھی شیطان کے پرستاروں کے لئے شیطانی وحی سے تعبیر کیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم لیجادلوکم و ان اطعتموھم انکم لمشرکون اور شیاطین تو اپنے دوستوں کی طرف خفیہ اشارہ کرتے رہتے ہیں تا کہ یہ لوگ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم لوگوں نے انکی اطاعت کی تو تمہارا شمار بھی مشرکین میں ہو جائے گا۔ انعام/۱۲۱

قرآن کی رو سے وحی کا فائدہ، مقصد اور اسکی ضرورت قرآن کریم نے متعدد مقامات پر وحی کے فوائد، مقصد اور اسکی ضرورت

کو بیان کیا ہے:

انه لقول رسول کریم تکویر/۱۹

یہ اس رسول کا قول ہے جو کریم ہے:

انه لقول فصل طارق/۱۳

یہ حق و باطل میں خط فاصل کھینچنے والا ذکر ہے:

کلا انها تذکرة فمن شاء ذکره

فی صحف مکرمة مرفوعة مطهرة بایدی

سفرة کرام بررة عبس/۱۱

دیکھئے یہ قرآن ایک نصیحت ہے اب جو چاہے وہ قبول کر لے یہ باعزت صحیفوں میں ہے جو بلند و بالا اور پاکیزہ ہیں ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہے جو محترم اور نیک کردار ہیں:

و انه لتنزیل رب العالمین نزل به الروح

الامین علی قلبک لتکون من المنذرین

یہ قرآن عالمین کے رب کی طرف سے نازل ہونے والا ہے اسے جبرئیل امین لے کر نازل ہوئے ہیں یہ آپ کے قلب پر نازل ہوا ہے کہ آپ لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں۔

شعراء/۱۹۴

ان هو الا ذکر و قرآن مبین

یہ تو ایک نصیحت اور کھلا ہوا روشن قرآن ہے۔

یٰس/۶۹

ان هو الا ذکر للعالمین تکویر

ما انزلنا علیک القرآن

لتشقی الا تذکرة لمن یخشی

طٰہٰ/۳،۲

لینذر من کان حیا

و یحق القول علی الکافرین

تاکہ اسکے ذریعہ زندہ افراد کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں اور کفار پر حجت تمام ہو جائے۔

یٰس/۷۰

واورثنا بنی اسرائیل الکتاب

هدی و ذکری لاولی الالباب

اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا ہے جو کتاب مجسمہ ہدایت اور صاحبان عقل کے لئے نصیحت کا سامان تھی۔ غافر/۵۴

وما ارسلنا من قبلک من

رسول الا نوحی الیه انه لا اله الا انا

فاعبدون:

اور ہم نے آپ سے پہلے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس پر وحی کی کہ خدا کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے پس اس کی ہی عبادت کرو۔

انبیاء/۲۵

یلقی الروح من امره علی من

یشاء من عباده لینذر یوم التلاق مومن/۱۵

ولقد بعثنا فی کل امة رسولا

ان اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت

اور ہم نے ہر امت میں رسول اسی لئے بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچ سکو۔

نحل/۳۶

ولو انا اهلکنا هم بعذاب من

قبله لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا

فنتبع آیاتک من قبل ان نذل و نخزی

اگر ہم نے رسول سے پہلے ہی انہیں

عذاب کے ذریعہ ہلاک کر دیا ہوتا تو یہ کہتے کہ پروردگار تو نے ہماری طرف رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے ہی تیری نشانیوں کا اتباع کر لیتے۔ طٰہٰ/۱۳۴

یا اهل الکتاب قد جائکم رسولنا یبین لکم علی فترة من الرسل ان تقولوا ما جائنا من بشیر ولانذیر فقد جائکم بشیر و نذیر والله علی کل شئی قدیر

اے اہل کتاب تمہارے پاس رسولوں کے ایک وقفہ کے بعد ہمارا یہ رسول آیا ہے کہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی بشیر ونذیر نہیں آیا تھا تو یہ لو یہ بشیر ونذیر آگیا ہے اور خدا ہر شئی پر قادر ہے۔ مائدہ/۱۹

رسلا مبشرین و منذرین لئلا یکون للناس علی الله حجة بعد الرسل و کان الله عزیزا حکیما

یہ سارے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے رسول اس لئے بھیجے گئے تاکہ رسولوں کے آنے کے بعد انسانوں کی حجت خدا پر قائم نہ ہونے پائے اور خدا سب پر غالب اور صاحب حکمت ہے۔ نساء/۱۶۵

ان مذکورہ بالا آیات میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وحی جہاں لوگوں کے لئے کہیں ایک نصیحت ہے تو کہیں حق و باطل کے درمیان کے فرق کی بیانگر ہے اور اسکی ضرورت اس لئے ہے کہ لوگوں پر حجت تمام کی جا سکے تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے ہمیں تو کچھ پتہ ہی نہیں تھا لہٰذا کمال کے تمام راستوں کو وحی کی شکل میں بیان کرنے کی ضرورت ہے جس سے معاشرہ میں ایسے دستورات کو پیادہ کیا جا سکے جو انسانی ترقی کے لئے ضروری ہیں ساتھ ہی مقصد وحی بھی واضح ہو جاتا ہے جسے کہیں صرف وحدہ لاشریک کی عبادت کے طور پر تو کہیں طاغوت سے مقابلہ کے عنوان سے قرآن نے ذکر کر کے اسکی ضرورت اور اہمیت کو واضح طور پر ذکر کیا ہے۔

قرآن نے وحی کی ضرورت کے پیش نظر جو گفتگو کی ہے اگر انسان اسی پر غور کر لے تو ضرورت وحی اس پر واضح ہو جاتی ہے۔ یقینا وحی کے بغیر انسان ان کمالات کو حاصل نہیں کر سکتا جو انسان کیلئے ضروری ہیں جنہیں حاصل کر لینے کے بعد ہی وہ اس منزل پر پہونچتا ہے کہ اسے اشرف المخلوقات کہہ کر اس پر فخر کیا جا سکے اور اسی لئے جن لوگوں نے وحی کو پس پشت ڈال کر اسکی پروا نہ کرتے ہوئے اپنے من چاہے طریقہ سے زندگی گزاری وہ تمام دنیا کے جدید ترین آلات استعمال میں لانے کے باوجود بھی اپنی زندگی کو پرسکون نہ بنا سکے اور نہ ہی کوئی مقام حاصل کر سکے بلکہ انہوں نے خود کو اتنا گرا دیا کہ اشرف تو کیا بنتے اسفل سافلین تک پہونچ گئے جنہیں قرآن نے جانوروں سے بھی بدتر کہہ کر خطاب کیا ہے:

سچ ہے اگر سرچشمہ وحی سے انسان نہ جڑے تو اس منزل پر پہونچ جاتا ہے کہ چوپاؤں سے بھی بدتر کہہ کر خطاب کیا جائے۔ ❀❀❀

انبیاءؑ کے مشترکہ اصول

مولانا فیروز علی بنارسی
حوزۂ علمیہ قم

انبیائے کرام اگرچہ زمان، مکان اور مادی وسائل کے اعتبار سے ان کے درمیان فاصلہ تھا؛ لیکن وہ سب کے سب ایک ایسے سرچشمہ اور حقیقت سے وابستہ و پیوستہ تھے جسے مقام نبوت و رسالت کہا جاتا ہے جو انھیں پروردگار عالم کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لئے عطا کیا گیا تھا۔

قرآن مجید نے انبیاء و رسل کی جو تاریخ بیان کی ہے اس کے مطالعہ سے ان حضرات کی حیات طیبہ کے بہت سے نمایاں پہلو اور حقائق کھل کر سامنے آتے ہیں۔ انھیں میں سے ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ انبیائے کرام کے درمیان زمانی اور مکانی فاصلہ کے باوجود کچھ ایسے اصول پائے جاتے ہیں جو ہر ایک کی حیات طیبہ میں حکم فرما ہیں اور انھیں اصول کی روشنی میں وہ اپنے فریضۂ رسالت و تبلیغ کو انجام دیتے تھے اور گمراہیوں کی وادیوں میں بھٹکتے ہوئے انسانوں کو خدائے واحد اور سعادت ابدی کی طرف دعوت دیتے تھے۔

یہاں پر انھیں اصولوں میں سے بعض اہم اصول کو مختصر طور پر بیان کیا جا رہا ہے:

۱۔ انتخاب الٰہی

خداوند عالم نے فرشتوں اور انسانوں میں سے اپنی رسالت کے لئے سب سے برتر اور بالاتر شخصیتوں کا انتخاب کیا۔ ایسے افراد جو ہر قسم کی سرکشی، بغاوت اور کفر و شرک کی آلودگیوں سے پاک و پاکیزہ تھے جس کے نتیجہ میں وہ نبوت و رسالت کے رفیع و مقدس مرتبہ پر فائز ہونے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ صرف ذات پروردگار ہی ایسے افراد سے آگاہ تھی جس نے انھیں اس مقام کے لئے منتخب فرمایا: **اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ** یعنی خدا بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دے۔ انعام/۱۲۴

۲۔ وحدت و یکجہتی

انبیاء، خدا کے منتخب بندے ہیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے رفتار، گفتار اور کردار میں وحدت و ہماہنگی پائی جائے۔ خدا کا ہر نبی انسانوں

کو خدا، نبوت، قیامت پر ایمان کی دعوت دیتا رہا اور انھیں کفر، شرک اور خدا کی نافرمانی سے ڈراتا رہا۔ سب کا ایک ہی نعرہ تھا: ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت۔ یعنی صرف اور صرف خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت و بندگی کرو اور ہر قسم کے ظاہری اور باطنی طاغوت سے دوری کرو۔ انبیاء/۲۵

۳۔قوم کی همزبانی

ہر نبی اپنی قوم کی زبان میں ان سے بات کرتا ہے: و ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ۔ یعنی ہم نے ہر نبی کو اس کی قوم کی زبان میں بھیجا، تا کہ قوم والے اس کی زبان سمجھ سکیں اور وہ ان کی زبان اور ثقافت سے آگاہ ہو۔

ابراہیم/۴

٤۔آیات و معجزات

ہر نبی اپنی نبوت کے اثبات اور اتمام حجت کے لئے آیات الٰہی، معجزات آسمانی کتابیں اور میزان کی نشان دہی کرتا ہے۔ و لقد ارسلنا رسلنا بالبینات و انزلنا معھم الکتاب و المیزان لیقوم الناس بالقسط... بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا ہے تا کہ لوگ انصاف کے ساتھ قیام کریں اور ہم نے لوہے کو بھی نازل کیا ہے جس میں شدید جنگ کا سامان اور بہت سے دوسرے منافع بھی ہیں اور اس لئے کہ خدا یہ دیکھے کہ کون ہے جو بغیر دیکھے اس کی اور اس کے رسول کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑا صاحب قوت اور صاحب عزت ہے۔ حدید/۲۵

اس آیہ مبارکہ کی روشنی میں انبیائے کرام کے ایک ہاتھ میں کتاب الٰہی کی صورت میں چراغ ہدایت ہوتا ہے اور دوسرے ہاتھ میں اسلحہ تا کہ اگر کوئی سر پھرا اور سرکش انسان اس چراغ دین و ہدایت کو بجھانے کی ناکام کوششیں کرنا چاہے تو انبیاء اس الٰہی اسلحہ کے ذریعہ اس کی کوششوں کو ناکام بنا سکیں۔ انبیاء کرام کا اصل مقصد انسانوں کو شرک، کفر اور خدا کی نافرمانی کی تاریک وادیوں سے نکال کر نور توحید کی طرف لے جانا تھا لہٰذا وہ اس مقصد تک پہونچنے کے لئے ہر بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکرانے کے لئے تیار رہتے تھے۔

۵۔وحی کے دریافت کرنے اور پهنچانے میں عصمت

فرشتہ وحی کے ذریعہ خدا کے پیغام کو دریافت کرنا اور اس میں بغیر کسی کمی یا زیادتی کے اسے انسانوں تک پہنچانے میں ہر قسم کی خطا و نسیان سے پاک و پاکیزہ اور معصوم ہونا، ایک ایسا قانون ہے جو ہر نبی کے لئے ضروری ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نبی کی کسی بات کا کوئی اعتبار نہ رہ جاتا۔ ارشاد ہوتا ہے: وما کان لنبی ان یغل... الخ کسی نبی کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ خیانت کرے... آل عمران/۱۶۱

نبوت و رسالت ایک ایسا خدائی عہدہ ہے جس پر فائز ہونے والا گناہ کے باطن کو دیکھتا ہے اور کبھی بھی

اپنے آپ کو اس سے آلودہ نہیں کرتا۔ جو شخص اپنی با بصیرت آنکھوں سے گناہ اور خدا کی نافرمانی کے زہریلے باطن کا مشاہدہ کرتا ہے وہ اس کے قریب بھی نہیں جاتا۔

۶۔توحید اور تقوائے الٰہی کی دعوت

اللہ کے بھیجے ہوئے نبیوں کی تبلیغ کا دو اہم محور ہے: ایک توحید پروردگار، دوسرے تقوائے الٰہی۔ انسان ایک مسافر ہے جس کی منزل لقاء پروردگار ہے۔ اگر وہ اس پرخطر سفر میں انبیاءؑ کی پیروی کرتے ہوئے ان کے بتائے ہوئے راستہ پر چلتا ہے تو صراط مستقیم پر گامزن ہے اور نجات پائے گا اور اگر خدائی نمائندوں کی باتوں کی مخالفت کر کے ان کے راستہ سے ہٹا تو شیطان کے جال میں پھنس جائے گا اور عذاب پروردگار کا مستحق ہو جائے گا۔

اس پرخطر راستہ اور سفر کی بہترین سواری توحید و محبت پروردگار ہے اور سب سے زیادہ فائدہ مند زاد راہ تقویٰ ہے تـزودوا فـان خیر الزاد التقوی اپنے لئے زاد راہ فراہم کرو کہ بہترین زاد راہ تقویٰ ہے۔ بقرہ/۱۹۷

۷۔ خاص میثاق پروردگار

انبیائے کرام نے سارے انسانوں کی طرح بارگاہ الٰہی میں وعدہ کیا ہے کہ وہ صرف اللہ کے بندے رہیں، اس کے علاوہ انھوں نے ایک اور بھی عہد کیا ہے کہ وہ وحی و رسالت پر دوسروں سے زیادہ ایمان و اعتقاد رکھیں اور اس رسالت الٰہیہ کو انسانوں تک پہونچانے میں ثابت قدم رہیں اور کفر و شرک کے مقابلہ میں کبھی بھی خاموش نہ بیٹھیں: و اذ اخـذ الـلـه میثاق النبیین لما آتیناکم من کتاب و حکمة... اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے تمام انبیاءؑ سے عہد لیا کہ تم کو جو کتاب و حکمت دے رہے ہیں اس کے بعد جب وہ رسول آجائے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے تو تم سب اس پر ایمان لے آنا اور اس کی مدد کرنا اور پھر کیا تم نے ان باتوں کا اقرار کر لیا اور ہمارے عہد کو قبول کر لیا تو سب نے کہا بیشک ہم نے اقرار کر لیا۔ ارشاد ہوا کہ اب تم سب گواہ بھی رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ آل عمران/۸۱

۸۔ خود بینی سے پرہیز

خود بینی اور نفس پرستی درحقیقت ہوا پرستی ہے۔ انبیائے کرام کی ایک اہم ہدایت انسانوں کو ہوا پرستی اور خواہشات نفس کی پیروی سے روکنا ہے لہٰذا وہ کبھی بھی لوگوں کو اپنی طرف دعوت نہیں دیتے بلکہ سب کو خدا کی طرف بلاتے اور اسی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں: مـــا کـــان لبشـر ان یؤتیـه الـلـه الکتاب و الحکم و النبوة ثم یقول للناس کونوا عبادا لی... الخ کسی بشر کے لئے مناسب نہیں ہے کہ خدا اسے کتاب و حکمت اور نبوت عطا کر دے اور پھر وہ لوگوں سے یہ کہنے لگے کہ خدا کو چھوڑ کر ہمارے بندے بن جاؤ۔ بلکہ اس کا قول یہی ہوتا ہے کہ اللہ والے بنو کہ تم کتاب کی تعلیم بھی دیتے ہو اور

اسے پڑھتے بھی رہتے ہو۔ آل عمران/ ۷۹

۹۔آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا

دنیا دار فنا اور آخرت دار بقا ہے۔ انسان مسافر ہے، دنیا مسافر خانہ اور منزل، آخرت ہے۔ جہاں خدا نے اپنے مومن بندوں کے لئے جنت جیسی عظیم نعمت کا انتظام کر رکھا ہے۔ انبیاءؑ کا کام یہ ہے کہ وہ انسانوں کو بتائیں کہ وہ کس طرح اس سفر کو صحیح و سالم طریقے سے طے کریں کہ اس عظیم انعام الٰہی کو حاصل کر سکیں۔ لہذا کسی بھی نبی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ مادی اور دنیاوی مسائل کو خدائی اور اخروی مسائل پر ترجیح دے۔ بلکہ اس کی ذمہ داری ہے کہ ہر حال میں آخرت کو دنیا پر مقدم رکھے: ماکان لنبی ان یکون له اسریٰ حتیٰ... الخ کسی نبی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ قیدی بنا کر رکھے جب تک زمین میں جہاد کی سختیوں کا سامنا نہ کرے۔ تم لوگ صرف مال دنیا چاہتے ہو جبکہ خدا آخرت چاہتا ہے اور وہی صاحب عزت و حکمت ہے۔ انفال/ ۶۷

۱۰۔ جہل و نادانی کا خاتمہ

جہل، نادانی اور اندھی تقلید سے مقابلہ کرنا ہر نبی کا ایک ثابت اصول اور سیرت ہے: کذلک ما ارسلنا من قبلک فی قریة من نذیر الا قال مترفوها... الخ اور اسی طرح ہم نے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس بستی کے خوش حال لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم ان ہی کے نقش قدم کی پیروی کرنے والے ہیں۔ زخرف/ ۲۳، ۲۴

اسی طرح انسانوں کو عقل و برہان کی طرف دعوت دینا اور انھیں وہم و گمان سے پرہیز کی تشویق کرنا انبیائے الٰہی کا ایک مشترک قانون ہے: قل انی علیٰ... الخ کہہ دیجئے کہ میں پروردگار کی طرف سے کھلی ہوئی دلیل رکھتا ہوں۔ انعام/ ۵۷، یوسف/ ۱۰۸

آپ کہہ دیجئے کہ یہی میرا راستہ ہے کہ میں بصیرت کے ساتھ خدا کی طرف دعوت دیتا ہوں اور میرے ساتھ میرا اتباع کرنے والا بھی ہے۔

۱۱۔ وحدت کی دعوت

وحدت و یکجہتی کی دعوت اور آپسی اختلافات کو ختم کرنا انبیائے خدا کا ایک اہم کام ہے: انزل معهم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیه... الخ اور ان کے ساتھ برحق کتاب نازل کی تاکہ لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ کریں... بقرہ/ ۲۱۳

۱۲۔ انسانوں کے لئے رحمت

انبیاءؑ، رحمت الٰہی اور لطف و کرم پروردگار کا مظہر ہیں۔ وہ انسانوں سے عذاب کو دور کرنے کی راہ میں دو طرح سے کوشش کرتے ہیں: بعض قضا و قدر کے معین ہونے کے مرحلہ میں عذاب کے معین ہونے سے روکتے ہیں، اور بعض دوسرے عذاب کے فراہم شدہ مواقع کو دور کرتے ہیں۔ خدا کی رحمت خاص یہ ہے کہ اسکی ہدایت کے سایہ میں کوئی بھی گناہ و نافرمانی میں مبتلا نہ ہو اور اگر کوئی شخص ایمان لانے کے بعد مرتکب گناہ ہو گیا ہے تو دوبارہ خدا

انبیاؑ کے مشترکہ اصول

مولانا فیروز علی بنارسی
حوزۂ علمیہ قم

انبیاؑ ئے کرام اگرچہ زمان، مکان اور مادی وسائل کے اعتبار سے ان کے درمیان فاصلہ تھا؛ لیکن وہ سب کے سب ایک ایسے سرچشمہ اور حقیقت سے وابستہ و پیوستہ تھے جسے مقام نبوت و رسالت کہا جاتا ہے جو انھیں پروردگار عالم کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لئے عطا کیا گیا تھا۔

قرآن مجید نے انبیاء و رسلؑ کی جو تاریخ بیان کی ہے اس کے مطالعہ سے ان حضرات کی حیات طیبہ کے بہت سے نمایاں پہلو اور حقائق کھل کر سامنے آتے ہیں۔ انھیں میں سے ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ انبیائے کرام کے درمیان زمانی اور مکانی فاصلہ کے باوجود کچھ ایسے اصول پائے جاتے ہیں جو ہر ایک کی حیات طیبہ میں حکم فرما ہیں اور انھیں اصول کی روشنی میں وہ اپنے فریضۂ رسالت و تبلیغ کو انجام دیتے تھے اور گمراہیوں کی وادیوں میں بھٹکتے ہوئے انسانوں کو خدائے واحد اور عبادت ابدی کی طرف دعوت دیتے تھے۔

یہاں پر انھیں اصولوں میں سے بعض اہم اصول کو مختصر طور پر بیان کیا جا رہا ہے:

۱۔ انتخاب الٰهی

خداوند عالم نے فرشتوں اور انسانوں میں سے اپنی رسالت کے لئے سب سے برتر اور بالاتر شخصیتوں کا انتخاب کیا۔ ایسے افراد جو ہر قسم کی سرکشی، بغاوت اور کفر و شرک کی آلودگیوں سے پاک و پاکیزہ تھے جس کے نتیجہ میں وہ نبوت و رسالت کے رفیع و مقدس مرتبہ پر فائز ہونے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ صرف ذات پروردگار ہی ایسے افراد سے آگاہ تھی جس نے انھیں اس مقام کے لئے منتخب فرمایا: اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ یعنی خدا بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دے۔ انعام/۱۲۴

۲۔ وحدت و یکجہتی

انبیاؑ، خدا کے منتخب بندے ہیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے رفتار، گفتار اور کردار میں وحدت و ہماہنگی پائی جائے۔ خدا کا ہر نبی انسانوں

کو خدا، نبوت، قیامت پر ایمان کی دعوت دیتا رہا اور انھیں کفر، شرک اور خدا کی نافرمانی سے ڈراتا رہا۔ سب کا ایک ہی نعرہ تھا: ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت۔ یعنی صرف اور صرف خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت و بندگی کرو اور ہر قسم کے ظاہری اور باطنی طاغوت سے دوری کرو۔ انبیا ۲۵/

۳.قوم کی همزبانی

ہر نبی اپنی قوم کی زبان میں ان سے بات کرتا ہے: و ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه۔ یعنی ہم نے ہر نبی کو اس کی قوم کی زبان میں بھیجا، تاکہ قوم والے اس کی زبان سمجھ سکیں اور وہ ان کی زبان اور ثقافت سے آگاہ ہو۔

ابراہیم/۴

٤.آیات و معجزات

ہر نبی اپنی نبوت کے اثبات اور اتمام حجت کے لئے آیات الٰہی، معجزات آسمانی کتابیں اور میزان کی نشان دہی کرتا ہے۔ و لقد ارسلنا رسلنا بالبینات و انزلنا معهم الکتاب و المیزان لیقوم الناس بالقسط... بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا ہے تاکہ لوگ انصاف کے ساتھ قیام کریں اور ہم نے لوہے کو بھی نازل کیا ہے جس میں شدید جنگ کا سامان اور بہت سے دوسرے منافع بھی ہیں اور اس لئے کہ خدا یہ دیکھے کہ کون ہے جو بغیر دیکھے اس کی اور اس کے رسول کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑا صاحب قوت اور صاحب عزت ہے۔ حدید/۲۵

اس آیہ مبارکہ کی روشنی میں انبیائے کرام کے ایک ہاتھ میں کتاب الٰہی کی صورت میں چراغ ہدایت ہوتا ہے اور دوسرے ہاتھ میں اسلحہ تاکہ اگر کوئی سرپھرا اور سرکش انسان اس چراغ دین و ہدایت کو بجھانے کی ناکام کوششیں کرنا چاہے تو انبیاءؑ اس الٰہی اسلحہ کے ذریعہ اس کی کوششوں کو ناکام بنا سکیں۔ انبیاءؑ کرام کا اصل مقصد انسانوں کو شرک، کفر اور خدا کی نافرمانی کی تاریک وادیوں سے نکال کر نور توحید کی طرف لے جانا تھا لہٰذا وہ اس مقصد تک پہونچنے کے لئے ہر بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکرانے کے لئے تیار رہتے تھے۔

۵.وحی کے دریافت کرنے اور پہنچانے میں عصمت

فرشتہ وحی کے ذریعہ خدا کے پیغام کو دریافت کرنا اور اس میں بغیر کسی کمی یا زیادتی کے اسے انسانوں تک پہنچانے میں ہر قسم کی خطا و نسیان سے پاک و پاکیزہ اور معصوم ہونا، ایک ایسا قانون ہے جو ہر نبی کے لئے ضروری ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نبی کی کسی بات کا کوئی اعتبار نہ رہ جاتا۔ ارشاد ہوتا ہے: وما کان لنبی ان یغل... الخ کسی نبی کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ خیانت کرے... آل عمران/۱۶۱

نبوت و رسالت ایک ایسا خدائی عہدہ ہے جس پر فائز ہونے والا انسان گناہ کے باطن کو دیکھتا ہے اور کبھی بھی

اپنے آپ کو اس سے آلودہ نہیں کرتا ۔ جو شخص اپنی با بصیرت آنکھوں سے گناہ اور خدا کی نافرمانی کے زہریلے باطن کا مشاہدہ کرتا ہے وہ اس کے قریب بھی نہیں جاتا ۔

۶۔ توحید اور تقوائے الٰہی کی دعوت

اللہ کے بھیجے ہوئے نبیوں کی تبلیغ کا دو اہم محور ہے : ایک توحید پروردگار، دوسرے تقوائے الٰہی ۔ انسان ایک مسافر ہے جس کی منزل لقاء پروردگار ہے ۔ اگر وہ اس پرخطر سفر میں انبیاءؑ کی پیروی کرتے ہوئے ان کے بتائے ہوئے راستہ پر چلتا ہے تو صراط مستقیم پر گامزن ہے اور نجات پائے گا اور اگر خدائی نمائندوں کی باتوں کی مخالفت کر کے ان کے راستہ سے ہٹا تو شیطان کے جال میں پھنس جائے گا اور عذاب پروردگار کا مستحق ہو جائے گا۔

اس پرخطر راستہ اور سفر کی بہترین سواری توحید و محبت پروردگار ہے اور سب سے زیادہ فائدہ مند زادراہ تقویٰ ہے تزودوا فان خیر الزاد التقوی اپنے لئے زادراہ فراہم کرو کہ بہترین زادراہ تقویٰ ہے۔ بقرہ/۱۹۷

۷۔ خاص میثاق پروردگار

انبیائے کرام نے سارے انسانوں کی طرح بارگاہ الٰہی میں وعدہ کیا ہے کہ وہ صرف اللہ کے بندے رہیں، اس کے علاوہ انھوں نے ایک اور بھی عہد کیا ہے کہ وہ وحی و رسالت پر دوسروں سے زیادہ ایمان و اعتقاد رکھیں اور اس رسالت الٰہیہ کو انسانوں تک پہونچانے میں ثابت قدم رہیں اور کفر و شرک کے مقابلہ میں کبھی بھی خاموش نہ بیٹھیں: و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیناکم من کتاب و حکمۃ ... اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے تمام انبیاءؑ سے عہد لیا کہ تم کو جو کتاب و حکمت دے رہے ہیں اس کے بعد جب وہ رسول آجائے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے تو تم سب اس پر ایمان لے آنا اور اس کی مدد کرنا اور پھر کیا تم نے ان باتوں کا اقرار کر لیا اور ہمارے عہد کو قبول کر لیا تو سب نے کہا بیشک ہم نے اقرار کر لیا ۔ ارشاد ہوا کہ اب تم سب گواہ بھی رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں ۔ آل عمران/۸۱

۸۔ خود بینی سے پرہیز

خود بینی اور شخص پرستی درحقیقت ہوا پرستی ہے ۔ انبیائے کرام کی ایک اہم ہدایت انسانوں کو ہوا پرستی اور خواہشات نفس کی پیروی سے روکنا ہے لہٰذا وہ کبھی بھی لوگوں کو اپنی طرف دعوت نہیں دیتے بلکہ سب کو خدا کی طرف بلاتے اور اسی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں: ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب و الحکم و النبوۃ ثم یقول للناس کونوا عباداً لی ... الخ کسی بشر کے لئے مناسب نہیں ہے کہ خدا اسے کتاب و حکمت اور نبوت عطا کر دے اور پھر وہ لوگوں سے یہ کہنے لگے کہ خدا کو چھوڑ کر ہمارے بندے بن جاؤ ۔ بلکہ اس کا قول یہی ہوتا ہے کہ اللہ والے بنو کہ تم کتاب کی تعلیم بھی دیتے ہو اور

اسے پڑھتے بھی رہتے ہو۔ آل عمران/ ۷۹

۹.آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا

دنیا دارفنا اور آخرت دار بقا ہے۔انسان مسافر ہے، دنیا مسافر خانہ اور منزل، آخرت ہے۔ جہاں خدا نے اپنے مومن بندوں کے لئے جنت جیسی عظیم نعمت کا انتظام کر رکھا ہے۔انبیاءؑ کا کام یہ ہے کہ وہ انسانوں کو بتائیں کہ وہ کس طرح اس سفر کو صحیح وسالم طریقے سے طے کریں کہ اس عظیم انعام الٰہی کو حاصل کرسکیں۔لہٰذا کسی بھی نبی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ مادی اور دنیاوی مسائل کو خدائی اور اخروی مسائل پر ترجیح دے۔بلکہ اس کی ذمہ داری ہے کہ ہر حال میں آخرت کو دنیا پر مقدم رکھے: ماکان لنبی ان یکون له اسریٰ حتیٰ...الخ کسی نبی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ قیدی بنا کر رکھے جب تک زمین میں جہاد کی سختیوں کا سامنا نہ کرے۔تم لوگ صرف مال دنیا چاہتے ہو جبکہ خدا آخرت چاہتا ہے اور وہی صاحب عزت و حکمت ہے۔ انفال/ ۶۷

۱۰. جہل و نادانی کا خاتمہ

جہل، نادانی اور اندھی تقلید سے مقابلہ کرنا ہر نبی کا ایک ثابت اصول اور سیرت ہے: کـذلک مـا ارسـلـنـا من قبلک فی قریة من نـذیـر الا قـال مترفوھا...الخ اور اسی طرح ہم نے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس بستی کے خوش حال لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم ان ہی کے نقش قدم کی پیروی کرنے والے ہیں۔ زخرف/ ۲۳،۲۴

اسی طرح انسانوں کو عقل و برہان کی طرف دعوت دینا اور انھیں وہم وگمان سے پرہیز کی تشویق کرنا انبیائے الٰہی کا ایک مشترک قانون ہے: قـل انـی عـلـیٰ...الخ کہہ دیجئے کہ میں پروردگار کی طرف سے کھلی ہوئی دلیل رکھتا ہوں۔

انعام/ ۵۷، یوسف/ ۱۰۸

آپ کہہ دیجئے کہ یہی میرا راستہ ہے کہ میں بصیرت کے ساتھ خدا کی طرف دعوت دیتا ہوں اور میرے ساتھ میرا اتباع کرنے والا بھی ہے۔

۱۱. وحدت کی دعوت

وحدت و یکجہتی کی دعوت اور آپسی اختلافات کو ختم کرنا انبیائے خدا کا ایک اہم کام ہے: انـزل مـعـهـم الکتاب بالحق لیحکم بیـن الـنـاس فیما اختلفوا فیه...الخ اور ان کے ساتھ برحق کتاب نازل کی تاکہ لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ کریں... بقرہ/ ۲۱۳

۱۲. انسانوں کے لئے رحمت

انبیاءؑ، رحمت الٰہی اور لطف وکرم پروردگار کا مظہر ہیں۔وہ انسانوں سے عذاب کو دور کرنے کی راہ میں دو طرح سے کوشش کرتے ہیں: بعض قضا وقدر کے معین ہونے کے مرحلہ میں عذاب کے معین ہونے سے روکتے ہیں، اور بعض دوسرے عذاب کے فراہم شدہ مواقع کو دور کرتے ہیں۔ خدا کی رحمت خاص یہ ہے کہ اسکی ہدایت کے سایہ میں کوئی بھی گناہ و نافرمانی میں مبتلا نہ ہو اور اگر کوئی شخص ایمان لانے کے بعد مرتکب گناہ ہو گیا ہے تو دوبارہ خدا

کی رحمت خاص میں شامل ہو سکتا ہو۔

۱۳۔ اجرت کے بغیر خدمت

ہر انسان اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ وہ ایک مناسب اور اچھا شغل و منصب حاصل کر لے اور اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکے۔ لیکن نبوت ایک ایسا منصب ہے جس پر فائز ہونے والا کسی مادی توقع کے بغیر طرح طرح کے مصائب و آلام اور زحمات اٹھا کر انسانوں کو راہ راست کی طرف دعوت دیتا ہے اور اس کا نعرہ یہی ہوتا ہے: و ما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علیٰ رب العالمین "اور میں اس تبلیغ کی کوئی اجرت نہیں چاہتا ہوں، میری اجرت تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔" شعراء/۱۰۹

۱۴۔ صرف خوف پروردگار

انبیائے کرام کا ایک مشترک اصول یہ ہے کہ وہ بندگان خدا تک خدا کا پیغام پہنچانے کی راہ میں بڑی سے بڑی مشکلات اور سخت سے سخت حالات کا مقابلہ کرتے ہیں اور خدا کے علاوہ کسی دوسری چیز سے ذرہ برابر بھی خوف زدہ نہیں ہوتے بلکہ اسے خاطر میں بھی نہیں لاتے: الذین یبلغون رسالات اللہ و یخشونہ و لا یخشون احداً الا اللہ و کفی باللہ حسیباً "وہ لوگ جو اللہ کے پیغام کو پہونچاتے ہیں اور دل میں اس کا خوف رکھتے ہیں اور اس کے علاوہ کسی سے بھی نہیں ڈرتے ہیں اور اللہ حساب کرنے کے لئے کافی ہے۔" احزاب/۳۹

۱۵۔ محرومین کا احترام

جب بھی کوئی نبی مبعوث ہوتا تھا اور وہ لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا تھا تو جو لوگ سب سے پہلے اسکی دعوت پر لبیک کہتے تھے وہ قوم کے پسماندہ اور ستم دیدہ افراد ہوتے تھے اور ایمان ان کے اندر ایک ایسی طاقت پیدا کر دیتا تھا کہ جو لوگ کل تک مالداروں اور ظالموں کو نظر اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے آج وہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بزرگان قوم انبیاء کی خدمت میں آکر ان سے کہتے تھے کہ ان محروموں اور پسماندہ لوگوں کو اپنے آپ سے دور کر دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ انبیائے الٰہی ان کے جواب میں فرماتے تھے: ہم کبھی بھی ان محروم صاحبان ایمان کو اپنے آپ سے دور نہیں کر سکتے: و ما انا بطارد الذین آمنوا انھم ملاقوا ربھم و لکنی اراکم قوما تجھلون "اور میں صاحبان ایمان کو نکال بھی نہیں سکتا ہوں کہ وہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ البتہ میں تم کو ایک جاہل قوم تصور کر رہا ہوں۔" ہود/۲۹

> نبوت و رسالت ایک ایسا خدائی عہدہ ہے جس پر فائز ہونے والا گناہ کے باطن کو دیکھتا ہے اور کبھی بھی اپنے آپ کو اس سے آلودہ نہیں کرتا۔ جو شخص اپنی با بصیرت آنکھوں سے گناہ اور خدا کی نافرمانی کے زہریلے باطن کا مشاہدہ کرتا ہے وہ اس کے قریب بھی نہیں جاتا۔

❀❀❀

صفات انبیاء اور قرآن

مولانا سید عباس مہدی حسنی
حوزۂ علمیہ، قم

بے شک قرآن تمام انسانوں کے لئے سرچشمۂ ہدایت بن کر نازل ہوا۔ اب یہ اور بات ہے کہ اس کے ماننے والوں نے اسے اس طرح سے نہیں مانا کہ جیسا ماننے کا حق تھا اور خدا ورسولؐ نے جیسا ماننے کا حکم دیا تھا اسی وجہ سے مسائل حیات الجھنے لگے اور کامیابی وسعادت کے بجائے ناکامی اور شقاوت اس کا مقدر بن گئی جب کہ قرآن نے زندگی کے ہر شعبہ کے لئے انبیاءؑ اور اولیا کو بطور نمونہ عمل پیش کیا اور ان کے صفات وکمالات بھی بیان کر دیے تاکہ انسان کمالات کی منزلیں آسانی سے طے کر سکے موجودہ مضمون میں انبیاءؑ کے بعض صفات کو بیان کرنا مقصود ہے۔

اخلاق وادب: انبیاء علیہم السلام کا طریقہ یہ تھا کہ وہ لوگوں سے مؤدبانہ انداز میں گفتگو کرتے اور ملتے تھے اپنے مخالفین کے توہین آمیز کلمات کے مقابلہ میں بھی کبھی بے ہودہ اور قبیح قسم کے الفاظ زبان پر نہ لاتے تھے مثلاً جب حضرت ہودؑ سے ان کے مخالفین کہتے ہیں کہ "ہم تمہارے بارے میں صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارے خداؤں میں سے کسی نے آپ کو دیوانہ بنا دیا ہے۔" تو جناب ہودؑ ان کا جواب اس طرح دیتے ہیں: "قال انی اشهد الله واشهدانی بری مما تشرکون" ہود/۵۴

میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا کہ میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔ جب حضرت شعیبؑ کو ان کے دشمن جھوٹا اور احمق کہتے ہیں "قال الملأ الذین کفروا من قومه انا لنراک فی سفاهة وانا لنظنک من الکاذبین" اعراف/۶۶

تو اس کا جواب آپ بڑے مؤدبانہ انداز میں اس طرح دیتے ہیں "قال یا قوم لیس بی سفاهة ولکنی رسول من رب العالمین ابلغکم رسالات ربی وانا لکم ناصح امین" اعراف/۶۷، ۶۸

یعنی مجھ میں حماقت نہیں ہے بلکہ میں رب العالمین کی

طرف سے فرستادہ رسول ہوں۔

عفوودرگذشت: سماجی تعلقات اور روابط میں عفوودرگذشت سے بہتر کوئی صفت نہیں ہے عفوودرگذر سے کینوں میں کمی اور محبتوں میں اضافہ ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں معاشرہ منسجم اور پرامن ہوجاتا ہے۔ جناب یوسف کے واقعہ میں ملتا ہے کہ ان کے بھائی ان کے قتل کرنے پر بھی تیار ہوگئے تھے اگر لطف خدا ان کے شامل حال نہ ہوتا تو بچ پانا بہت مشکل تھا۔ ایک وقت وہ آتا ہے کہ جب حضرت یوسف بادشاہ مصر کی طرف سے قدرت واختیارات کے مالک بنتے ہیں اور ان بھائی محتاجی اور پریشانی کے عالم میں ان کے پاس آکر کہتے ہیں: "قالو اتاللہ آثرک اللہ علینا وان کنا لخاطئین" یوسف/۹۱

خدا کی قسم اللہ نے آپ کو فضیلت اور امتیاز عطا کیا ہے اور ہم سب تو خطا کار تھے۔ جناب یوسف اپنے بھائیوں سے انتقام لینے کے بجائے فرماتے ہیں: "لاتثریب علیکم الیوم" یعنی آج تمہارے اوپر کوئی الزام نہیں ہے خدا تمہیں معاف کردے گا کہ وہ بڑا رحم کرنے والا ہے جب آپ مدتوں کے بعد اپنے والد جناب یعقوبؑ سے ملاقات کرتے ہیں تو صرف قید خانے کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "قداحسن بی اذا خرجنی من السجن" یوسف/۱۰۰

یعنی اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید خانے سے نکال دیا۔ پیغمبر اکرمؐ بھی فتح مکہ میں جب دشمنوں پر غلبہ پاتے ہیں تو بقول ابن عباسؓ آپ خانۂ کعبہ کے پاس آتے ہیں اور اس کی زنجیر پکڑ کر لوگوں سے اس طرح مخاطب ہوتے ہیں اے گروہ قریش میں تمہارے سلسلہ میں کیا فرمان جاری کروں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم آپ سے فقط خیر کی امید رکھتے ہیں تو پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میں تمہارے بارے میں وہی کہوں گا جو میرے بھائی یوسف نے اپنے بھائیوں پر غالب آنے کے بعد کہا تھا "لاتثریب علیکم الیوم" یعنی آج تمہارے اوپر کوئی الزام نہیں ہے۔ تفسیر قرطبی، ج/۵، ص/۴۲

صبرو پائیداری: صبرو استقامت بھی ایک اخلاقی صفت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے اندر ایسی استقامت پیدا کرے کہ جس کے ذریعہ اپنے نفس پر کنٹرول پیدا کرسکے لہٰذا صابرین انہیں کہا جائے گا جو مصائب میں پائیدار اور مصائب ومشکلات ان کے پیروں میں لغزش پیدا نہ کرسکیں قرآن میں سب سے زیادہ اس اخلاقی صفت کی تاکید کی گئی ہے اور ستر سے زیادہ آیتوں میں اس کا ذکر ہے اور اس کے لئے بے حساب اجر وثواب بیان کیا گیا ہے: "انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب" زمر/۱۰

انبیاء علیہم السلام کی ایک صفت صبرو استقامت ہے وہ مصیبتوں اور پریشانیوں میں انتہائی صبر سے کام لیتے ہیں۔ حضرت نوحؑ اپنی قوم کی اذیتوں کے باوجود ۹۵۰ سال تک انہیں راہ حق کی دعوت دیتے رہے جس کے نتیجہ میں

صرف چند افراد ہی ایمان لائے۔ "وما آمن معہ الا قلیل" ہود/۴۰

جبکہ آپ نے ان کی ہدایت میں کسی طرح کی کوئی کمی نہ کی: "قال رب انی دعوت قومی لیلاً ونہاراً... "پروردگارا! میں نے اپنی قوم کو دن میں بھی بلایا رات میں بھی، پھر بھی میری دعوت کا کوئی اثر سوائے اس کے نہ ہوا کہ انھوں نے فرار اختیار کی۔ قرآن نبی اکرمؐ سے فرماتا ہے کہ مخالفین نے گذشتہ انبیاء کو بہت اذیتیں دیں لیکن انھوں نے صبر واستقامت سے کام لیا: "ولقد کذبت رسل من قبلک فصبروا علی ما کذبوا واوذوا حتی اتاھم نصرنا...." انعام/۳۴

یعنی آپ سے پہلے والے رسولوں کو بھی جھٹلایا گیا تو انھوں نے اس تکذیب اور اذیت پر صبر کیا یہاں تک کہ ہماری مدد آ گئی۔

مساوات اور احترام: انبیاء علیہم السلام لوگوں کے حقوق کا احترام کرتے اور ان کے ساتھ مساوات برتتے تھے۔ امیر غریب، قوی ضعیف، چھوٹا بڑا، مرد عورت، آزاد غلام، حاکم محکوم، بادشاہ اور رعایا کے درمیان کوئی فرق نہ رکھتے تھے مثلاً جناب نوحؑ کی اپنی قوم سے مؤدبانہ گفتگو کو قرآن نقل کرتے ہوئے اس طرح گویا ہوتا ہے:

انھوں نے جواب دیا کہ اے قوم تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل رکھتا ہوں اور وہ مجھے اپنی طرف سے وہ رحمت عطا کردے جو تمہیں دکھائی نہ دے تو کیا میں ناگواری کے باوجود زبردستی تمہارے اوپر لاد سکتا ہوں۔" ہود/۲۸

جناب ذوالقرنین سفر میں اچھے اور برے لوگوں کے ایک گروہ سے ملتے جلتے ہیں تو پروردگار ان سے سوال کرتا ہے کہ تم ان کی سزا چاہتے ہو یا کسی نیک راستے کا انتخاب کرنا چاہتے ہو؟ تو آپ نے ایسا جواب دیا کہ جس میں دوسروں کے احترام کی جھلک اچھی طرح دکھائی دیتی ہے آپ نے فرمایا کہ اہل ستم کو سزا ملے اور صاحبان ایمان وعمل ماجور ہوں۔

مذکورہ صفات کے علاوہ بھی انبیاء کے دیگر بہت سے صفات جیسے زہد، صداقت، امانت، سخاوت، عبادت، ولایت اور تسلیم و رضا کو قرآن نے متعدد مقامات پہ بیان کیا ہے۔

ہم خدا سے یہی دعا کرتے ہیں کہ ہمیں انبیاء اور اوصیاء کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے ان کے صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق کرامت فرمائے۔ (آمین) ❀❀❀

بزم مقالات

موضوع: ہندوستان میں شیعہ مدارس کی تاریخ

وصول ہونے کے آخری تاریخ: ۳۱ ؍دسمبر ۲۰۰۷ء

انبیاءؑ کا طرز معاشرت

ڈاکٹر مظفر سلطان حسن ترابی اعظمی

لکچرر گورنمنٹ رضا انٹر کالج رامپور

دین اسلام نہایت معتدل و متوازن مذہب ہے اور بہت وسیع و عریض دائرۂ حیات وکائنات کو اپنے دائرۂ کار و اختیار میں رکھتے ہوئے دین و دنیا دونوں کو اپنے دامن میں سمیٹے اور سموئے ہوئے ہے۔ اس لئے یہ دین ،مذہب حیات وکائنات بھی اور مذہب الٰہیات و دینیات بھی ہے۔ یعنی یہ دین مذہب فقہ و شریعت بھی اور مذہب معیشت و معاشرت بھی ، یہ دین مذہب فقہیات و اخلاقیات بھی ہے اور مذہب انسانیت و سماجیات بھی۔ اسی لئے اس دین اور اس مذہب کی آسمانی کتابوں اور اس کے ربانی صحیفوں اور اس کے الٰہی نمائندوں اور رہنماؤں کے ارشادات و فرمودات پر مشتمل خطابوں اور فرمانوں اور قرآن کریم کے مختلف و متعدد آئین فرامین میں اگر بندوں کو طرز بندگی کے حوالے سے عبادات کے لئے رہنما خطوط کی طرف متوجہ کیا گیا ہے تو طرز زندگی کے حوالے سے سماجیات کے لئے بنیادی اصول و قوانین کی پابندی کی تاکید بھی کی گئی ہے۔ اسی لئے دین اسلام اور شریعت الٰہیہ میں اصول عقائد کے بنیادی استحکام کے ساتھ ہی فروعی احکام پر مشتمل مسائل کے مطابق اعمال و افعال کے اہتمام والتزام پر بھی بہت زور دیا گیا ہے اور اس طرح ذاتی و شخصی عقائد کے ساتھ اجتماعی اور سماجی حالات و معاملات کو بھی پیش نظر رکھتے ہوئے تفہیر ذات و صفات کے ساتھ ساتھ تطہیر حیات وکائنات کے ہدف و مقصد کا بھی خاص خیال رکھا گیا ہے۔ اسی وجہ سے پروردگا عالم نے تمام الٰہی نمائندوں کو سیرت و شخصیت کے ایسے اعلیٰ و ارفع مراتب و مدارج پر فائز کر کے انسانوں کے درمیان ان کی رہبری و رہنمائی کے لئے بھیجا جس سے کہ وہ اپنی سماجی و معاشرتی زندگی میں بھی انسانی سماج کے لئے اپنے طرز معاشرت سے بہترین مثال قائم کر کے انسانی سماج اور بشری معاشرے میں اپنے کردار و عمل کے ذریعہ پاکیزہ طرز زندگی کا مثالی نمونہ پیش کر سکیں اور لوگوں کے لئے آئیڈیل ثابت ہوں۔

چنانچہ جناب آدمؑ سے لے کر حضرت خاتمؐ تک تمام انبیاءؑ و مرسلین نے اپنی سماجی و معاشرتی زندگی میں دین اسلام کے اصول اساسی "الطاعة للخالق والشفقة على المخلوق" یعنی ''خالق کی طاعت و عبادت اور مخلوق کے

ساتھ شفقت ومحبت" کے اولین بنیادی نظام و پیغام کو ہی پیش نظر رکھتے ہوئے سماج اور معاشرے کو امن وامان، صلح وآشتی، اتحاد واتفاق، الفت ومحبت، اخوت ومروت، عدل وانصاف، مواخات ومساوات اور موالات ومواسات کا درس دے کر تطہیر ذات اور تہذیب اخلاق کی تبلیغ کے ذریعہ سماج اور معاشرے کے کردار کی تعمیر کا مقدس فریضہ انجام دیا ہے۔ جیسا کہ صاحب خلق عظیم حضرت رسول کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ "بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" یعنی "میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کو منزل کمال اور مقام معراج پر پہنچا کر مکمل کردوں۔" اور اسی مقصد کی تکمیل کے لئے رب کریم نے آپ کو معلم اخلاق بنا کر بھیجا اور مکارم اخلاق کی عظیم اور اعلیٰ ترین منزل پر فائز کر کے اعلان فرمایا کہ "انک لعلیٰ خلق عظیم" یعنی "اے ہمارے رسولؐ بے شک آپ مکارم اخلاق کی عظیم ترین منزل پر فائز ہیں۔" اور پھر انسانوں کو آپ کی سیرت و سنت کو اپنے لئے نمونۂ عمل قرار دے کر ان کی پیروی کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ "لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" یعنی "اے لوگو! تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ کی سیرت وسنت میں بہترین نمونۂ عمل ہے۔"

چونکہ ایک مختصر سے مضمون میں تمام انبیاء کرامؑ کے سیرت وکردار کے آئینے میں ان کے طرز معاشرت کا تفصیلی جائزہ اور مکمل احاطہ ممکن نہیں ہے اور اس کے لئے دفتر کے دفتر درکار ہیں اس لئے قرآن کریم کی روشنی میں ان کی ذات وصفات اور حیات وخصوصیات کے حوالے سے ان میں سے صرف چند کے طرز معاشرت کی ایک ہلکی سی جھلک سرسری طور پر پیش کرنے پر ہی اکتفا کی جارہی ہے۔ اسی سے بخوبی یہ اندازہ ہو جائے گا کہ انسانی سماج اور بشری معاشرے میں ان کا اسلوب حیات اور طرز معاشرت اور ان کا طریقۂ زندگی کس انداز کا تھا۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے جب ایک صالح معاشرے اور پاکیزہ سماج کی تشکیل کی بات آتی ہے تو حضرت آدمؑ وحوا کے حوالے سے سورۂ حجرات میں خالق کائنات ومالک موجودات کا اعلان ہوتا ہے کہ "یا ایھاالناس انا خلقنا کم من ذکر وانثی وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقکم" یعنی "اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہارے قبیلے اور برادریاں بنائیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ مکرم ومحترم وہی ہے جو سب سے زیادہ صاحب تقویٰ اور پرہیزگار ہے۔"

چنانچہ اسی کی روشنی میں حضرت آدمؑ کو طرز معاشرت کے سلسلہ میں ہدایت دیتے ہوئے سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ "قلنا اھبطوا منھا جمیعا فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلاخوف علیھم ولا ھم یحزنون" یعنی "ہم نے آدمؑ کو حکم دیا کہ تم یہاں (جنت سے زمین) پر اتر جاؤ اور اگر تمہارے

پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو اس کی پیروی کرنا۔ کیونکہ جو لوگ میری ہدایت کی پیروی کریں گے ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے اسی معاشرتی تناظر میں اولادِ آدمؑ کو خطاب کر کے اصول معاشرت و معیشت کے بعض حدود و قیود متعین کرتے ہوئے سورۂ اعراف میں ارشاد فرمایا کہ "یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد و کلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لایحب المسرفین ○ قل من حرم زینة الله التی اخرج بعباده والطیبت من الرزق "یعنی اے اولادِ آدمؑ! تم ہر نماز کے وقت بن سنور کر نکھر جایا کرو اور کھاؤ پیو اور فضول خرچی نہ کرو کیونکہ خدا فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اے رسول! ان سے پوچھو تو کہ جو زیب و زینت کے صاف ستھرے ساز و سامان اور پاک و پاکیزہ رزق خدا نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کئے ہیں انہیں کس نے حرام کر دیا ہے۔" اسی طرح رزق حلال اور صدق مقال کے ذریعہ تہذیب نفس، تطہیر ذات اور اصلاح معاشرہ کے فریضے کی ادائیگی و انجام دہی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شعیبؑ نے اپنے طرز معاشرت کو سورۂ ہود میں یوں بیان کیا ہے کہ "قال یا قوم ارأیتم ان کنت علی بینة من ربی و رزقنی منه رزقا حسنا و ما ارید ان اخالفکم الی ما انھکم عنه ان ارید الا الاصلاح ما استطعت و ما توفیقی الا بالله "یعنی شعیب نے کہا اے میری قوم اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اچھی حلال روزی کھانے کو دی ہے (تو کیا میں بھی تمہاری طرح سے حرام کھانے لگوں) اور میں تو یہ نہیں چاہتا کہ جس کام سے میں تم کو روکوں تمہارے برخلاف میں خود ہی اس کو کرنے لگوں۔ میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکا اصلاح کے سوا اور کچھ چاہتا ہی نہیں اور میری تائید و توفیق تو خدا کے سوا کسی اور سے ہو ہی نہیں سکتی۔"

جب ہم حضرت نوحؑ کی قوم کے حالات کے تناظر میں ان کے طرز زندگی اور انداز حیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ قوم کے ہاتھوں سخت جسمانی زحمت و مشقت اور روحانی اذیت و مصیبت اٹھانے کے باوجود اس کی فلاح و صلاح کے خواہاں نظر آتے ہیں جس کا تذکرہ قرآن کریم نے سورۂ اعراف میں اس طرح کیا ہے کہ "یاقوم لیس بی ضلالة ولکنی رسول من رب العالمین ○ ابلغکم رسلت ربی وانصح لکم" یعنی اے قوم والو! مجھ میں کوئی بھی گمراہی نہیں ہے بلکہ میں تو پروردگار عالم کی طرف سے رسول ہوں، تم لوگوں تک اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہاری نصیحت و خیر خواہی کرتا ہوں اور بھلائی چاہتا ہوں۔" یہاں تک کہ وہ اپنے ذاتی معاملات اور سماجی تعلقات کے سلسلہ میں اپنی قوم کے گستاخانہ طرز اور بے باکانہ طرز کا جواب بھی سخت کلامی اور تلخ گوئی سے نہیں بلکہ نہایت سادگی و سنجیدگی اور بڑی شرافت و متانت کے ساتھ دیتے

ہیں جس کو سورۂ ہود میں یوں ذکر کیا گیا ہے کہ ''ویصنع الفلک وکلما مر علیہ ملأمن قومہ سخروا منہ قال ان تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون'' یعنی اور جب حکم خدا سے نوحؑ کشتی بنانے لگے اور جب بھی ان کی قوم کے سربرآوردہ لوگ ان کے پاس سے گذرتے تھے تو ان سے مسخرہ پن کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے تو (نوح ان کے جواب میں) کہتے کہ اگر اس وقت تم ہم سے مسخرہ پن کرتے ہو تو جس طرح آج تم ہم پر ہنستے ہو اسی طرح ایک وقت ہم بھی تم پر ہنسیں گے۔'' اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں بھی سورۂ ہود میں اعلان ہوتا ہے کہ ''ان ابراھیم لحلیم اواہ منیب'' یعنی ''ابراہیم بڑے بردبار و نرم دل، حلیم الطبع، شریف النفس، رقیق القلب اور خدا کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔'' چنانچہ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے چچا اور منھ بولے باپ آذر کو پند و نصیحت کرتے ہوئے بت پرستی سے منع کیا تو سورۂ مریم کے بیان کے مطابق آذر نے نہایت سخت و درشت لب و لہجے میں انہیں دھمکاتے ہوئے کہا کہ ''قال اراغب انت عن الھتی یا ابراھیم لئن لم تنتہ لارجمنک فاھجرنی ملیا'' یعنی ''آذر نے کہا کہ اے ابراہیمؑ تو تم میرے خداؤں کو نہیں مانتے اور تم مجھے ان سے برگشتہ کرنا چاہتے ہو؟ اگر تم اس سے باز نہیں آؤ گے تو میں تمھیں سنگسار کر دوں گا۔ اور اب تم میرے پاس سے ہمیشہ کے لئے دور ہو جاؤ۔'' اس موقع پر حضرت ابراہیمؑ کے انتہائی شرافت نفس، حسن خلق اور بلندئ اخلاق کے مظاہرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اسی سورۂ مریم میں قرآن کا بیان ہے کہ ''قال سلام علیک ساستغفر لک ربی انہ کان بی حفیا'' یعنی ''ابراہیمؑ نے کہا کہ اچھا تو پھر میرا سلام لیجیے (مگر اس کے بعد بھی آپ کی تندخوئی و ترشروئی اور سخت مزاجی و تلخ کلامی کے باوجود) میں اپنے پروردگار سے آپ کی بخشش و مغفرت کی دعا کروں گا۔ بیشک، وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔''

حضرت داؤدؑ کا انداز حیات اور طرز معاشرت یہ تھا کہ انھوں نے اپنی زندگی کے ایام و اوقات کی تقسیم و تنظیم اس طرح سے کی تھی کہ ایک دن عوام کے مقدمات کے فیصلے کرتے، ایک دن اپنے ذاتی اور ضروری کام انجام دیتے اور ایک دن خدا کی عبادت کے لئے مخصوص رکھتے۔ اپنی سماجی واجتماعی اور عوامی زندگی میں قضاوت وعدالت کے لئے انہیں خدا کی طرف سے خاص طور پر سورۂ ص کے مطابق یہ سخت ہدایت دی گئی تھی کہ ''یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی'' یعنی ''اے داؤد ہم نے تم کو زمین پر اپنا نائب اور خلیفہ بنایا ہے تو تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ (ان کے مقدمات و معاملات کا صحیح) فیصلہ کرو اور نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو۔''

حضرت زکریاؑ کے طرز زندگی اور طریقۂ معاشرت کے بارے میں قرآن نے سورۂ آل

عمران میں بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ "هنالک دعا زکریا ربه قال رب هب لی من لدنک ذریة طیبة"، یعنی "اسی وقت زکریاؑ نے اپنے پروردگار سے دعا کی اور عرض کی کہ اے میرے پروردگار تو مجھ کو اپنی بارگاہ سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔" حضرت زکریاؑ کی اس دعا میں حضرت رب العزت سے ان کی نیک اور پاکیزہ اولاد کی طلب اور بارگاہ الہٰی میں سعید و صالح ذریت کی التجا و استدعا کے ذریعہ اچھے سماج اور صالح معاشرے کی تشکیل و تعمیر کی ان کی دلی خواہش کا اظہار ہوتا ہے تو اس سلسلہ میں حضرت یحییٰ کی ولادت کی بشارت کے ذریعہ سورۂ مریم میں ایسی صالح اولاد اور پاکیزہ ذریت کے بعض صفات و خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہورہا ہے کہ "یا یحییٰ خذ الکتاب بقوة واتیناه الحکم صبیاo وحنانا من لدنا وزکواة وکان تقیاo وبرا بوالدیه ولم یکن جبارا عصیا" یعنی "اے یحییٰ کتاب (توریت) کو پوری قوت سے خوب مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور ہم نے انہیں اپنی بارگاہ میں سے نبوت اور رحم دلی عطا کی اور پاکیزگی بخشی اور وہ بذات خود بھی صاحب تقویٰ اور پرہیزگار و نیکوکار تھے اور اپنے ماں باپ کے حق میں نیک بخت سعادت مند اور فرماں بردار و اطاعت شعار تھے اور سرکش و نافرمان نہیں تھے۔ اس میں حضرت یحییٰ کی رحم دلی اور نرم دلی پاکیزگی و پرہیزگاری، نیک بختی فرماں برداری و اطاعت شعاری، طاعت گذاری و نیکوکاری اور ان کے زہد و تقویٰ کو ان کے طرز زندگی و انداز معاشرت کا خاصہ قرار دیا گیا ہے۔

حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کے طرز معاشرت کی مفصل اور مکمل داستان کا بیان قرآن کریم کے سورۂ یوسف میں احسن القصص کے عنوان سے پوری تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ جس میں ان دونوں کے حالات اور سوانح حیات کو انسانوں کے لئے بہترین طرز معاشرت اور طریقۂ زیست کا اصلی آئینہ اور مثالی نمونہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس "احسن القصص" اور مستحسن داستان حیات میں جہاں منزل امتحان و آزمائش میں حضرت یعقوبؑ کے صبر و شکر، عزم و استقلال، شرافت و استقامت اور اولاد و اہل خاندان کے طنز اور طعنوں کے جواب میں نہایت آہستگی و شائستگی اور خاموشی کے ساتھ ضبط و تحمل اور عفو و درگذر کا پہلو نمایاں ہوتا ہے وہیں مقام بلاء و ابتلاء میں حضرت یوسفؑ کے اخلاقیات کی روشنی میں عزت و ناموس کا لحاظ، زہد و تقویٰ، پارسائی و پرہیزگاری، تہذیب نفس و طہارت فکر، حسن سیرت و پاکیزگی کردار کا روشن و تابناک پہلو اجاگر ہوتا ہے۔ خصوصاً قید کے دوران قیدیوں کے ساتھ دل جوئی و ہمدردی اور زلیخا کی جسارت آمیز غیر اخلاقی و حیا سوز خواہش و طلب کے باوجود اس کی عصمت و عفت کی حفاظت، اور عزیز مصر کی عزت و ناموس کا تحفظ اور اس کے بدلے میں زلیخا کا الٹا غلط الزام و اتہام جس کی وجہ

سے بے گناہ ثابت ہونے کے بعد بھی بے جرم و خطا قید و بند کی صعوبتوں سے رہائی اور ملک مصر کی بادشاہی حاصل ہونے کے بعد اس سے درگذر کر کے اس سے شادی کر کے شریک حیات بنالینا اور بھائیوں کی زیادتیوں اور غیر انسانی سلوک کے باوجود انہیں معاف کر کے گلے لگالینا نہ صرف اعلیٰ ظرفی اور کردار کی بلندی بلکہ اعلیٰ طرز معاشرت کا بھی بہترین نمونہ اور عظمت کردار کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا طرز حیات اور انداز خدمت خلق و تالیف قلب اور خلق و مروت کا بڑا روشن ثبوت ہے۔ چنانچہ اگر حضرت موسیٰ اپنی امت کی طرف سے خدا کے دیدار کے لئے ان کے بے جا اصرار اور دریائے نیل میں بارہ راستوں کے مطالبے کے لئے نامناسب بحث و تکرار پر بھی بڑی بردباری کے ساتھ نہایت ضبط و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے خلق و مروت اور تالیف قلب کے انسانی اصولوں پر مبنی طرز معاشرت کی بہترین مثال قائم کرتے ہیں تو حضرت عیسیٰ اپنی امت کی طرف سے سخت اذیت و مصیبت سے دوچار ہونے کے باوجود ایک مسیحا کی شکل میں بڑے صبر و شکر کے ساتھ خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ہو کر اندھوں اور کوڑھیوں کا علاج اور مردوں کو زندہ کر کے انسانیت نواز طرز معاشرت کا ایسا بلند و دل پسند معیار پیش کیا ہے کہ آپ نے ان پسماندہ افراد کو بھی گلے لگایا جو سماج میں قابل نفرت قرار دے دیے جاتے تھے۔

اور ختمی مرتبت حضرت نبی کریم کی سیرت و سنت اور آپ کا طرز معاشرت تو بلا شبہ رہتی دنیا تک کے لئے ساری کائنات کے لئے نمونۂ عمل اور اسوۂ حسنہ کی حیثیت رکھتا ہے، بچوں سے محبت، یتیموں سے شفقت، غلاموں کی عزت، پست و پامال طبقوں کے ساتھ خاص رعایت و مروت، بلا تفریق رنگ و نسل اور بلا امتیاز قوم و قبیلہ سب کے ساتھ برادری و برابری کا سلوک اور بیگانہ و مشفقانہ برتاؤ اور دشمن کے ساتھ بھی حسن سلوک یہاں تک کہ آپ کا ارشاد گرامی "اکرموا الضیف ولو کان کافرا" یعنی "مہمان کا اکرام و احترام کرو چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔" یہ سب آپ کے کردار و عمل کی وہ مخصوص امتیازی خصوصیات ہیں جو انسانی سماج اور بشری معاشرت کے طرز معاشرت میں اعلیٰ انسانی تہذیبوں کی امین اور کامل ترین اخلاقی قدروں کی حامل ہیں۔ جن کی بناء پر حضرت رب العزت نے آپ کو "صاحب خلق عظیم" اور "رحمۃ للعالمین" کے لقب سے سرفراز فرما کر دنیائے انسانیت اور عالم بشریت کے طرز معاشرت کے لئے "خلق مجسم" اور "پیکر رحمت" بنا کر بھیجا اور نمونۂ عمل قرار دیا۔

غرض یہ کہ انبیاء کرام کا طرز معاشرت ہمیشہ ہر دور میں تمام بنی نوع انسان میں سب سے ممتاز و منفرد، ارفع و اعلیٰ اور قابل تقلید عمل رہا ہے اور تمام انسانی و اخلاقی قدروں کا حامل و حاصل رہا ہے۔ ❀❀❀

معجز بیان: قرآن

مولانا ریحان حسن واعظ، گوپالپوری

معجزہ کے لغوی معنی عاجز کرنے والی چیز کے ہیں یعنی معجزہ اسے کہتے ہیں کہ جس سے دوسرے لوگ عاجز ہوں اور اصطلاحاً معجزہ خالق کائنات کی اس نشانی کا نام ہے جو انبیاء کرام اور ائمہ معصومینؑ کے ہاتھوں ظہور پذیر ہو نبیؐ یا ائمہؑ کے ہاتھوں خوارق عادت واقعات کا ظہور اسی وقت ہوتا ہے جب اپنی نبوت وامامت کی صداقت تسلیم کرانا مقصود ہوتی ہے یہ چیز پروردگار عالم نے انبیاء اور ائمہؑ کو اس لئے عطا کی ہے تاکہ ان کی نبوت وامامت کا جیتا جاگتا ثبوت بن جائے۔

تاریخ شاہد ہے کہ خالق کائنات نے تمام انبیاء کرام کو معجزات اس عہد کے حالات کے پیش نظر مرحمت فرمائے جیسے جناب موسیٰؑ کے زمانے میں جادوگروں کا طوطی بولتا تھا تو انہیں ید بیضا اور عصائے موسوی دے کر سارے لوگوں کو حیران وششدر کر دیا۔ جناب عیسیٰؑ کے زمانے میں طب کا بول بالا تھا تو انہیں مسیحا بنا کر بھیجا وہ سیکڑوں مبروص اور اندھے کو ٹھیک کر دیتے تھے اسی طرح جب فخر موجودات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا تو وہ تمام معجزات بیک وقت عطا کئے جو تمام انبیائے کرام کو جدا جدا مرحمت فرمائے تھے لیکن انبیاء کرام کے معجزات اسی وقت تک باقی رہے جب تک وہ دنیا میں تشریف فرما تھے مگر جب وہ اس دنیا سے چلے گئے تو ان کے معجزات بھی اٹھا لئے گئے مگر جو معجزہ ہمارے ختمی مرتبت کو عطا کیا گیا تھا وہ معجزہ آج تک برقرار ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔

دراصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ معجزہ "قرآن" کی شکل میں ایسے لوگوں کے درمیان دیا گیا جن کو اپنی فصاحت وبلاغت پر بہت ہی ناز تھا حتی کہ ان کی عورتیں بھی ایسی بلا کی خطیب اور شاعرہ ہوتی تھیں کہ جو اپنے زور کلام سے رگ وپے میں خون کی طرح سرایت کر جاتی تھیں وہ اپنے جودت طبع اور زور بیان کے سبب اپنے آگے دوسروں کو عجم یعنی گونگا تصور کرتے تھے لیکن قرآن کریم نے نازل ہو کر ان کے تکبر ونخوت اور غرور کو توڑ دیا اور یہی نہیں بلکہ اس نے بار بار تحدی اور چیلنج بھی کیا۔

"قل لئن اجتمعت الانس

والجن علی ان یاتوا بمثل هذالقرآن لا یاتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا"

اسرا/۸۸

"اگر تمام انس و جن مل کر قرآن کا مثل لانے کی کوشش کریں تو نہیں لا سکتے خواہ وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ بن جائیں۔"

پھر اپنے دشمنوں کو جھنجھوڑا۔

"ام یقولون افتراہ قل فاتوا بعشر سورمثله" ہود/۱۳

"جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن محمد کا گڑھا ہوا کلام ہے وہ اس جیسے دس سورے بنالائیں لیکن قرآن کے دشمنوں کی زبانیں گنگ ہی رہیں بالآخر ان کی غیرت وحمیت کو للکارتے ہوئے کہا:

"وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله" بقرہ/۲۳

"اگر تمہیں اس امر میں شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے یہ ہماری ہے یا نہیں تو اس کے مثل ایک ہی سورہ لے آؤ۔"

لیکن عربوں سے اس کا جواب لانا ممکن نہ ہوا ایسا نہیں ہے کہ قرآن کے اس دعوے کے بعد عربوں نے قرآن کا جواب لانے کی کوشش نہ کی ہو بلکہ بڑے بڑے ادیبوں اور صاحب ذکاوت نے اپنی تمام تر کوششیں صرف کردیں مگر وہ بے نیل مرام ہی رہے ناکامی وشرمندگی کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوا۔

تاریخ گواہ ہے کہ ابن مقفع جو کہ بہت ہی ذہین وفطین اور نامور ادیب تھا وہ تمام مشاغل و معاملات سے قطع تعلق کر کے قرآن کا جواب لکھنے کے لئے بیٹھا لیکن جب چھ ماہ گذر گئے اور لوگوں نے جا کر دیکھا تو اسے اس حال میں پایا کہ قلم اس کے ہاتھ میں تھا اور عمیق مطالعہ میں مستغرق تھا اور اس کے اردگرد لکھے ہوئے پارہ پارہ کاغذات کے انبار لگے ہوئے تھے۔

شعراء عرب کا یہ دستور تھا کہ وہ اپنے قصیدے کو هل من مبارز (کوئی ہے جو مقابلہ کرے) کے ساتھ خانہ کعبہ کی دیوار پر آویزاں کرتے تھے۔ چنانچہ لبید ابن ربیعہ جو فصحائے عرب اور وحید عصر تھا اس نے کعبہ کے دروازے پر ایک نظم لکھ کر آویزاں کی کسی مسلمان کی نظر پڑی تو اس نے قرآن کریم کا ایک مختصر سا سورہ یعنی سورۂ کوثر لکھ کر آویزاں کر دیا لبید نے جب سورہ کی ابتدائی آیت پڑھی تو وہ بلند پایہ شاعر بے ساختہ یہ کہنے پر مجبور ہوگیا "ماهذا کلام البشر" (یہ بشر کا کلام نہیں ہے۔)

اس طرح کے بے شمار واقعات تاریخ کے دامن میں محفوظ ہیں کہ جنہوں نے قرآن کریم کا جواب لانے کی کوشش کی لیکن انہیں منھ کی کھانی پڑی۔ آج تقریباً پندرہ سو برس کی طویل مدت گذر جانے کے باوجود قرآن حکیم کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔ یہ قرآن کریم کا کھلا ہوا اعجاز ہے کہ

پوری دنیا مل کر بھی اس کا جواب اب تک نہ لا سکی بلکہ اسے الہٰی کتاب تسلیم کرتی ہے۔ چنانچہ مہاتما گاندھی کہتے ہیں کہ ''مجھے قرآن کو الہٰی کتاب ہونے کا اعتراف کر لینے میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہیں ہے۔'' مخزن اخلاق، ص/ ۳۶۷

قرآن کریم فصاحت و بلاغت، معانی وحقائق، اغراض ومقاصد اور علوم ومعارف ہی کے اعتبار سے بے مثل و بے نظیر نہیں بلکہ ہر حرف معجزہ ہے نزول قرآن سے لیکر آج تک بیشمار علماء، مفسرین اور ارباب فکر وفن قرآن مجید کی آیتوں کی تشریح وتعبیر اپنے اپنے نقطہ نظر سے کرتے آرہے ہیں اور ہر دور کے ارباب فکر و فن کو اپنے زمانے کے ضروریات کے مطابق نئے نئے انکشافات کا علم ہوتا رہتا ہے جوکہ قرآن مجید کے اعجاز کا زندہ ثبوت ہے۔

بلاشبہ قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جو ماضی و مستقبل پر محیط ہے وہ ہزاروں برس پرانی کہانیوں کی تفصیلات کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ گویا آنکھوں دیکھا حال بیان کر رہا ہو یقیناً قرآن علم ودانش کا ایک سمندر ہے جس میں ہر موضوع پر بے پناہ مواد موجود ہیں اس نے کسی بھی موضوع کو تشنہ نہیں چھوڑا ہے اگر اخلاق پر بات کی تو اخلاقیات کے تمام پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ قرآن کا انداز ایسا تازہ اور شگفتہ ہے جو آج کی سائنسی معلومات سے بھی ہم آہنگ ہے آج سے چودہ سو سال پہلے قرآن نے کہا تھا کہ زندگی کی ابتدا پانی سے ہوتی ہے قرآن حکیم کے اس دعوے کے بارہ سو سال بعد خوردبین ایجاد ہوئی جسکے ذریعہ پانی میں جھانکا گیا تو معلوم ہوا کہ پانی زندگی کے جرثوموں سے بھرا پڑا ہے۔

قرآنی پیشینگوئیاں اس کتاب کے الہٰی ہونے کی ناقابل تردید دلیل ہیں یہ پیشین گوئیاں عقل انسانی کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتی ہیں خالق کائنات نے فرعون کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے "فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ وان کثیرا من الناس عن ایتنا لغافلون"

یونس/۹۲

''آج ہم تیرے بدن کو بچا لیتے ہیں تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے نشانی بن جائے

قرآن کریم
فصاحت وبلاغت، معانی وحقائق، اغراض ومقاصد اور علوم ومعارف ہی کے اعتبار سے بے مثل و بے نظیر نہیں بلکہ ہر حرف معجزہ ہے نزول قرآن سے لیکر آج تک بیشمار علماء، مفسرین اور ارباب فکروفن قرآن مجید کی آیتوں کی تشریح وتعبیر اپنے اپنے نقطہ نظر سے کرتے آرہے ہیں اور ہر دور کے ارباب فکروفن کو اپنے زمانے کے ضروریات کے مطابق نئے نئے انکشافات کا علم ہوتا رہتا ہے جوکہ قرآن مجید کے اعجاز کا زندہ ثبوت ہے۔

اگر چہ بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہی رہتے ہیں۔''

جب یہ آیت مبارک نازل ہوئی تھی اس وقت کسی کو یہ علم نہ تھا کہ فرعون کا جسم کہاں ہے اور کس حال میں ہے لیکن جب پروفیسر لاریٹ نے ۱۸۹۸ء میں مصر کے مقبرہ میں فرعون کی ممی (لاشوں کو بہت دنوں تک صحیح وسالم رکھنے کا قدیم طریقہ جو مصر میں رائج تھا) کی ہوئی لاش دیکھی تو قرآن کے اس حیرت انگیز انکشاف کا علم ہوا اور ۸ر جولائی ۱۹۰۸ء میں الیٹ اسمتھ نے اس لاش پر لپٹی ہوئی چادر کو ہٹا کر باقاعدہ سائنسی تحقیق کے بعد ۱۹۱۲ء میں شاہی ممی کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی جس میں ثابت کیا گیا کہ یہ لاش فرعون کی ہے جسے ۳ ہزار سال قبل جناب موسیٰ کے زمانے میں غرق کیا گیا تھا اور اسکی لاش کو موجودہ افراد کی عبرت کے پیش نظر ساحل پر ڈال دیا تھا چنانچہ الیٹ اسمتھ رقم طراز ہے ''فرعون کا مادی جسم خدا کی مرضی سے تباہ ہونے سے بچا لیا گیا تاکہ وہ لوگوں کے لئے نشان اور عبرت بنے''

جیسا کہ قرآن کریم میں ہے اور مورس بکائی تحقیق وجستجو کے بعد لکھتا ہے ''فرعون کے غرق ہونے کا ذکر دیگر آسمانی کتب میں بھی ہے لیکن اسکے بدن کو برائے نشانی وعبرت بعد والوں کے لئے محفوظ رکھنے کی اطلاع صرف قرآن حکیم میں ہے''

بائبل قرآن اور سائنس باب مج دج

فرعون کے وجود کو بچائے رکھنے کی قرآن کی یہ پیشین گوئی اور ایسی ہی مختلف پیشین گوئیاں بلا استثناء صحیح ثابت ہو رہی ہیں اور یہ چیزیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ قرآن خدا کی ایسی معجزنما کتاب ہے جو ہر زمانے میں بطور معجزہ باقی رہے گی اور اس امر سے انحراف ناممکن ہے کہ قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جسمیں اعجاز کے تمام ارکان اور ہر سوال کا جواب موجود ہے اسنے تمام لوگوں کو غور وفکر کی دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم'' اسراء/۹

''یقین جانو کہ یہ قرآن دعوت دیتا ہے ایسی باتوں کی جانب جو سیدھی اور صحیح ہیں۔''

اس طرح قرآن حکیم نے وہ تمام پہلو خود ہی پیش کر دئے جو معجزہ کی صحت کے سلسلہ میں غور وفکر کے قابل تھے اور اہل نظر پر حجت تمام کر دی۔ کیا یہ سچ نہیں کہ قرآن کی زبان منفرد شناخت کی حامل ہے جو خدا کے کلام کے بیّن دلائل وبراہین میں سے ایک دلیل ہے۔ یقیناً قرآن محض سلیس وفصیح عبارتوں کے اعتبار سے ہی معجزہ نہیں بلکہ معنیٰ کی گہرائی وگیرائی، قوانین ومعارف اور حدود واحکام کی قطعیت اور اہمیت و استحکام کے اعتبار سے بھی بے مثل وبے نظیر ہے اسلئے یہ ضروری ہے کہ جتنا ممکن ہو سکے ہم قرآنی معارف سے آشنائی حاصل کریں اور اسے اپنی زندگی کا نصب العین بنالیں تاکہ دنیا وآخرت دونوں جہاں میں سرخرو ہو سکیں۔

❀❀❀

انبیاءؑ اور ظالم حکمرانوں کی مخالفت

جناب دبیر سیتاپوری

کسی نبی نے کسی بادشاہ سے نہیں کہا کہ تیری بادشاہت حرام یا باطل ہے بلکہ بادشاہت کو بہترین خدمت خلق کا ذریعہ قرار دیا۔ البتہ کہا اور بار بار کہا کہ:

تیری املاک میں جتنے عمل خیر کے ہیں
تن کے دس کپڑوں میں اک تیرا ہے نو غیر کے ہیں

صبر وایثار و ہمدردی تبلیغ کی بنیاد ہے

اہل اقتدار کو بھلا یہ بات ناگوار کیوں نہ لگتی کیونکہ تخت و تاج بڑی کدوکاوش کے بعد حاصل ہوا تھا وہ کیسے محل کو لنگر خانہ بنا دیتا؟ یہ راحتیں اسے بڑی مشکل سے حاصل ہوئی تھیں برسوں جنگل پہاڑوں میں روپوش رہ کر لوٹ مار کرتا رہا۔ رفتہ رفتہ اس کے گرد ہمنواؤں کا لشکر جرار وجود میں آیا پھر بھی لوگ اسے ڈاکو کہتے تھے۔ ایک دن اس نے شہر کا رخ کیا بھاری خون خرابے کے بعد جیت گیا۔ حکومت قائم کی اب وہ ڈاکو سے بادشاہ بن چکا تھا۔ توسیع پسندی کے جذبہ کا دباؤ بڑھا۔ ادھر ادھر کے سرسبز علاقے ظلم وجور کی چراگاہ میں تبدیل ہو گئے۔ سلیمانؑ جیسی خدا کی عطا کردہ حکومت تو تھی نہیں لہٰذا ایک دن خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا۔ اس شخص کو پہچاننا مشکل نہیں یہ فرعون تھا۔ وہ با اقتدار ہوتے ہوئے ایسا مجبور بھی تھا کہ صاحب اولاد نہ بن سکا۔ علم نجوم سچا ہے لیکن نجومی جھوٹا ہوتا ہے۔ یہ بات اسے معلوم ہی نہ تھی۔ چنانچہ ہزار ہا بچے قتل کر دیئے گئے تاکہ موسیٰ نہ پیدا ہوں جبکہ موسیٰ اس کے محل میں پرورش پاتے رہے۔ ایک خود ساختہ خدا کی لاعلمی دیکھیے اور مالک حقیقی کی حکمتیں دیکھیے۔ چنانچہ یونہی موسیٰ قدرت کی آغوش تحفظ میں پلتے رہے۔ قدرت کے اشارہ پر ہی انگارہ منھ میں رکھ لیا۔ فرعون کو یقین ہو گیا کہ یہ بچہ نبی نہیں ہے اپنی تکبر بھری خوش فہمی پر تکیہ کر کے آرام سے سو گیا۔ موسیٰ بڑے ہوئے فرعون کو دعوت توحید کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ تن کے دس کپڑوں میں اک تیرا ہے نو غیر کے ہیں۔ فرعون تلملا گیا۔ عصائے موسیٰ اژدہا بنا اور پھر ایک دن اسی عصا کی ایک ضرب نے نیل میں ایک نہیں بارہ بارہ راستے بنا دیے۔ قوم موسیٰ بحفاظت دوسرے کنارہ پر جا لگی لیکن فرعون مع لشکر کے دریا میں غرق ہو گیا۔ مگر عظمت کریمی کو ٹھیس بھی پہنچی۔ کوہ طور پر خلاف معمول موسیٰ کی

صداؤں کا بہت دیر تک جواب نہ آیا۔ پھر آواز آئی ہاں کہو موسیٰ کیا کہنا چاہتے ہو؟ موسیٰ نے مرگ فرعون کی خبر کے ساتھ سجدہ میں سر رکھ دیا مالک تیرا شکر ہے میں اپنی قوم کے ساتھ بحفاظت نیل سے نکل آیا۔ چند ساعتوں کے بعد آواز آئی کہ موسیٰ جب فرعون ڈوب رہا تھا تو اس وقت اس نے مدد کے لئے تمہیں پکارا تھا۔ کاش اس نے مجھے پکارا ہوتا۔ معلوم ہوا دل قدرت میں ظالموں کے لئے بھی نرم گوشہ موجود ہے۔ مگر ہائے رے غرور وتکبر جو انہیں توبہ سے روکتا رہتا ہے۔ اسی غرور وتکبر نے قارون وشرود وشداد کو کہیں کا نہ رکھا۔ اس نافرمانی، رعونت اور تمکنت میں خدا جانے کیسی کشش اور خوبصورتی ہے کہ ظالموں کی آمد کا سلسلہ ٹوٹتا ہی نہیں۔ ان درندہ صفت انسانوں میں ایک مشترک کمزوری بھی ہوتی ہے کہ وہ زندہ رہنا چاہتے ہیں چاہے اس کے لئے ہزاروں بے گناہ کیوں نہ قتل ہو جائیں۔ ان کے ساتھ عوام نہیں ہوتے صرف لشکر ہوتے ہیں۔

محمد مصطفیٰ نے دنیا کو اشتیاق اجل جیسی نعمت سے نوازا ہے ۲۳ برس کے مختصر عرصہ میں کل ملا کر ۱۵ برس جنگوں میں گذر گئے لیکن اس نبی کو کبھی کہیں بھی ہارتے نہ دیکھا۔ علیؑ جیسا مرد مجاہد ساتھ تھا جملہ ناصران کے دلوں میں بس ایک جذبہ تھا جسے شہادت کہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام تیغ زن کفار مکہ کے کس بل نکل گئے۔ ظالم اپنی بزدلی سے ہارے ہوئے تھے جاتے جاتے نبی اکرم علیؑ سے کہہ گئے کہ دیکھو مسلمانوں کا خون نہ بہے۔ صبر سے کام لینا علیؑ کی تیغ نیام میں کیا گئی سارے بزدلوں کے حوصلوں میں جان پڑ گئی۔ انہیں علیؑ کی شرافت اور ذمہ داری پر پورا بھروسہ تھا۔ چنانچہ فاطمہؑ کے دروازے پر لکڑیاں اور علیؑ کی گردن میں رسی کا پھندہ نظر آیا۔ امام حسنؑ پوری اسلامی سلطنت سے دست بردار ہوئے پھر بھی دشمن مطمئن نہ ہوئے کیونکہ بقول قرآن وہ راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے جیسے نہ ہو جاؤ تاکہ اہلبیتؑ بھی ان کے جیسے بن جائیں۔ انھوں نے ایک اور قدم بڑھایا اور یزید نے امام حسینؑ سے بیعت طلب کی۔ پانی سر سے اونچا نکل رہا تھا، وحدانیت پر آنچ نہ آئے حسینؑ نے انکار کر دیا۔ پھر ایک بار نبی کے فرزند اور ظالم حکمراں آمنے سامنے تھے۔ حسینؑ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے پورے گھر کے ساتھ مدینہ چھوڑا۔ عصر عاشور تک تین دن کے بھوکے پیاسے بچے بھی قتل ہو گئے مگر اہلبیتؑ آخری دم تک ظالم وکافر حکمراں جیسے نہ ہوئے۔ ❀❀❀

معذرت

جن اہل قلم حضرات نے اپنے قلمی افادات سے ہمارے اس مجلہ کو زینت بخشی ہم ان کے شکر گذار ہیں البتہ تاخیر سے مضامین وصول ہونے کے سبب ترتیب کا خیال رکھنا مشکل تھا لہٰذا ہم اس سلسلہ میں معذرت خواہ ہیں۔

ادارہ

داخلہ ٹسٹ

جامعۃ الزھرا تنظیم المکاتب

اللہ کے فضل سے جامعۃ الزہرا کا تیرہواں تعلیمی سال مکمل ہو رہا ہے اب انشاء اللہ اگلے سال کے لئے نئے داخلے ہونے والے ہیں۔ داخلے کی خواہشمند لڑکیاں تنظیم المکاتب کے پتہ پر بھی درخواست بھیج سکتی ہیں۔

شرائط داخلہ ● داخلہ کے لئے مکتب امامیہ سے پنجم پاس ہونا یا اس کے مساوی تعلیم ہونا ضروری ہے اور جونیر ہائی اسکول پاس ہونا بھی ضروری ہے۔ ● داخلہ کے وقت عمر ۱۴ سال سے زیادہ نہ ہو ● درخواست کے ساتھ تعلیمی لیاقت اور عمر سے متعلق سرٹیفکٹ یا اس کی فوٹو کاپی لگی ہو ● عارضی یا مستقل پتہ ضرور لکھیں ● ٹسٹ کے پاس ہوئے بغیر داخلہ نہ ہوگا۔

نصاب داخلہ ٹسٹ ۱۔ قرآن مجید روانی، تلفظ، ہجے، تجوید، زبانی سورے (جو امامیہ دینیات اطفال سے دوسرے درجہ کی کتاب تک کے آخر میں دیئے ہوئے ہیں۔)

۲۔ امامیہ دینیات درجہ چہارم، پنجم مکمل مع وضو، غسل، تیمم، اذان، اقامت، نماز وغیرہ

۳۔ امامیہ اردو ریڈر درجہ چہارم و پنجم مع روانی، معانی، تلفظ، ہجے اور املا

۴۔ ہندی، انگریزی، حساب درجہ آٹھ (جونیر ہائی اسکول)

نوٹ : ● داخلہ ٹسٹ کی تاریخ کے بارے میں اطلاع خط کے ذریعہ دی جائے گی۔

● ادارہ کے دعوت نامہ کے بغیر داخلہ ٹسٹ کے لئے آنے کی زحمت نہ کریں۔

سید حیدر مہدی زیدی

(مسئول)

نبوت

ڈاکٹر حسین افضل نقوی
دھلی

نبوت نباء سے ماخوذ ہے جس کے معنی خبر دینا ہے۔ اس اعتبار سے شرعی و عرفی طور پر نبی کا کام اللہ کی طرف سے خبر دینا ہے اور اگر نبوت بمعنی رفعت ہے تو نبی تمام انسانوں سے بلند و رفیع ہوتا ہے تو گویا پیغمبر یا نبی اللہ تک رسائی کا وسیلہ ہے یعنی نبی کی اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں بیان کی جاسکتی ہے کہ جس کو اللہ حکم دے کہ میں نے تم کو لوگوں کی طرف ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔

منصب نبوت کے لئے انسانوں میں سے کسی کو منتخب کرنا صرف اللہ کا کام ہے اور منصب نبوت وہبی ہوتا ہے کسبی نہیں اور خداوند کریم ظاہر و باطن، ماضی، حال و مستقبل کا علیم و خبیر ہے لہٰذا جس کو وہ نبوت کا منصب عطا کرتا ہے اس میں منصب نبوت کی کامل صلاحیت اور استعداد کا ہونا ضروری ہے۔ "اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ" اللہ خوب جانتا ہے کہ عہدہ رسالت کس کو دینا چاہئے۔

چنانچہ یہ منصب جلیلہ اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہوتا ہے اس لئے علوم نبی وہبی ہوتے ہیں کسبی نہیں ہوتے وہ کسی استاد سے تعلیم حاصل نہیں کرتا بلکہ ان کا علوم روحانی فیض ذات الٰہی سے حاصل ہوتا ہے اور زمینی سلسلہ تعلیم کے اعتبار سے وہ امی کہلاتا ہے اس کے علاوہ مراتب عقل کے اعتبار سے تین قسم کے انسان ہوتے ہیں ان میں سے بعض ہوتے ہیں یعنی کمزور عقل کے لوگ جو تعلیم و تعلم سے بھی علم حاصل نہیں کرسکتے اور بعض ذکی اور فہیم ہوتے ہیں جو تعلیم سے علم حاصل کرتے ہیں اور بعض وہ جو تعلیم اور مکتب کا درس لئے بغیر اپنی روحانیت اور نور قلب سے علوم زمانہ حاصل کرتے ہیں یہ صفت انبیا علیہم السلام کی ہے۔

انبیاء علیہم السلام حسن صورت اور سیرت و اخلاق میں اپنے زمانہ میں درجۂ کمال پر فائز ہوتے ہیں اور ان کا مثل کوئی نہیں ہوسکتا۔ وہ جسمانی تخلیق کے اعتبار سے اعتدال پر خلق ہوتے ہیں اور جسم ہر طرح کی خلقی خرابی سے محفوظ ہوتا ہے اور جمال اس

قدر پر نور ہوتا ہے کہ انسان ضرور متوجہ ہوتا ہے۔
علمی اور عملی کمال یعنی علم و عمل دونوں کامل ہوتے ہیں اور کمال علم یہ ہے کہ نبی کے علم میں کوئی غلطی نہیں ہوتی ہے اور عملی کمال یہ ہے کہ نبی کا ہر عمل کامل ہوتا ہے۔ معصیت یا اطاعت الٰہی کے دائرہ سے تجاوز ان کے عمل میں نہیں پایا جاتا۔ انبیاء ہر گناہ سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں اور وہ امت کے لئے نمونہ عمل ہوتے ہیں "ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"
اور جو حضرات نبی پر ایمان رکھ کر اس کے دائرہ تربیت میں داخل ہو جاتے ہیں تو وہ بھی علم و عمل کے اعتبار سے کامل بن جاتے ہیں اور نہ ان کے علم میں نقص ہوتا ہے اور نہ عمل میں ان کی شان علم و عمل میں دیگر اشخاص سے ممتاز ہوتی ہے۔
نبی کی تعلیم و عملی زندگی سے مفاد عام و مصالح عامہ کا مقصد نمایاں ہوتا ہے اور شخصی سے زیادہ عمومی فائدہ ان کے پیش نظر ہوتا ہے۔
انبیاء کرام کی معاشی زندگی اور اخلاق کردار امارت و فقر دونوں صورتوں میں یکساں ہوتی ہے نبی کے لباس، غذا اور رہائش و طرز زندگی میں جو سادگی فقر کی حالت میں ہوتی ہے وہی سادگی امارت میں بھی پائی جاتی ہے۔ جو تواضع خاکساری اور اخلاق حالت فقر میں ہوتا ہے وہی سلطنت ملنے پر ہوتا ہے اور امارت ملنے پر بھی وہی نرم گفتار، شیریں لہجہ، وہی عجز و انکسار نمایاں صورت میں نظر آتے ہیں۔ گویا انبیاء علیہم السلام کے قلب و روح کی پاکیزگی زمانہ اور حالات کے نشیب فراز سے قطعاً متاثر نہیں ہوتی۔ انبیاء علیہم السلام کی زندگی میں بناوٹ، تصنع، تکلف، نمائش، علو ذات نمود و شخصیت کا کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ اس کا حب و بغض اقرار و انکار ذات پروردگار کے لئے ہوتا ہے۔
انبیاء علیہم السلام اطاعت الٰہی کا عملی نمونہ ہوتے ہیں وہ خلوت یا جلوت دوستوں اور دشمنوں، غصہ اور خوشی یعنی ہر حالت میں راضی برضاء الٰہی ہوتے ہیں یعنی رضا حق و اطاعت شرع ان کی فطرت کا حصہ ہوتا ہے۔
نبی کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ دعوائے نبوت کی تائید میں۔ خوارق عادات امور معجزات کا ظہور ہوتا۔
معجزہ فعل خداوندی ہے اور جس کا مظہر نبی ہوتا ہے اور یہ غیر اختیاری ہوتا ہے یعنی کسب و اکتساب، تعلیم و تعلم کو اس میں دخل نہیں ہوتا بلکہ اس کا سبب فیض اور ارادۂ الٰہی ہوتا ہے۔
انسان میں دو قوتیں پائی جاتی ہیں ایک خیر و شر معلوم کرنے کی اور دوسرے عمل خیر کرنا اور عمل شر سے بچنا ان دونوں قوتوں کے لحاظ سے تین قسم کے افراد ہوتے ہیں ایک وہ جو ان اوصاف میں ناقص ہوں دوسرے وہ کہ جو خود تو کامل ہوں مگر ناقصوں کی تکمیل نہیں کرتے تھے اور تیسرے وہ جو خود کامل ہیں اور ناقصوں کو کامل بنا سکتے ہیں اور تیسری قسم ہی نظر و عمل کمال کا انتہائی درجہ ہے اور وہی نبی ہوتا ہے۔
گروہ انبیاء اور امت کے رابطہ کو سمجھنے

کے لئے ایک مثال کے ذریعہ اس رشتہ کی معرفت ہو سکتی ہے مثلاً پانی اور آگ میں انتہائی بعد اور مبائنت ہے۔ چنانچہ آگ کے فیض یعنی گرمی کو پانی میں براہ راست منتقل نہیں کیا جا سکتا بلکہ انتقال فیض کے لئے ایک وسیلہ کی ضرورت پیش آتی ہے جو آگ کی طرح گرم اور لطیف بھی نہ ہو اور پانی کی طرح سرد و سیال بھی نہ ہو اور وہ وسیلہ ہے دیگچی جس کے ذریعہ پانی کو آگ پر رکھ کر آگ کی گرمی پانی میں منتقل ہو جاتی ہے یہی حال گرمی محبت الٰہیہ و علوم نبوت کا ہے جو نبی کے ذریعہ عام انسانوں کو منتقل کی جاتی ہے نبی کی ذات روحانیت کے اعتبار سے اللہ سے مناسبت رکھتی ہے اور بشریت کے اعتبار سے انسانوں سے مناسبت رکھتی ہے لہٰذا اس کو اپنے مفیض یعنی اللہ اور مستفیض انسان دونوں سے مناسبت ہونا چاہئے بالفاظ دیگر انسان اپنے نقص کی بناء پر ذات الٰہی تک نہیں پہنچ سکتا اور اللہ اپنے کمال کی بناء پر بندوں تک نہیں آ سکتا چنانچہ عبد و معبود کے درمیان رشتہ کو نبی کے نام جوڑا جا سکتا ہے تاکہ معرفت الٰہیہ بندوں کو حاصل ہو۔ چنانچہ رب العالمین کا قانون موجود ہے اور یہ ضروری ہے کہ اس قانون سے انسان کو مطلع کیا جائے کیونکہ وجود قانون بلا علم و اطلاع عبث ہے لہٰذا ضروری ہے کہ بالواسطہ انسانوں کو قانون سے روشناس کرایا جائے ایسے عالم میں اللہ کسی برگزیدہ شخصیت کو منتخب کر کے قانون الٰہی کو انسانوں میں متعارف کرائے اس برگزیدہ شخصیت کو شریعت کی اصطلاح میں نبی اور رسول کہا جاتا ہے۔

> انبیاء کرام کی معاشی زندگی اور اخلاقی کردار امارت و فقر دونوں صورتوں میں یکساں ہوتی ہے نبی کی لباس، غذا اور رہائش وطرز زندگی میں جو سادگی فقر کی حالت میں ہوتی ہے وہی سادگی امارت میں بھی پائی جاتی ہے۔ جو تواضع خاکساری اور اخلاق حالت فقر میں ہوتا ہے وہی سلطنت ملنے پر ہوتا ہے اور امارت ملنے پر بھی وہی نرم گفتار شیریں لہجہ وہی عجز و انکسار نمایاں صورت میں نظر آتی ہیں۔

احکام خداوندی کا جاننا، ماننا اور کرنا تینوں ضروری امر ہیں جاننے کے لئے معلم ماننے کے لئے تقدس اور کرنے کے لئے مقدس نمونے کا وجود ضروری ہے تاکہ تعلیم، تسلیم اور تعمیل کے ذریعہ قانون الٰہی اور دین الٰہی کا اظہار ہو اور دوام اور استمرار دین کے لئے اس کا ارتباط ایک ایسی محسوس شخصیت کے ساتھ ضروری ہے جس کی عظمت تقدس محبوبیت قلوب میں اس قدر مستحکم ہو جو کبھی زائل نہ ہو اور ایسی شخصیت نبی کی شخصیت ہو سکتی ہے اس لئے نبی کا تصور اور تسلیم بقاء دین کے لئے ضروری ہے تاکہ اس کی محبت اور تقدس کا تسلسل شمع دین کی تابانی کے لئے تیل کا کام دے سکے۔

بہر صورت اسلام نے نبوت کا جو تصور پیش کیا ہے وہ سب سے زیادہ معقول اور فطرت سلیم اور عالی روش کے عین مطابق ہے۔ ❀❀❀

رسالت ونبوت

مولانا شکیل احمد جونپوری
حوزۂ علمیہ قم

رسول: راغب اصفہانی کے نزدیک لفظ رسول ''رسل'' سے مشتق ہے اور اس کے معنی پیغام کے ہیں اور رسول اس شخص کو کہتے ہیں جسے پیغام دے کر بھیجا گیا ہو۔

نبی: اس لفظ کا مصدر ''ن ب ؤ'' ہے۔ لیکن بعض علمائے لغت نے کہا ہے کہ اس کا مصدر ''نبوۃ'' ہے جس کے معنی رفعت اور بلندی کے ہیں اور نبی کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ انسانوں کے لئے ایک معزز اور بلند اقدار کا حامل ہوتا ہے۔ کسائی نے کہا ہے کہ اس لفظ کی اصل نبی ہے اور اس کا معنی راستہ ہے اور نبی کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ خدا تک پہنچنے کے لئے راستہ کے مانند ہے۔

چنانچہ کسی منتخب شخص کو رسول اور نبی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یا تو وہ ایک عالی اور رفیع مقام پر فائز ہے یا اللہ کی طرف سے خبر دینے والا ہے یا خدا تک پہونچنے کا راستہ بتانے والا ہے۔

قرآن مجید میں یہ دونوں الفاظ ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں اس لئے کہ ایک ہی شخص کو کہیں صرف نبی کہا گیا ہے اور کہیں صرف رسول اور کہیں نبی اور رسول دونوں کہا گیا ہے۔ لیکن بعض مقامات پر لفظ رسول او نبی کو اس طرح استعمال کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں میں مرتبہ یا ذمہ داریوں کی نوعیت کے اعتبار سے کوئی اصطلاحی فرق ہے، سورہ حج میں ارشاد ہوتا ہے: ''وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا ...''

''اس آیت کی روشنی میں ایسا لگتا ہے کہ رسول اور نبی دو الگ الگ اصطلاح ہیں جن کے درمیان فرق ضرور ہے۔'' حج/۵۲

رسول اور نبی کے درمیان فرق

رسول اس شخص کو کہتے ہیں جس کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ کسی پیغام کو دوسروں تک پہنچائے اور ایک تفسیر کی بنیاد پر نبی اسے کہتے ہیں جو وحی خدا سے مطلع ہوتا ہے اور لوگوں کو اس کی خبر دیتا ہے اور ایک دوسری تفسیر کی بنا پر نبی ایک بلند و بالا اور اعلیٰ مقام پر فائز ہونے والے کو کہتے ہیں۔

بعض روایات کی بنا پر مقام نبوت ایک

ایسا مقام ہے جس پر فائز انسان عالم خواب میں فرشتہ وحی کو دیکھتا ہے اور عالم بیداری میں صرف اس کی آواز سنتا ہے لیکن مقام رسالت ایک ایسا مرتبہ ہے جس پر فائز ہونے والا عالم بیداری میں بھی فرشتہ وحی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اصول کافی /۲/ ۶، ۱۷

لیکن قرآنی تعبیرات اور بعض روایات کی روشنی میں بعض علماء کا نظریہ یہ ہے کہ رسول اس کو کہتے ہیں جو صاحب دین و شریعت ہوتا ہے اور اسکی ذمہ داری تبلیغ کرنا ہے یعنی وحی کو دریافت کرنے کے بعد اسے لوگوں تک پہونچاتا ہے۔ لیکن نبی وہ ہے جو وحی کو دریافت کرتا ہے لیکن لوگوں تک پہونچانا اسکی ذمہ داری نہیں ہے وہ وحی اس کی ذمہ داریوں کے متعلق ہوتی ہے اور اگر کوئی اس سے سوال کرتا ہے تو وہ اس کا جواب دیتا ہے۔

دوسرے لفظوں میں نبی اس آگاہ طبیب کی طرح ہے جو اپنے مقام پر بیماروں کے علاج کے لئے تیار ہوتا ہے لیکن وہ بیماروں کی تلاش میں نہیں نکلتا۔ اگر بیمار اس کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ ان کے علاج میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتا۔

لیکن رسول اس طبیب کے مانند ہے جو بیماروں کا علاج کرنے کے لئے دوا لئے گھومتا رہتا ہے اسی بنا پر حضرت علیؑ نے نہج البلاغہ میں رسولؐ خدا کو ''طبیب دوار بطبه'' سے یاد کیا ہے۔ نہج البلاغہ/ خطبہ ۱۰۸

''ثقۃ الاسلام کلینیؒ'' نے اصول کافی کے باب ''طبقات الانبیاء والرسل'' اور باب ''الفرق بین النبی والرسول'' میں جو بحث کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی وہ ہے جو حقائق وحی کو عالم خواب میں دریافت کرتا ہے (جیسے جناب ابراہیم کا خواب) یا عالم خواب کے علاوہ عالم بیداری میں فرشتہ وحی کی آواز سنتا ہے۔ لیکن رسول وہ ہے جو عالم خواب میں وحی کو دریافت کرتا ہے اور عالم بیداری میں فرشتہ وحی کی آواز سننے کے علاوہ اسے دیکھتا بھی ہے۔ تفسیر نمونہ/۱۴، ۸۷

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مقام نبوت و رسالت ایک وہبی اور لدنی چیز ہے یا ایک اکتسابی مقام ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک ایسا مقام و عہدہ ہے جو خدا کی طرف سے کسی کو عطا ہوتا ہے۔

نبوت کے لدنی اور وہبی ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ جس طرح کوئی خاص فن جیسی عام چیز وہبی اور خدا داد ہوتی ہے اکتسابی نہیں تو نبوت جیسی اہم چیز جو دین کی اساس ہے اور اسی پر بنی نوع آدمؑ کی دنیاوی اور اخروی سعادت و نجات موقوف ہے وہ کیسے اکتسابی ہو سکتی ہے؟!! مثال کے طور پر یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ موزوں طبع کے بغیر کوئی شخص اچھا شاعر اور موزوں لحن کے بغیر کوئی اچھا گلوکار نہیں بن سکتا ہے، چاہے وہ کتنا ہی علم حاصل کر لے یا ریاضت کر لے اس لئے کہ موزونیٔ طبع ایک موہبت الٰہی اور خدا داد چیز ہے۔ جب کوئی شخص موہبت الٰہی کے بغیر اچھا فنکار نہیں بن سکتا تو اس کی عطا کے بغیر کیونکر نبی یا رسول بن سکتا ہے؟!! یہی وجہ ہے کہ کسی بھی نبی نے کبھی بھی نبوت کی آرزو نہیں کی یا اسکی تلاش میں نہیں رہا بلکہ اسے

نبی بننے کا خیال تک نہیں آیا جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے وحی کے ذریعہ باخبر نہیں کردیا۔ فلسفہ رسالت، ص/۱۹

اس طرح سے رسالت بھی ایک اکتسابی شے نہیں ہے بلکہ ایک لدنی اور وہبی چیز ہے اور اس کی قدر و منزلت حکمت اور مشیت پروردگار پر موقوف ہے۔ نیز خداوند عالم نے ہمارے نبیؐ کی بعثت کے ساتھ اس دین کو مکمل کردیا اور اسے دیگر تمام ادیان پر غالب ہونے کی بشارت دی۔ آخری کتاب قرآن مجید کو قیامت تک کے جملہ بنی نوع آدم کے لئے نور ہدایت اور آفتاب علم و حکمت بنا کر اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اپنے اوپر رکھی اور نبوت، رسالت اور نزول وحی کا سلسلہ منقطع کردیا۔

ختم نبوت کا راز

پے در پے انبیاءؑ کے مبعوث ہونے اور جدید قوانین کے وضع ہونے کی ایک حکمت یہ تھی کہ زمین کے مختلف گوشوں میں بسنے والے انسانوں تک الٰہی پیغامات پہونچ جائیں اور اجتماعی روابط کے پھیلنے کی وجہ سے حالات کی پیچیدگیوں کا مقابلہ کیا جاسکے۔ دوسری طرف زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ افرادیا جماعتوں میں تبدیلی اور جاہلانہ دخالتوں کی وجہ سے عالم وجود میں آنے والی طرح طرح کی تحریفات کا تقاضا یہ تھا کہ کسی نئے نبی کے ذریعہ الٰہی تعلیمات کو آگے بڑھایا جائے اور ان تحریفات کا خاتمہ کیا جائے۔

لہٰذا جب پوری کائنات کی تبلیغ کی ذمہ داری صرف ایک رسول اور اس کے جانشینوں کے ذریعہ ممکن ہوجائے اور اس کی شریعت حال اور آئندہ کی ساری ضروریات اور مسائل کی جواب دہی پر قادر ہو، نیز ہر دور میں پیش آنے والے نئے مسائل کی پوری صلاحیت رکھتی ہو اور دوسری طرف اسے تحریف سے محفوظ رکھنے کی ضمانت بھی دی جائے تو اب کسی دوسرے نبی کو مبعوث کرنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

بشری علوم ایسے حالات کو معین کرنے سے عاجز و ناتوان ہیں صرف خدا ہی ہے جو اپنے لامحدود علم کی بنا پر عالم وجود میں آنے والے ہر ایسے حادثہ، واقعہ اور مسئلہ سے باخبر ہے جیسا کہ اس نے آخری نبی اور اس کی جاودان کتاب کے ساتھ انجام دیا ہے۔

سلسلہ نبوت کے ختم ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا اور بندوں کے درمیان کوئی رابطہ نہیں رہ گیا ہے بلکہ اگر خدا چاہے تو وہ اپنے شائستہ بندوں کو علم غیب کے ذریعہ مطلع کرسکتا ہے جیسا کہ مکتب اہل بیتؑ کے مطابق پروردگار عالم نے ائمہ معصومین علیہم السلام کو ایسے علوم سے نوازا ہے۔ آموزش عقائد، ص/۳۶۵

❀❀❀

تنظیم المکاتب کے اس شمارے پر علامت ✕ آپ پر مجلہ سے متعلق رقم واجب الادا ہونے کی نشاندہی کررہی ہے

سالانہ زر اعانت ارسال کرکے شکر گذار فرمائیں۔ ادارہ

رسول اور نبی کا فرق

جناب محمد بدیع الزماں

پٹنہ

''رسول'' کے معنی ہیں ''فرستادہ'' بھیجا ہوا۔ اس معنی کے لحاظ سے عربی زبان میں قاصد، پیغامبر، ایلچی اور سفیر کے لئے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور قرآن میں یہ لفظ یا توان ملائکہ کے لئے استعمال ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کارخاص پر بھیجے جاتے ہیں، یا پھر ان انسانوں کو اس نام سے موسوم کیا گیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے خلق کی طرف اپنا پیغام پہنچانے کے لئے مامور فرمایا۔

''نبی'' کے معنی میں اہل لغت کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض اس کو لفظ 'نبا' سے مشتق قرار دیتے ہیں جس کے معنی خبر کے ہیں اور اس اصل کے لحاظ سے نبی کے معنی ''خبر دینے والے'' کے ہیں۔ بعض کے نزدیک اس کا مادہ 'نبو' ہے یعنی رفعت اور بلندی۔ اور اس معنی کے لحاظ سے نبی کا مطلب ''بلند مرتبہ'' اور ''عالی مقام'' ہے۔ ازہری نے ''کسائی'' سے ایک تیسرا قول بھی نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ لفظ دراصل 'نبی' ہے جس کے معنی طریق اور راستے کے ہیں اور انبیاء کو نبی اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کی طرف جانے کا راستہ ہیں۔

پس کسی شخص کو ''رسول و نبی'' کہنے کا مطلب یا تو ''عالی مقام پیغمبر'' ہے یا ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبریں دینے والا پیغمبر'' یا پھر وہ پیغمبر جو اللہ کا راستہ بتانے والا ہے۔''

قرآن مجید میں یہ دونوں الفاظ بالعموم ہم معنی استعمال ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی شخص کو کہیں صرف رسول کہا گیا ہے اور کہیں رسول اور نبی ایک ساتھ لیکن بعض مقامات پر رسول اور نبی کے الفاظ اس طرح بھی استعمال ہوئے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں میں مرتبے یا کام کی نوعیت کے لحاظ سے کوئی اصطلاحی فرق ہے۔ مثلاً سورۃ الحج کی آیت ۵۲ میں فرمایا گیا ہے:

''اور اے نبیؐ، تم سے پہلے ہم نے نہ کوئی رسول ایسا بھیجا ہے نہ نبی (جس کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا ہو کہ)........ اللہ علیم ہے اور حکیم۔''

یہ الفاظ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ رسول اور نبی دو الگ الگ اصطلاحیں ہیں جن کے درمیان

کوئی معنوی فرق ضرور ہے اسی بنا پر اہل تفسیر میں یہ بحث نکل پڑی ہے کہ اس فرق کی نوعیت کیا ہے؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قطعی دلائل کے ساتھ کوئی بھی رسول اور نبی کی الگ الگ حیثیتوں کا تعین نہیں کرسکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ جو بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ رسول کا لفظ نبی کی بہ نسبت خاص ہے یعنی ہر رسول نبی بھی ہوتا ہے مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا یا یا الفاظ دیگر انبیاء میں سے رسول کا لفظ ان جلیل القدر ہستیوں کے لئے بولا گیا ہے جن کو عام انبیاء کی بہ نسبت زیادہ اہم منصب سپرد کیا گیا تھا۔ اس کی تائید اس حیثیت سے ہوتی جو امام احمد نے حضرت ابوامامہ سے اور حاکم نے حضرت بوذر سے نقل کی ہے کہ نبیؐ سے رسولوں کی تعداد پوچھی گئی تو آپ نے ۳۱۳ یا ۳۱۵ بتائی اور انبیاء کی تعداد پوچھی گئی تو آپؐ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی۔ اگرچہ اس حدیث کی سندیں ضعیف ہیں ،مگر کئی سندوں سے ایک بات کا نقل ہونا اس کے ضعف کو بڑی حد تک دور کردیتا ہے۔ ❀❀❀

تنظیم المکاتب کے زیر اہتمام یوپی کے مکاتب امامیہ کی

دینی تعلیمی کانفرنسیں

اور مجالس عزاء

بتاریخ: ۱۰،۱۱رنومبر ۲۰۰۷ء
بمقام: عزاخانہ جعفری، بڑا گاؤں، گھوسی، مئو

بتاریخ: ۱۷،۱۸رنومبر ۲۰۰۷ء
بمقام: عزاخانہ کلاں، بلور، سدھارتھ نگر

بتاریخ: ۲۴،۲۵رنومبر ۲۰۰۷ء
بمقام: مقبرہ کوالٹی، کانپور روڈ ٹرانسپورٹ بھون، کانپور

❀ ملک کے مایۂ ناز علماء واعظین، خطباء، شعراء اور ماہرین تعلیم کی شرکت متوقع ❀ مکاتب امامیہ کے طلاب وطالبات کے تعلیمی مظاہرے ❀ ہر نشست کے آخر میں مجلس عزا سید الشہداؑ کا انعقاد

مومنین ومومنات سے شرکت کی گذارش ہے (ادارہ)

قرآن کے انبیاءؑ

جناب میر مراد علی خان

نیو جرسی، امریکہ

قرآن کے انبیاء: جیسا کے سیوطی نے لکھا ہے کہ قرآن کا بہت حصہ نبیوں ہی کے ذکر اذکار سے پر ہے۔ مناسب ہوگا کہ قرآن میں کتنے انبیاءؑ کا ذکر ہے اور فہرست انبیاءؑ کی یوں ہیں:

۱۔ آدمؑ ۲۔ نوحؑ ۳۔ ادریسؑ ۔ ابراہیمؑ ۔ اسمٰعیلؑ ۔ یوسفؑ ۔ موسیٰؑ ولد عمران ۔ ۱۱۔ موسیٰؑ ولد میثا۔ ۱۲۔ لوطؑ ولد ہاران ۔ ۱۳۔ ہودؑ ۔ ۱۴۔ ہودؑ ولد عبداللہ۔ ۱۵۔ ہارونؑ ولد عمران ۔ ۱۶۔ داؤدؑ ۔ ۱۷۔ سلیمانؑ ۔ ۱۸۔ ایوبؑ ۔ ۱۹۔ ذوالکفلؑ ۔ ۲۰۔ یونسؑ ۔ ۲۱۔ الیاسؑ ۔ ۲۲۔ الیسعؑ ۔ ۲۳۔ زکریاؑ ۔ ۲۴۔ یحییٰؑ ۔ ۲۵۔ عیسیٰؑ ۔ ۲۶۔ شعیبؑ ۔ ۲۷۔ صالحؑ ۔ ۲۸۔ محمدؐ ولد عبداللہ۔

آدمؑ — ابن ابی حاتم نے ابی الضحیٰ کے طریق پر ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آدمؑ کا نام آدمؑ اس مناسبت سے رکھا گیا کہ وہ گندم رنگ کی زمین سے پیدا ہوئے تھے۔ ثعلبی کا بیان ہے کہ آدمؑ عبرانی زبان میں مٹی کو کہتے ہیں اس واسطے مٹی کی مناسبت سے آدم کہلائے گئے۔ تاریخ کی کتابوں سے یہ مشہور ہے کہ آدمؑ ایک ہزار سال زندہ رہے۔

نوحؑ — حاکم مستدرک بیان کرتا ہے کہ آپ کا نام نوح سبب بکثرت رونا تھا۔ اور آپ کا نام دراصل عبدالغفار ہے۔ اور حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے درمیان دس صدیوں کا فاصلہ تھا۔ ۴۰ سال کی سن میں مبعوث بہ رسالت ہوئے اور ۹۵۰ سال اپنی قوم میں زندہ رہ کر انہیں خدا کی طرف بلاتے رہے۔ طوفان نوحؑ کے بعد ۶۰ سال زندہ رہے۔

ادریسؑ — بعض کا قول ہے کہ آپ حضرت نوحؑ سے قبل گذرے ہیں اور اولاد آدمؑ میں سب سے پہلے نبوت کا مرتبہ حاصل فرمایا۔ اسم ادریس "دارسۃ" سے مشتق ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صحف آسمانی کا درس دیتے تھے۔ جس وقت آپ آسمان پر اٹھا لئے گئے اس وقت آپ کا سن شریف ۳۵۰ سال تھا۔ کہتے ہیں کہ حضرت نوحؑ اور حضرت ادریسؑ میں ایک ہزار سال کا فاصلہ تھا۔

ابراہیمؑ — ابراہیم سریانی اسم ہے جو "اب رحیم" یعنی مہربان باپ۔ ایک اور نظریہ یہ ہے کہ ابراہیم اصل میں

الیہ ھمۃ سے مشتق ہے۔ حضرت ابراہیم نے دو سو سال کی عمر پائی تھی۔ آذر جو بت پرست تھا وہ حضرت ابراہیم کے باپ نہیں تھے۔ ثبوت یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے:

"اف لکم ولما تعبدون من دون اللہ افلا تعقلون" انبیاء/۶۷

حضرت ابراہیم نے اپنی قوم جس میں آذر (چچا) شامل تھے فرمایا کہ تم پر تف ہو! ان بتوں کو اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو۔ اگر آذر باپ ہوتا تو حضرت ابراہیم لفظ اُف نہیں فرما سکتے تھے۔ اس لئے کہ سورۃ الاسراء آیت ۲۳ میں اولاد کو حکم دیا گیا کہ والدین کی شان میں نہ کہو اف اور نہ انہیں جھڑکو اور ان سے ادب کے ساتھ بات کرو۔

"فلا تقل لھما اف ولا تنھر ھما وقل لھما قولا کریما"

اسماعیلؑ ــــ یہ حضرت ابراہیم کے بڑے فرزند تھے۔

اسحاقؑ ــــ یہ حضرت اسماعیل کے ۱۴ سال بعد پیدا ہوئے۔ ۱۸۰ سال زندہ رہے۔ عبرانی زبان میں اسحاق کے معنی ضحاک یعنی بہت ہنسنے والا۔

یعقوبؑ ــــ یہ ۱۴۷ سال زندہ رہے۔ ان ہی کا لقب اسرائیل ہے جس کے لفظی معنی عبداللہ کے ہیں۔

یوسفؑ ــــ یہ یوسف ہیں یوسف بن یعقوبؑ بن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ۔ ان کا ۱۲ سال کا سن تھا جب کنویں میں ڈالے گئے تھے اور ۸۰ سال کے بعد اپنے باپ سے ملے۔ ۱۲۰ سال زندہ رہے۔ بعض علماء نے حضرت یوسف کو مرسل یعنی رسول بھی بتلایا۔ اور ثبوت میں یہ آیت: "ولقد جاء کم یوسف من قبل بالبینات" غافر/۳۴

اور ایک قول ہے کہ یہ یوسف دوسرے ہیں یہ یوسف بن افراہیم بن یوسف بن یعقوب ہیں۔ اور ایک قول ہے کہ ایک اور یوسف ہیں جو یوسف بن ماثان ہیں یہ حضرت زکریاؑ کی زوجہ کے بہن کے بیٹے تھے۔ چنانچہ ناموں میں مشابہت کی بنا پر یہ بھی ہے کہ سورۂ توبہ میں جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا واقعہ ہے وہ موسیٰ بنی اسرائیل کے موسیٰؑ نہیں ہیں بلکہ وہ موسیٰ بن افراہیم بن یوسف ہیں۔ اور سورۂ غافر (المومن) میں جس کا تذکرہ ہے وہ یوسف قوم جن سے تھے اللہ نے ان کو جنات کی طرف رسول بنا کر بھیجا تھا۔ ایسے ہی ابن عساکر لکھتے ہیں سورۂ آل عمران میں جو عمران ہیں وہ حضرت موسیٰؑ کے والد تھے اور وہ حضرت مریم کے باپ نہیں تھے۔

لوطؑ ــــ یہ حضرت ابراہیم کے بھتیجے تھے۔

ہودؑ ــــ آپ کا نام عابر بن ارفخشد بن سام بن نوح ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آپ ہود بن عبداللہ بن ریاح بن حاوز بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوحؑ ہیں۔

صالحؑ ــــ یہ عرب تھے اور نوجوان تھے۔ نبی بنا کر قوم کی طرف بھیجے گئے تھے۔ یہ قوم میں ۲۰ سال رہے اور قوم ثمود کے مکانات شام اور حجاز کے درمیان تھے۔ اور یہ مکہ میں ۵۸ کے سن میں

وفات پائی۔

شعیبؑ ــــــ یہ دو قوموں کی جانب رسول بنا کر بھیجے گئے اہل مدین اور ''اصحاب الایکہ'' کی طرف۔ بعض کہتے ہیں مدین اور ''اصحاب الایکہ'' ایک ہی قوم کے نام ہیں۔ بعض کہتے ہیں نہ صرف یہ دو قومیں الگ الگ تھیں بلکہ ایک اور قوم تھی ''اصحاب الرس'' جس کی جانب آپ ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے۔

موسیٰؑ ــــــ یہ عمران بن یصہیر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب ہیں۔ (یہ لاوی وہی ہیں جنہوں نے حضرت یوسف کی جان بچائی تھی اور مشورہ دیا کہ حضرت یوسف کو قتل نہ کرو بلکہ ان کو زندہ کنویں میں ڈال دو۔ آپ کا نام ''موسا'' یعنی پانی اور درخت سے لیا گیا ہے۔ اس لئے کہ جب آپ پیدا ہوئے تھے تو درخت اور پانی کے درمیان ڈال دیئے گئے تھے۔ یہ ۱۲۰ سال زندہ رہے۔

ہارونؑ ــــــ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے اور سن میں ایک سال بڑے تھے۔ یہ فرعون کے حکم قتل سے اس لئے بچ گئے تھے کہ فرعون نے حکم دیا تھا ایک سال کسی کو قتل نہ کرو اور ایک سال مرد بچے پیدا ہوتے ہی قتل کر دیئے جائیں۔ چنانچہ یہ معافی والے سال میں پیدا ہوئے۔ اللہ نے یہ انتظام کیا کہ جس سال قتل ہونے کا تھا اس میں موسیٰ علیہ السلام کو پیدا کر کے اپنی قدرت کا اظہار کیا۔ ہارون کے معنی عبرانی زبان میں ہر دلعزیز اور محبوب کے ہیں۔ اور آپ بڑے خوش بیان تھے۔

داؤدؑ ــــــ آپ بہت ہی خوش خلق اور خوش آواز تھے۔ اللہ نے آپ کو دنیا کی سلطنت اور نبوت دونوں عطا کی تھی۔ ۱۴۰ سال زندہ رہے اور چالیس سال حکمرانی کی آپ کے بارہ فرزند تھے۔

سلیمانؑ ــــــ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ دنیا کی تمام حکومت دو مومنین کو ملی۔ ایک حضرت سلیمانؑ اور دوسرے ذوالقرنین اور دو کافروں کو ایک نمرود اور دوسرے بخت نصر۔ مورخین لکھتے ہیں کہ آپ تیرہ سال کے تھے جب آپ تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے اور چار سال کے بعد بیت المقدس کی تعمیر کا آغاز کیا اور وقت وفات ۵۳ سال کا سن تھا۔

ایوبؑ ــــــ ابن اسحاق کا کہنا ہے کہ یہ بنی اسرائیل سے تھے۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ ان کی والدہ لوطؑ کی بیٹی تھیں۔ جس وقت وہ مرض کے امتحان میں ڈالے گئے اس وقت وہ ۷۰ سال کے تھے اور سات سال وہ بلاء میں مبتلا رہے اور ۹۳ سال میں وفات پائی۔

ذوالکفلؑ ــــــ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ایوبؑ کے بیٹے تھے۔ یہ تمام عمر شام میں رہے اور ۷۵ سال کی عمر پائی۔

آپ کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہے کوئی کہتے ہیں کہ حضرت الیاس ہی ذوالکفل ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ ایک مرد صالح تھے اور ان کی چند ذمہ داریاں تھیں جسے انھوں نے اس کی کفالت کی تھی بس اور اسے نبھا بھی دیا اس لئے

آپ کا یہ نام مشہور ہوا۔ بعض کہتے ہیں یہ حضرت زکریاؑ ہیں قرآن میں یوں ہے "وکفلها زکریا"

یونسؑ ـــــ یہ متی کے فرزند تھے۔ ایک تفسیر میں ہے کہ متی آپ کی والدہ کا نام تھا۔ ابن ابی حاتم کا قول ہے کہ آپ ۴۰ روز مچھلی کے شکم میں رہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آپ ۷ دن مچھلی کے شکم میں رہے۔ شعبی کہتے ہیں کہ آپ کو مچھلی چاشت (دن) کے وقت نگلی اور اسی شام کو اگل دیا۔

الیاسؑ ـــــ ابن اسحاق کی تحقیق ہے کہ آپ الیاس بن یاسین بن فخاص بن العیزار بن ہارون (حضرت موسیٰؑ کے بھائی) بن عمران ہیں۔ ابن عساکر نے آپ کو شعیبؑ کے سلسلہ میں بتلایا ہے اور حضرت خضر کی طرح طویل حیات والے ہیں بتلایا ہے۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ الیاسؑ اور ادریسؑ ایک ہی ہیں۔

الیسعؑ ـــــ ابن جبیر بیان کرتے ہیں کہ وہ اخطوب بن العجوز کے فرزند ہیں۔

زکریاؑ ـــــ حضرت سلیمان بن داؤد کی ذریت میں تھے اور اپنے بیٹے حضرت یحییٰؑ کے قتل ہو جانے کے بعد یہ بھی قتل کر دیئے گئے۔ جس دن آپ کو فرزند کی بشارت ملی تھی آپ کا سن ۹۰ برس کا تھا۔ یہ حضرت مریمؑ کی کفالت کرتے تھے۔ اور جب یہ دیکھا کہ محراب عبادت حضرت کے لئے بے موسم کے پھل موجود ہیں تو انہیں یہ خیال ہوا کہ جو اللہ بے موسم کے پھل دیتا ہو کیا وہ بے موسم کے اولاد عطا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ آپ نے دعا کی دعا قرآن میں ہے جو فرزند کے لئے کی تھی۔

یحییٰؑ ـــــ اللہ نے آپ کی پیدائش سے قبل آپ کا نام رکھا اور بچپن ہی میں علم و حکمت عطا کیا اور منصب نبوت پر فائز ہوئے۔ آپ حضرت عیسیٰؑ سے چھ ماہ قبل پیدا ہوئے تھے۔ اللہ نے آپ کے قاتل قوم پر جابر بادشاہ بخت نصر کو مسلط کر دیا تھا۔

عیسیٰؑ ـــــ ابن مریم بنت عمران ہیں۔ آپ زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ اس وقت آپ کا سن ۳۳ سال تھا۔

حضرت محمد مصطفیٰؐ اس ہستی کے بارے میں لکھنے کے لئے اس کمترین میں نہ طاقت ہے اور نہ اس مضمون میں اتنی گنجائش ہے۔ صرف اتنا لکھنا کافی ہے۔ یہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔

"واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمٰن آلهة یعبدون" زخرف/۴۵

"اخبرنا الحسین بن محمد الدینوری حدثنا ابو الفتح محمد بن الحسین بن محمد بن الحسین الأزدی الموصلی حدثنا عبدالله بن محمد بن غزوان البغدادی حدثنا علی بن جابر حدثنا محمد بن خالد بن عبدالله ومحمد بن اسماعیل قالا حدثنا محمد بن فضیل عن محمد ابن سوقة عن ابرهیم عن علقمة عن عبدالله بن

مسعود قال قال رسول الله صلی الله علیہ وآلہ وسلم أتانی ملک فقال یا محمد واسأل من أرسلنا من قبلک من رسلنا علی ما بعثوا قال قلت علی ما بعثوا قال علی ولایتک وولایۃ علی بن أبی طالب"
تفسیر ثعلبی

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ شب معراج میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے پوچھا کہ آپ سے قبل جو انبیاء آئے تھے ان سے یہ پوچھئے کہ وہ لوگ کس عہد و پیمان پر بھیجے گئے تھے۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ جب میں نے ان پیغمبروں سے پوچھا ان لوگوں نے جواب دیا کہ آپ کی رسالت اور علی ابن ابیطالبؑ کی ولایت کے عہد پر بھیجے گئے تھے۔ تفسیر ثعلبی

❁❁❁

ہمارے خدمات

ابتدائی دینی تعلیم

ادارہ تنظیم المکاتب کے زیر انتظام ملک کے ۱۷ صوبوں میں ۱۰۳۰ مکاتب امامیہ ابتدائی دینی تعلیم دینے میں مصروف ہیں جن میں ۱۷ کتب پر مشتمل مکمل نصاب تعلیم اردو، ہندی انگریزی، گجراتی اور بنگالی میں پڑھایا جاتا ہے۔

ابتدائی دنیوی تعلیم

۳۵ اسکولوں میں دیگر موضوعات کے ساتھ دینیات رائج ہے جن سے ۴۴۲۷ طلاب کسب فیض کررہے ہیں جن کو ۱۷۴ اساتذہ تعلیم دینے میں مشغول ہیں۔

اعلیٰ دینی تعلیم

جامعہ امامیہ ۱۱ ذیقعدہ ۱۴۰۳ھ سے کامیابی کے ساتھ مصروف خدمت ہے اس ادارہ میں ۸۶ طلاب علوم دینی قیام وطعام کی سہولت کے ساتھ زیر تعلیم ہیں تعلیم وتربیت کے لئے ۱۵ اساتذہ مصروف خدمت ہیں۔ جامعۃ الزہرا ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۴۱۵ھ سے مصروف خدمت ہے اس منفرد مرکز تعلیم میں ۱۳۰ طالبات زیر تعلیم ہیں اور ان کی تربیت کے ساتھ تعلیم کے لئے تدریسی عملہ کی تعداد ۹ ہے قانون حجاب کی مکمل پابندی کے ساتھ اعلیٰ دینی تعلیم کے علاوہ ہندی انگریزی معلومات عامہ اور امور خانہ داری کی تعلیم کا بھی بندوبست ہے۔

انبیاءؑ اور اخلاص

محترمہ صغریٰ خاتون ' سویڈن

یہ بات واضح ہے کہ کسی عمل انجام کا دینا کوئی مشکل بات نہیں لیکن اس عمل کو خداوند عالم کی بارگاہ میں قبولیت کے مقام تک پہونچانا بہت زیادہ دشوار ہے۔ ہم سب ہر آن اور ہر لحہ اپنے اعمال اور افعال میں مشغول رہتے ہیں لیکن مقبولیت کی فکر بہت کم رہتی ہے اگر چہ ہم جانتے ہیں اور اس بات سے واقف بھی ہیں کہ خدا کے یہاں اگر کسی چیز کی کوئی قیمت ہے تو صرف خلوص نیت کی ہے۔ اگر ہمارا عمل اپنے رب کی خوشنودی کے لئے ہو تو قابل قبول ہے ورنہ نہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان کے اوپر واجب ہے کہ اپنے عمل کو اس کے تمام شرائط کے ساتھ انجام دے یعنی ایمان اور اخلاص کے ساتھ۔ خداوند کریم نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

"الا للہ الدین الخالص"

"آگاہ ہو جاؤ کہ خالص بندگی صرف اللہ کے لئے ہے۔" زمر/۳ ترجمہ قرآن مجید علامہ جوادیؒ

لہٰذا اس آیۂ شریفہ سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کا دین خالص ہے اور وہ اپنے دین میں اپنے مخلص بندوں کو ہی داخل ہونے کی اجازت دیگا اور جس کا نفس شیطنت میں ڈوبا ہوا ہوگا وہ اس خالص دین سے خارج ہے۔ اگر ہماری کوششیں غیر خدا کے لئے ہوئیں تو وہ سب بے کار ہونگی جس پر کوئی جزا نہ ہوگی کیونکہ جزا اور سزا کا دارومدار اخلاص پر ہی ہے۔ ہر شخص کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے اندر جذبۂ اخلاص پیدا کرے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"یقین وایمان کے ذریعہ اخلاص پیدا ہوتا ہے۔"

جسکا جتنا ایمان مضبوط ہوگا اور خدا اور آخرت کا خوف دل میں رکھتا ہوگا اتنا ہی اس کا عمل ریاکاری اور خود نمائی سے پاک ہوگا اور یہاں شیطان کو انسان کے گمراہ کرنے کا کوئی راستہ نہ ملے گا۔ کیونکہ قرآن مجید میں خود ابلیس ملعون کے قول کے بارے میں ارشاد ہے:

"قال فبعزتک لاغوینہم اجمعین. الا عبادک منہم المخلصین"

"اس نے کہا تو پھر تیری عزت کی قسم میں سب کو گمراہ کروں گا۔ علاوہ تیرے ان بندوں کے جنھیں تو نے خالص بنا لیا ہے۔"

ص/۸۲، ۸۳ ترجمہ قرآن مجید علامہ جوادیؒ

لہٰذا اخلاص کے ساتھ ہی ہماری سعی

اور ہماری کوشش قابل قدر اور قابل اہمیت ہے۔

ہمارے مولا و آقا حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ''لائق مبارک باد ہے وہ شخص جس کا علم و عمل، دوستی و دشمنی، لین دین، گفتگو اور سکوت اختیار کرنا اور رفتار و گفتار خالص خدا کے لئے ہو۔'' یہ فرمان ان کا ہے جنہوں نے اپنی پوری زندگی میں ہر کام اپنے پروردگار کے لئے کیا اور کسی کار خیر میں اپنے نفس کو شامل نہ ہونے دیا اسی لئے رسولؐ خدا نے جنگ خندق میں آپ کے بارے میں یہ فرمایا کہ:

''ضربة علی یوم الخندق افضل من عبادة الثقلین''

لیکن افسوس ہے کہ ہمارے اعمال خالق کی خوشنودی کی خاطر بہت کم ہوتے ہیں اور مخلوق کے قلوب کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے زیادہ ہوتے ہیں۔ اور اگر یہ بات غلط ہے تو کیا وجہ ہے کہ اتنے اعمال و افعال بجالانے کے بعد بھی ہمارے اندر کوئی تبدیلی نہیں آتی؟ جبکہ رسولؐ خدا ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں:

''اگر کسی نے چالیس شبانہ روز خدا کی خوشنودی کی خاطر عمل انجام دیا تو حکمت و معرفت کے دریا اس کے قلب سے زبان پر جاری ہو جاتے ہیں۔''

ہمیں خدا کے اطاعت گزار بندے ہونے کی پوری کوشش کرنی چاہئے ایسا نہ ہو کہ اپنی پوری زندگی کی عبادات اور اعمال کے باوجود جب روز جزا و سزا اٹھائے جائیں تو خالی ہاتھ ہوں۔ جب تک موقع ہے اپنے عمل کو خالص بنائیں اور اہل ایمان اور اہل یقین کا اتباع کریں۔

خدا نے اپنے بندوں کو خلوص عمل کی رہنمائی کے لئے انبیاء اور ائمہ معصومین علیہم السلام کو بھیجا تاکہ وہ اپنے اعمال، ایمان اور یقین کے ذریعہ ہمیں بتائیں کہ خدا اپنے مخلص بندوں سے کیسا عمل چاہتا ہے۔ تمام پیغمبر نوع بشر کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے اپنے فریضہ کی ادائگی میں انتہائی خلوص برتتے تھے ان کا مقصد صرف اور صرف لوگوں تک پیغام الہٰی پہونچانا تھا اس کام میں وہ لوگوں کی خوشنودی نہیں چاہتے تھے بلکہ ان کا تبلیغ کرنا خدا کی راہ میں ہوتا تھا اور اپنے کام کی اجرت خدا کے ذمہ سمجھتے تھے۔ سورۂ شعراء میں ہے کہ ہر نبیؐ نے یہی کہا کہ: ''میں اس تبلیغ کی کوئی اجرت نہیں چاہتا ہوں میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔'' ترجمہ قرآن مجید علامہ جوادیؒ

انبیاء نے اپنے تبلیغی دور میں کئی مشکلوں کا سامنا کیا لیکن ان کا خدا پر ایمان اور یقین اتنا پختہ تھا کہ اس سلسلہ میں نہ ان کے پیر ڈگمگائے نہ ظالموں کی دھمکیوں سے اپنے کام کو ادھورا چھوڑا بلکہ اپنے بے نظیر یقین اور اطمینان کے ساتھ ہر ظالم و جابر بادشاہ سے مقابلہ کیا اور خدا نے ان کی ہر موقعہ پر امداد کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے لئے اپنا تبلیغی فریضہ انجام دیا اور فرعون جیسے ظالم کے مقابلہ پر کھڑے ہو گئے تو خدا نے بھی ان کی امداد کے لئے سمندر میں راستہ بنا دیا اور فرعون کو غرق کر دیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے لئے بتوں کو توڑا تو قدرت نے

بھی ان کے لئے آگ کو سرد اور سلامتی کا سامان بنا دیا، حضرت نوح علیہ السلام نے بھی انتہائی خلوص کے ساتھ توحید کا پیغام پہنچایا اور پروردگار نے انھیں کشتی میں طوفان سے نجات دی اسی طرح ہر ایک پیغمبر نے اپنے کام کو خوشنودی خدا کے لئے ہی انجام دیا جبکہ اس کام میں بڑی مشکلوں کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ تمام انبیاء خدا کے مخلص بندے ہونے کے باوجود اپنے عمل کے انجام کو کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کی قبولیت کی بھی فکر کرتے تھے۔ انھوں نے ہمیں یہ درس دیا کہ اپنے کسی کارِ خیر پر فخر یا غرور نہ کرنا بلکہ اپنے رب کی بارگاہ میں اس کے قبول ہونے کی دعا بھی کرتے رہنا۔ پروردگار عالم سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو انبیائے کرام اور ائمہ علیہم السلام کے بتائے ہوئے راستہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے اور ہمیشہ خلوص عمل کی رہنمائی بھی کرتا رہے۔ آمین ❀❀❀

انبیاء کا اسلوب ہدایت

تنویر نگروری

انبیاء کی تھیں یہ خوش اسلوبیاں	آج ہے دین خدا جو کامراں
ظالموں کے اپنے جبر و ظلم و جور	انبیاء کے اپنے مظلومانہ طور
حق بیانی سے بھی یہ روکے گئے	آتش نمرود میں ڈالے گئے
یہ رسولوں کا تھا طرز زندگی	راہ میں کانٹے بچھے اف بھی نہ کی
کیا ہو اسلوب ہدایت کا بیاں	نرم لہجہ، بااثر، شیریں زباں
انبیاء کے بس یہی پیغام تھے	اور یہ پیغام کتنے عام تھے
دین حق کو لو نگر کر کے یقیں	دین میں کوئی زبردستی نہیں
وہ نگر کار ہدایت کر چکے	حکم خالق کی اطاعت کر چکے
اب عمل اس پر ہمارا کام ہے	انبیاء کا جو ہمیں پیغام ہے
اب ہمارا ہے یہ دور امتحاں	بڑھ گئیں ہیں ہم پہ ذمہ داریاں
باعمل خود بھی گزاریں زندگی	دوسروں کو بھی کریں امر و نہی

زندگی تنویر خوش اسلوب ہو
اپنے کیا، غیروں کو بھی محبوب ہو

❀❀❀

فلسفۂ بعثت

مولوی سید مجیب الحسن
متعلم جامعۃ المنتظر نوگانواں سادات

بعثت یعنی اسلامی تعلیمات کی رو سے معرفت پروردگار کی دلیل بندگان الٰہی کے لئے مکمل نظام ہدایت اور مفصل سلسلۂ نجات و سعادت ہے قرآن مجید وفرقان حمید نے جہاں انسانی وجود کی تکریم کے طور پر "ولقد کرمنا بنی آدم" جیسے مکرم تاج سے سرفرازی کی بات کی وہیں پر بزرگی وشرف پر برقرار رہنے میں بشری ضعف وجہالت کا بھی تذکرہ کیا اور انسان کو اسفل السافلین جیسے ورطۂ ہلاکت سے بھی باخبر فرمایا جس کا سطحی مطلب یہ ہے کہ جہاں انسانیت کا ہر فرد بشر اپنی احسن تقویم جیسی حسین ساخت وعمدہ عمارت کو محفوظ وباقی رکھنے میں اور "لقد کرمنا" جیسے فضل وشرف کو برقرار رکھنے میں صرف عقل وخرد کا محتاج نہیں بلکہ ایسے مقدس سلسلۂ ہدایت اور نظام سعادت و نجات کا ضرورتمند ہے جو عقل وخرد کے تکامل وترقی میں معاون ومددگار ثابت ہو چونکہ یہ بات مبنی برحقائق ہے کہ بشری وجود کی نصف شخصیت کی تشکیل عقل و خرد سے ہوتی ہے اور نصف شخصیت طبائع و میلانات وخواہشات کے میدان میں امر مولا کا پابند بنائے رکھنے پر مبتنی ہے۔

اور اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ شخصیت سازی کے اس دوسرے پہلو کو جتنی تعلیم کی ضرورت ہے اتنی ہی تربیت کی احتیاج بھی لہٰذا جو بھی شخصیت سازی کی رہبری کے لئے منتخب ہو اس کے لئے لازمی ہے کہ وہ معلم بھی ہو اور مربی بھی چونکہ معاشرہ جب تعلیم وتربیت سے عاری اور بے فیض ہو جاتا ہے تو خود بندے بندوں کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے جاتے ہیں اور انہیں کو لائق عبادت سمجھ کر سجدہ کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ ایک ایسا حقائق رساں وجود مقدس ہو جو موقف عبادت و اطاعت کو سمجھے اور بندگان خدا کو بندوں کی عبادت سے نکال کر حقیقی معبود کی بارگاہ میں پہنچا دے یہ وہ غرض بعثت ہے جس کی طرف راہنمائی احادیث معصومین بھی کرتی ہیں۔

ایک حدیث میں وارد ہوتا ہے:

"ان الله بعث محمد الیخرج عبادہ من عبادہ الی عبادتہ"

"بے شک غنی مطلق نے حضور پاک کو اس لئے مبعوث بہ رسالت فرمایا تا کہ وہ بندگان الٰہی کو بندوں کی عبادت سے نکال کر حقیقی معبود کی بارگاہ میں لائے۔

یہ وہ ذمہ داری ہے جو بغیر تعلیم و تربیت کے مشکل ہی نہیں بلکہ غیر ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ان کے فرزند ارجمند حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ نے تعمیر خانہ کعبہ کے موقع پر ایسے بابرکت اور سعادت سے سرشار وجود کے لئے دعا فرمائی جس کی حیات طیبہ کا ہر پہلو شخصیت سازی کے لئے نمونۂ عمل اور اسوۂ حسنہ ثابت ہو لہٰذا اسی کو رب اکبر نے معلم کتاب وحکمت بھی بنایا مربی کائنات بھی۔ تا کہ وہ قافلۂ بشریت کو علم وحکمت وتربیت کے ذریعہ راہ سعادت ونجات سے ہمکنار کر سکے، ذلت و رسوائی سے چھٹکارا دلا سکے، اور راہ حق وصداقت پر لگانے کے بعد ابدی عزت وتوقیر سے سرفراز کر سکے اسی مقدس وجود کو اسلامی اصطلاح میں امام حق بھی کہا جاتا ہے اور ہادی برحق بھی ویسے تو حضرت ابراہیم کی بہت سی دعائیں قرآن مجید میں ذکر ہوئیں ہیں لیکن جو ان میں اہم ترین ہے وہ یہی دعا ہے جو تمام دعاؤں پر محیط ہے جس کو قرآن کریم میں ان لفظوں کے ساتھ نقل کیا گیا ہے "ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم"

بقرہ/۱۲۹

"اے پروردگار! ان کے درمیان ایک رسول کو مبعوث فرما جو ان کے سامنے تیری آیات کی تلاوت کرے انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کے نفوس کو پاکیزہ بنائے بیشک تو صاحب عزت وصاحب حکمت ہے۔

جناب ابراہیم کی یہ وہ عظیم دعا ہے کہ جس میں پیغمبر اسلامؐ کے ظہور کی دعا کے ساتھ ساتھ ان کی بعثت کے تین اہم مقاصد بیان کئے گئے ہیں۔ یہ بات بھی تاریخ کے حوالہ سے اپنی جگہ پر محفوظ ہے کہ دعاء خلیل کو شرف قبولیت برسہا برس بعد نصیب ہوا جس کا ظاہری مطلب ہے کہ اگر بارگاہ رب العزت میں ہماری دعاؤں کو جلدی سند قبولیت نہ مل سکی تو ہم کو مایوس نہیں ہونا چاہئے اس لئے کہ بارگاہ صمدیت میں خاصان خدا کی دعائیں بھی تاخیر میں ڈالی جا سکتی ہیں ہم معصیت کاروں وگنہگاروں کی دعاؤں کی تو حیثیت ہی کیا ہے؟

بہرحال مذکورہ آیت کریمہ کے مفہوم کی دیگر آیات بھی قرآن مجید میں موجود ہیں جو مختصر الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ ذکر ہوئی ہیں اور جن میں بعثت کے تین عظیم مقاصد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

بعثت کے عظیم مقاصد

پہلا مقصد: لوگوں کے سامنے آیات الٰہیہ کی تلاوت کرنا یہ وہ عمدہ اشارہ ہے جس کے ذریعہ لوگوں کے خوابیدہ ضمیر کو جگایا جاتا

ہے اور سعادت وہدایت سے قریب کیا جاتا ہے۔
چونکہ قرآنی آیات جاذب نظر اور دلوں کو لبھانے والی ہیں اور وحی کی صورت میں قلب مبارک پیغمبر اکرمؐ پر نازل ہوئی ہیں جن کی تلاوت اصل تعلیم و تربیت کے لئے مقدمہ بھی ہے اور تمہید بھی۔

دوسرا مقصد: کتاب وحکمت کی تعلیم قرار دیا گیا ہے تا کہ تعلیم کتاب سے علمی کمالات معاشرہ میں تقسیم کئے جاسکیں اور حکمت کے ذریعہ لوگوں کو معاشرہ میں پاکیزہ زندگی گذارنے کا سلیقہ سکھا سکے۔

قول دیگر یہ ہے کہ ضرورت کے تقاضوں کے تحت حقائق کا انکشاف کسی عام فرد بشر کی رسائی سے باہر ہے لہٰذا اس کے لئے ایسے نورانی وروحانی سلسلہ کی ضرورت ہے جس کا ایک سرا خالق حکمت سے جڑا ہو دوسرا سرا کائنات عالم سے تا کہ مفہوم حکمت بھی واضح ہو جائے اور غرض حکمت بھی پائے تکمیل تک پہنچ جائے۔

تیسرا مقصد: تزکیۂ نفس انسانی کو بیان کیا گیا ہے اور یہ حیات بشری کی وہ اشد ضرورت ہے جس کے بغیر زندگی ناقص ہی نہیں بلکہ بے بنیاد و بے اثر ہے۔ جس کا ظہور خلیل خدا کی زبان مبارک سے ان الفاظ میں ہوا ہے ''ویزکیھم'' وہ نفوس بشری کا تزکیہ کرتا ہے۔

حقیقت امر یہ ہے کہ جناب ابراہیمؑ سمجھتے تھے کہ جو بھی ہادیٔ امت ورہبر ملت ہو اس کی شان ہی یہ ہونی چاہئے کہ نفوس انسانی کا تزکیہ کرسکے۔

تزکیه کے معنی کیا هیں؟

تزکیہ: کے لغت میں معانی بہت سے پائے جاتے ہیں انہیں میں سے ایک معنی ''نشو ونما'' بھی ذکر کئے گئے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ معلم کتاب وحکمت جو بھی ہوتا ہے وہ آیات الٰہی کے ذریعہ جہاں بشریت کے مادی و معنوی انفرادی واجتماعی کمالات کو بڑھاتا ہے اور انہیں نمو بخشتا ہے اور ان کے وجود کی شاخوں پر فضیلتوں کے پھول کھلاتا ہے اور زمانہ جاہلیت کے برے صفات جو معاشرہ کو آلودہ کر دیتے ہیں ان کے رنگ سے وجود انسانیت کو پاکیزہ بناتا ہے

تزکیۂ نفس کے لئے لامحدود علم کی ضرورت ہے اور انسانی علوم محدود ہیں بلکہ ان میں بھی ہزاروں خطائیں وابہام موجود ہیں انسان جو بھی جانتا ہے اس کی صحت کا کامل یقین نہیں کیا جاسکتا۔ انسان کی علمی صلاحیت کتنی ہے؟ قرآن مجید نے ''لاتعلمون شیئا'' کہہ کر واضح بھی کیا ہے۔ نحل/۷۸

لہٰذا یہی وہ مقام ہے جہاں پر اس ضرورت کا احساس ہوتا ہے کہ کوئی ایسا وجود کامل ہو جو صحیح علوم مبدأ وحی سے حاصل کر کے لوگوں کے درمیان میں آئے تا کہ ان کی خطاؤں کا ازالہ کرسکے اور جن باتوں کا انہیں علم نہیں ہے اس کی تعلیم دے سکے اور جن امور کا وہ علم رکھتے ہیں ان سے مطمئن کرسکے بس اسی وجود کامل کو اصطلاح دین میں رسول گرامی کہا جاتا ہے۔

سورۂ بقرہ آیت ۵۷ میں

جداگانہ طور پر غرض بعثت تعلیم بھی ذکر کی گئی ہے۔

"ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون"

یعنی" یہ رسول تم کو اس امر کی تعلیم دیتا ہے جس کو تم نہیں جانتے۔"

آیت شریفہ بآواز بلند پکار رہی ہے کہ تعلیم خصائص نبوت میں سے ہے بلکہ روح رسالت ہے۔ اگر انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا سلسلہ قائم نہ ہوتا تو نہ جانے کتنے علوم ہمیشہ کے لئے مخفی رہ جاتے وہ فقط اخلاقی واجتماعی رہبر نہیں ہوتے وہ علمی ہادی وراہنما بھی ہوتے ہیں ان کی ہدایت کے بغیر انسانی علوم کے کسی بھی پہلو میں پختگی ممکن نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ زمانہ فترت کے وہ آخری لمحات جو بعثت رسولؐ سے بہت قریب تھے خود اس عظیم نظام کے متقاضی تھے چونکہ یہ وہ وقت تھا جہاں تصویر انسانیت بالکل مسخ ہو چکی تھی آدمیت کا نام ونشان صفحۂ ہستی پر نظر نہیں آتا تھا۔ قرآن مجید نے آیت بعثت کے آخری فقرہ "وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین" کے ذریعہ زمانہ جاہلیت کی طرف پرمعنی اشارہ کیا ہے اس طرح کہ گمراہی ان کے پورے معاشرہ پر چھائی ہوئی تھی اس سے بدتر گمراہی اور کیا ہوگی کہ ان بتوں کی پوجا پاٹ میں لگے تھے جنہیں خود تراشتے تھے اور اپنی مشکلات میں ان بے شعور موجودات کی پناہ لیتے تھے۔ اپنی بیٹیوں کو اپنے ہاتھوں سے زندہ درگور کرتے تھے ستم بالائے ستم یہ کہ اس جرم اور قبیح حرکت پر فخر ومباہات بھی کرتے تھے جبکہ بیان کی کج فکری وتنگ نظری تھی اور جاہلانہ وقاتلانہ وبہیمانہ روش تھی ان کے مراسم وقت عبادت ونماز خانہ کعبہ کے پاس جا کر تالیاں پیٹنا اور سیٹیاں بجانا تھا یہاں تک کہ عورتیں مادرزادان کے ہمراہ برہنہ صورت میں خانہ کعبہ کا طواف کرتی تھیں اور اس کو عبادت شمار کرتی تھیں یہ تباہ کن ومہلک ماحول اس بات کا تقاضا کر رہا تھا کہ کوئی ولی وقصیر ایسا ہو جو منجی انسانیت بھی ہو اور رہاوئی آدمیت بھی اور ایسا طبیب ہو جو ان کی اخلاقی و معاشرتی بیماریوں کا علاج کر سکے لہٰذا ان عاجز وناتوان بندوں پر باران فضل خدا اور ابر لطف پروردگار اس طرح سے برسا کہ اس رحمٰن ورحیم خدا نے مجسمۂ رحمت کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا اور معلم کتاب وحکمت بنا کر بھیجا تاکہ وہ اس گمراہ کن ماحول کا خاتمہ کر سکے اور تڑپتی ہوئی آدمیت اور بلکتی ہوئی انسانیت کو دلاسہ دے سکے اور اس کو جاہلیت کے مضر اثرات سے نجات دلا سکے شرافت وانسانیت جیسے خصائص سے آراستہ کر سکے۔

حضور سرور کائناتؐ نے اپنا مقصد بعثت بطور احسن پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ چونکہ آپ نے اپنی حیات طیبہ کا اکثر وبیشتر حصہ کو عملی تبلیغ کے طور پر کائنات عالم کے روبرو اس طرح گذارا اور انسانی اقدار کے وہ اعلیٰ نمونے پیش کئے کہ عرب کے بدو افراد آپ کی صداقت و امانت کا کلمہ پڑھنے لگے، اور قدرت بھی جھوم کر طرز حیات کی سند دیتے ہوئے قصیدہ پڑھنے لگی

"انک لعلیٰ خلق عظیم" میرے حبیب تم اخلاق حسنہ کی اعلیٰ ترین منزل پر فائز ہو۔

جی ہاں پیغمبر اسلامؐ اس لئے آئے ہیں کہ وہ علم و دانش کے مسائل میں اور اخلاق وعمل کے سلسلہ میں بھی انسان کی تربیت کریں تاکہ وہ ان دونوں پروں کے ذریعہ آسمان سعادت کی بلندی پر پرواز کریں اور راہ خدا کو اختیار کرکے قرب پروردگار حاصل کریں۔

نبی کریمؐ کی نبوت بھی عظیم فضل الٰہی ہے اور آپ کی رہبری بہت بڑی نعمت ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ نہج البلاغہ میں اس فضل الٰہی کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں "فانظروا الی مواقع نعم الله علیهم حین بعث الیهم رسولا فعقد بملته طاعتهم وجمع علی دعوته الفتهم کیف نشرت النعمة علیهم جناح کرامتها واسالت لهم جداول نعیمها..."

خطبۂ قاصعہ

"اس امت پر خدا کی نعمتوں کی طرف دیکھو، اس زمانہ میں جب رسول کو ان کی طرف مبعوث فرمایا آپ نے انہیں دین کا مطیع و فرمانبردار بنایا اس کی دعوت کے ساتھ انہیں متحد کیا اور اس عظیم نعمت نے اپنی کرامت کے پروبال آخر کس طرح ان پر پھیلا دیئے اپنی نعمات و برکات کی نہریں ان پر جاری کی اس طرح کہ دین حق نے اپنی تمام تر نعمتوں کے ساتھ حصار میں لے لیا اور وہ بحر نعمات میں ڈوب گئے اور ان کو ہر شعبہ حیات میں شادمانی نصیب ہوگئی۔

خدا ہم کو اس فضل و شرف خداوندی کی قدر دانی کا شعور بخشے اور اس عظیم نعمت الٰہی کی معرفت عطا فرمائے اور عالم اسلام کو اپنی ساخت وشناخت کے تحفظ کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

❀❀❀

۲۱ رمضان المبارک

روز شہادت امیر المومنین وامام المتقین حضرت علی علیہ السلام پر ہم تمام محبان اہلبیت اطہارؑ کی خدمت میں تعزیت پیش کرتے ہیں۔

انبیاء کا اسلوب ہدایت

مولوی سید نقی مہدی زیدی
متعلم جامعہ امامیہ تنظیم المکاتب

انسان اپنی ابتدا ہی سے محتاج ہدایت ہے بچپنے میں والدین کی ہدایت، اسکول میں اساتذہ کی ہدایت اور اسی طرح اپنی زندگی سنوارنے میں ہادی اور رہنما کا محتاج ہے جو اسکی ہدایت اور رہبری کر کے اسکو صحیح راستے پر لگائے تا کہ قوانین خداوندی کے مطابق اپنی زندگی بسر کر کے خدا سے آخرت میں بلند درجات حاصل کر سکے اسلئے کہ انسان اپنے مقصد سے یا تو آگاہ نہیں ہے یا اگر آگاہ ہے بھی تو پھر خواہشات نفسانی اس کے نفس پر غلبہ حاصل کر کے اس کو راہ مستقیم سے دور کر دیتے ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ کوئی ایسا شخص ہو جو ہر طرح کی غلطی، کج روی اور لغزش سے دور ہو اور اسکی ہدایت کر سکے اور ایسے ہی انسان کو نبی کہا جاتا ہے جب انسان کی پیدائش کا کوئی مقصد ہے تو ضروری ہے کہ وہ اپنی منزل اور نیک بختی تک رسائی حاصل کرے اور راستے کے مکمل نقشے اور کامل علم کے بغیر یہ مقصد ممکن الحصول نہیں ہے اور انبیاء اس نقشے اور صحیح علم بتانے کے ذمہ دار ہیں اسی طرح اگر انسان مکلف ہے اور اسے خدا کے سامنے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے تو پھر اس کے لئے کسی احکام بیان کرنے والے اور ذمہ داریوں سے آگاہ کرنے والے کی بھی ضرورت ہے اور اس ذمہ داری سے آگاہ کرنے والے، خدا کے گرامی قدر پیغمبرؐ ہی ہیں دوسرے یہ کہ اگر انسان اپنی شخصیت تعمیر کرنے کے لئے نمونہ اور مثال چاہتا ہے تو بھی قرآن کریم نے انبیاء کی سیرت کو اس کے لئے نمونہ اور مثال بتایا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: "و لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" بس انبیاء کرام ہی وہ ہیں کہ جنہوں نے انسان کی زندگی سے لے کر مرنے کے بعد تک اور حشر و نشر کے تمام حالات کی ہدایت فرمائی لہٰذا عقلاً لوگ انبیاء کی ضرورت کو درک کرتے ہیں لیکن بعض افراد علم کے بعد انبیاء کی ضرورت نہیں سمجھتے ہیں حالانکہ انسانی علم انبیاء کی ہدایت کے برابر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ علم فطرت کو قابو میں

کرتا ہے اور انبیا انسان کو۔ علم ہمیں آلات و وسائل بخشتا ہے اور نبی ہمیں مقصد عطا کرتے ہیں۔ علم وسعت بخشتا ہے اور انبیاؑ عظمت و بلندی عطا کرتے ہیں۔ اہل علم حضرات کے فکر و نظر میں تضاد ہوتا ہے لیکن تمام انبیاؑ کی فکر و نظر ایک ہے۔

غرضکہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ علم روز بروز وسیع ہوتا جا رہا ہے لیکن جرائم کی تعداد میں کوئی کمی نہیں ہو رہی ہے بلکہ اضافہ ہی ہو رہا ہے حالانکہ ہم جب بیمار ہوتے ہیں تو اپنے آپ کو طبیب یا ڈاکٹر کے اختیار میں دے دیتے ہیں اور اسکی وجہ بھی ظاہر ہے کہ طبیب یا ڈاکٹر ہمارے بدن کے بارے میں ہم سے زیادہ علم رکھتا ہے حالانکہ وہ ہماری نسبت ان کیساتھ ہم سے زیادہ لگاؤ نہیں رکھتا بس اسی طرح ہمیں چاہئے کہ زندگی کے لئے کوئی راستہ منتخب کرنے میں اپنے آپ کو خدا کی راہ میں انبیاء کے حوالے کر دیں اسلئے کہ خدا ہمارے متعلق ہم سے زیادہ واقف بھی ہے اور مہربان بھی جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"افحکم الجاهلية يبغون و من احسن من الله حكما لقوم يوقنون" مائدہ/۵۱

"کیا وہ لوگ اب بھی جاہلیت کے زمانے جیسا فیصلہ چاہتے ہیں حالانکہ خدا سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی ہے ہی نہیں۔"

خدا ہمارے بارے میں زیادہ باخبر ہے کیونکہ اس نے ہمیں خلق کیا ہے اور ہر بنانے والا اپنی بنائی ہوئی چیز کے بارے میں مکمل علم رکھتا ہے۔ قرآن اس طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: "الا يعلم من خلق" ملک/۱۴

"کیا وہ جس نے پیدا کیا نہیں جانتا بے خبر ہے؟"

عالم اسلام کی عظیم شخصیت شہید نواب صفوی نے اس سلسلہ میں ایک بہترین مثال نقل کی ہے کہ آپ جو چیز جس کارخانہ سے خرید تے ہیں ضروری ہے کہ وہی انجینئر جس نے اسے بنایا ہے اسکے استعمال کا طریقہ بتائے اس میں دوسروں کو حکم جاری کرنے کا حق نہیں ہے پس انسان کی حقیقت بھی کسی کارخانے کی مصنوعات سے کم نہیں ہے ضروری ہیکہ اس کے لئے بھی خدا ہی قانون بنائے جو اس کا خلق کرنے والا ہے اور اسکی تمام ضروریات سے باخبر ہے۔ انسان کے لئے ضروری ہیکہ اس راہ پر چلے جو خدا کے نمائندے (انبیاؑ) کی راہ ہے اب جب کہ انبیاء کی ضرورت واضح ہو گئی تو ہم کو چاہئے کہ اس طریقہ کو بھی تلاش کریں کہ کیسے انبیاؑ کرام نے دنیا میں آنے کے بعد لوگوں کو شقاوت اور بدبختی سے نجات دلانے، گمراہیوں سے نکالنے نیز سعادت دین و دنیا کی راہ پر گامزن کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلہ میں قرآن سے چند آیات ملاحظہ ہوں "انی لکم نذیر مبین" میں تم لوگوں کو ڈرانے والا ہوں۔ ہود/۲۵

"یقوم اعبدوا الله مالکم من اله غیره"

"اے برادران قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی خدا نہیں ہے۔" اعراف/۵۹

"ابلغکم رسلت ربی و انصح لکم"
"تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔" اعراف/۶۲
"الا تتقون" "کیا تم ڈرتے نہیں ہو" شعرا/۱۰۶
"وما اسئلکم علیہ من اجر"
"میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔" شعرا/۱۰۹
"وما بطارد الذین آمنوا"
"میں اس کام کا تم سے کوئی مال نہیں مانگتا میری مزدوری تو خدا کے اوپر ہے۔" ہود/۲۹
"یٰقوم استغفروا ربکم"
"اے میری قوم کے لوگو! اپنے رب سے معافی چاہو۔" ہود/۵۲
"ان اللہ ربی و ربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم"
"اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی لہٰذا تم اس کی بندگی اختیار کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔" آل عمران/۵۱
"واتقوا الذی امدکم بما تعلمون"
"تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔" شعرا/۱۳۲
"ولا تطیعوا امر المسرفین الذین یفسدون فی الارض ولا یصلحون"
"ان بے لگام لوگوں کی اطاعت نہ کرو جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے ہیں۔" شعرا/۱۵۱تا۱۵۲

قرآن مجید نے انبیاء کی ان محبت آمیز اور ہدایت سے بھری باتوں کے بدلے میں جو مشرکین نے جواب دیے وہ بھی محفوظ کیے ہیں۔

"لئن لم تنتہ ینوح لتکونن من المجرمین"
"اے نوح اگر تو باز نہ آیا تو پھٹکارے ہوئے لوگوں میں شامل ہو کر رہے گا۔" شعرا/۱۱۶
"وانا لنظنک من الکاذبین"
"اور ہمیں گمان ہے کہ تم جھوٹے ہو۔" اعراف/۶۶
"وما نری لکم علینا من فضل بل نظنکم کاذبین"
"اور ہم تو اپنے اوپر تم لوگوں کی کوئی فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ تم کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔" ہود/۲۷
"وما نحن بتارکی الھتنا"
"اور تمہارے کہنے سے ہم اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔" ہود/۵۳
"ان نقول الاعتراک بعض الھتنا"
"ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تمہارے اوپر ہمارے معبودوں میں سے کسی کی مار پڑ گئی ہے۔" ہود/۵۴
"انا وجدنا آبائنا علی امۃ و انا علی آثارھم مقتدون"
"ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم انہیں کے نقش قدم کی پیروی

کر رہے ہیں۔" زخرف/۴۳

"انت من المسحرین"
"تم محض ایک سحر زدہ آدمی ہو۔"
شعراء/۱۵۳

"فأتنا بما تعدنا ان کنت من الصادقین"
"اچھا اگر تم سچے ہو تو لے آؤ وہ عذاب جسکی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو۔" اعراف/۷۰

"انک لمجنون"
"تم یقیناً دیوانے ہو۔" حجر/۶

اسی طرح قرآن مجید نے متعدد مقامات پر انبیاء کے ہدایت کرنے کے طریقہ کو بھی محفوظ کیا ہے اور اس کے جواب میں کفار و مشرکین کے بیہودہ کلمات اور باتیں جو انہوں نے انبیاء کے بارے میں کہی ہیں ان کو بھی اسی قرآن میں بیان فرمایا ہے یہ اب ہماری ذمہ داری ہے کہ قرآن کو مہجور ہونے سے بچاتے ہوئے قرآن کے ان بہار کے ایام کی آمد پر اپنی روح اور دل کی تاریکی کو قرآن مجید کے مطالعہ سے دور کریں۔

❀❀❀

قرآن اور معرفت انبیاء

جناب سفیر اعظمی فیض آبادی

انسان اشرف المخلوقات ہے

خداوند عالم نے انسانوں کو اشرف کا تاج پہنا کر خلق کیا ہے اب یہ اس کا اپنا ذاتی فعل ہے کہ وہ اپنے کردار و عمل سے کیسا بننا چاہتا ہے۔ کبھی کبھی یہ انسان اپنے فعل کی بنا پر اشرف ہوتے ہوئے بھی جانوروں سے بھی بدتر کام کر گزرتا ہے جس کی بناء پر وہ جانوروں سے بھی بدتر کہلانے لگتا ہے۔ مثال کے طور پر ابھی حال ہی میں آپ نے ٹی وی پر دیکھا ہوگا کہ ایک شخص جو پیشہ سے حکیم بھی تھا اپنی دو بیٹیوں کو اپنی شیطانی ہوس کا شکار بنا کر اس نے حیوانیت کا ثبوت دیا۔ ایسے ہی بدکردار انسان کو قرآن مجید میں حیوان (جانور) سے بھی بدتر کہا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ایسے لوگ بھی انسان کہلانے کے مستحق نہیں ہیں، جو بے گناہوں اور معصوم بچوں کا قتل عام کر رہے ہیں۔

کاش مسلمان اقوال انبیاء و ائمہ معصومین علیہ السلام کو مشعل راہ بنا کر اس پر عمل کرتا تو ہرگز گمراہ نہ ہوتا اور اپنے حیوان ہونے کا ثبوت نہ دیتا۔

انسان اس قدر پستی میں گر کر حیوانیت کا ثبوت دیگا یہ بات تصور سے بھی بالاتر ہے۔

اشرف المخلوقات کی تشریح:- دنیا میں ایسے چار اقسام پائے جاتے ہیں جن کا مقصد حیات ہی یہ ہے کہ وہ اپنے سے افضل پر خود کو قربان کر کے فخر محسوس کریں وہ ہیں (۱) جمادات (۲) نباتات (۳) حیوانات (۴) انسان

۱- جمادات زمین مٹی اور پتھر وغیرہ جن میں نباتات یعنی شجر درخت وغیرہ جنم لیتے ہیں یہ جمادات درختوں کو جنم دے کر خود میں ایک فخر محسوس کرتے ہیں۔

۲- نباتات وہ شجر جو جانوروں کی غذا کے طور پر کام آتے ہیں اور وہ ان کے کام آ کر خود میں فخر محسوس کرتے ہیں یہ بھی ایک قربانی ہے۔

۳- حیوانات وہ جانور جو انسانوں کے کام آویں یعنی انسانوں کی غذا بنکر اپنی قربانی پیش کرنے میں فخر محسوس کریں۔ ان جانوروں کو خدا نے طریقہ زندگی تو عطا کی مگر شعور و عقل سے محروم رکھا اس لئے یہ جانور بھی انسانوں سے کمتر

کہلائے جن کو اچھے برے کا امتیاز نہیں ہوتا۔

۴- حضرت انسان یہ جو اشرف کا تاج پہن کر آئے ہیں اور اشرف المخلوقات کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں، جنہیں خداوند عالم نے عقل و شعور عطا کیا ہے تاکہ وہ اچھے اور برے کی تمیز کر سکیں اس کی قربانی کا ہدف یہ رکھا کہ وہ حق و باطل کا فرق محسوس کرے اور اپنے خالق کی عبادت کر کے اس کا مطیع و فرمانبردار رہے اور نعمتوں کا شکر ادا کرے اور محتاجوں، غریبوں، بیکسوں، یتیموں اور بیواؤں کا سہارا بن کر ایثار و قربانی کے ساتھ ساتھ اپنا سر سجدہ معبود میں خم کر کے سربلند ہونے کا شرف حاصل کرنے میں مطالبۂ خالق ہے۔ جس کو پورا کر کے انسان فخر محسوس کر سکتا ہے۔

سوال یہ اٹھتا ہے کہ خالق عالم نے انسانوں کو جب عبادت اور اطاعت کیلئے پیدا کیا ہے اور عقل و شعور دے کر اشرف المخلوقات کے مرتبے پر فائز کیا ہے تو اس کی ہدایت کا بھی کوئی نہ کوئی بندوبست ہونا چاہئے تھا جو ان اشرف ذات میں سب سے افضل ہو۔

چنانچہ خالق عالم نے خلقت انسان سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو پہلا ہادی اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری ہادی بنا کر کل ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کو ہدایت کی ذمہ داری دے کر بھیجا تاکہ انسانوں کی ہدایت ہو سکے اور طریقہ عبادت بھی معلوم ہو سکے۔

اس طرح پروردگار نے ہادیوں کا انتظام کر کے بتادیا کہ اگر انسان اپنی عقل کو بروئے کار لا کر ان انبیاء کرام کے بتائے ہوئے راستے پر چلتا رہے گا تو کبھی گمراہ نہیں ہوگا اگر ان کے بتائے ہوئے راستے کو چھوڑ دے گا تو ضرور گمراہ ہو جائے گا۔ اور عقل و شعور سے کام نہیں لے گا تو یقیناً جانوروں سے بھی بدتر ہو جائے گا۔

اشرف المخلوقات کے زمرہ میں انبیاء کرام کو سب پر افضلیت حاصل ہے اور ان ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سب سے افضل آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کو آسمانی کتاب و قرآن جو کلام الٰہی ہے کے ساتھ ہماری ہدایت کیلئے بھیجا گیا ہے قرآن مجید اور حضورؐ کی حیات طیبہ جو ہمارے لئے نمونہ عمل ہے کہ ان کے اسوۂ حسنہ پر چل کر ہم اپنے اشرف ہونے کا ثبوت دے سکتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ حضور کی سیرت پر عمل کرنے سے ہی ہمیں نجات کی راہ مل سکتی ہے۔

حضور کے بعد ائمہ معصومینؑ اور ان کے نمائندوں سے بھی سبق حاصل کیا جا سکتا ہے مثال کے طور پر امام خمینیؒ کی سیرت ہمارے سامنے ہے جنہوں نے حال ہی میں اپنے کردار و عمل سے حضورؐ اور ائمہ اطہار کے نقش قدم پر چل کر ساری دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ انسان باعمل ہو کر پائے کمال پر فائز ہو سکتا ہے۔ یہ ہے آل محمدؐ

کہلائے جن کو اچھے برے کا امتیاز نہیں ہوتا۔

۴- حضرت انسان یہ جو اشرف کا تاج پہن کر آئے ہیں اور اشرف المخلوقات کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں، جنہیں خداوند عالم نے عقل و شعور عطا کیا ہے تا کہ وہ اچھے اور برے کی تمیز کر سکیں اس کی قربانی کا ہدف یہ رکھا کہ وہ حق و باطل کا فرق محسوس کرے اور اپنے خالق کی عبادت کر کے اس کا مطیع و فرمانبردار رہے اور نعمتوں کا شکر ادا کرے اور محتاجوں، غریبوں، بیکسوں، یتیموں اور بیواؤں کا سہارا بن کر ایثار و قربانی کے ساتھ ساتھ اپنا سر سجدہ معبود میں خم کر کے سربلند ہونے کا شرف حاصل کرنے میں مطالبۂ خالق ہے۔ جس کو پورا کر کے انسان فخر محسوس کر سکتا ہے۔

سوال یہ اٹھتا ہے کہ خالق عالم نے انسانوں کو جب عبادت اور اطاعت کیلئے پیدا کیا ہے اور عقل و شعور دے کر اشرف المخلوقات کے مرتبے پر فائز کیا ہے تو اس کی ہدایت کا بھی کوئی نہ کوئی بندوبست ہونا چاہئے تھا جو ان اشرف ذات میں سب سے افضل ہو۔

چنانچہ خالق عالم نے خلقت انسان سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو پہلا ہادی اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری ہادی بنا کر کل ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کو ہدایت کی ذمہ داری دے کر بھیجا تا کہ انسانوں کی ہدایت ہو سکے اور طریقہ عبادت بھی معلوم ہو سکے۔

اس طرح پروردگار نے ہادیوں کا انتظام کر کے بتا دیا کہ اگر انسان اپنی عقل کو بروئے کار لا کر ان انبیاء کرام کے بتائے ہوئے راستے پر چلتا رہے گا تو کبھی گمراہ نہیں ہوگا اگر ان کے بتائے ہوئے راستے کو چھوڑ دے گا تو ضرور گمراہ ہو جائے گا۔ اور عقل و شعور سے کام نہیں لے گا تو یقیناً جانوروں سے بھی بدتر ہو جائے گا۔

اشرف المخلوقات کے زمرہ میں انبیاء کرام کو سب پر افضلیت حاصل ہے اور ان ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سب سے افضل آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کو آسمانی کتاب و قرآن جو کلام الٰہی ہے کے ساتھ ہماری ہدایت کیلئے بھیجا گیا ہے قرآن مجید اور حضورؐ کی حیات طیبہ جو ہمارے لئے نمونہ عمل ہے کہ ان کے اسوۂ حسنہ پر چل کر ہم اپنے اشرف ہونے کا ثبوت دے سکتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ حضور کی سیرت پر عمل کرنے سے ہی ہمیں نجات کی راہ مل سکتی ہے۔

حضور کے بعد ائمہ معصومینؑ اور ان کے نمائندوں سے بھی سبق حاصل کیا جا سکتا ہے مثال کے طور پر امام خمینیؒ کی سیرت ہمارے سامنے ہے جنہوں نے حال ہی میں اپنے کردار و عمل سے حضورؐ اور ائمہ اطہار کے نقش قدم پر چل کر ساری دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ انسان باعمل ہو کر پائے کمال پر فائز ہو سکتا ہے۔ یہ ہے آل محمد

صفات انبیاء اور قرآن

مولانا غلام السیدین باقری جوراسی

مخلوقات عالم خصوصاً اولاد آدمؑ میں سے کوئی ایک فرد بھی ایسی ڈھونڈنے سے نہ ملے گی جس میں کچھ اچھائیاں یا برائیاں اور اوصاف خیر و شر موجود نہ ہوں اور یہی صفات انسان کو پستی یا بلندی عطا کرنے میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ اچھے یا برے اوصاف کو اختیار کرنے میں انسان پوری طرح با اختیار ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

"انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرا واما کفورا" دہر/۳

"ہم نے اس (انسان) کو راستہ کی ہدایت فرما دی اب وہ چاہے تو شکر گزار بندہ بن جائے اور چاہے تو ناشکرا ہو جائے۔"

مندرجہ بالا ارشاد باری تعالیٰ سے اندازہ ہوتا ہے کہ صفت، انسان کے ذاتی وصف کے بجائے ایک اضافی اور اختیاری چیز ہے۔ البتہ صرف اللہ جل شانہ کے صفات ثبوتیا ایسے ضرور ہیں جو اس کی ذات سے جدا نہیں۔ بلکہ اس کے تمام صفات اس کے عین ذات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ اگر اس کی کوئی ایسی صفت مان لی جائے جو پہلے اس کی ذات میں موجود نہیں تھی تو اس کی ذات پاک میں نقص لازم آئے گا جو شان الوہیت کے منافی ہے۔

رہی مخلوقات کی بات تو بشر کے لئے خود خالق بشر کا سورۂ دہر کے آغاز میں ارشاد ہے:

"ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکورا"

"انسان پر ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے جب وہ کسی تذکرے کے لائق ہی نہیں تھا۔"

"انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنٰہ سمیعاً بصیراً"

"پھر ہم نے مخلوط نطفے سے انسان کی تخلیق کی تاکہ اس کو آزمائیں۔ پس ہم نے اس کو سننے اور دیکھنے والا بنایا۔"

معلوم ہوا کہ تدریجی طور پر انسانی شعور جب آگے بڑھنے کے بعد اس قابل ہو جاتا ہے کہ نیک و بد کے فرق کو محسوس کر سکے تو وہ اچھائی یا برائی کو اپنے ارادے

سے اختیار کرتا ہے۔

البتہ سورۂ روم کی آیت ۳۰ میں ارشاد ہے: "فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لاتبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لایعلمون "

"یہی فطرت الٰہیہ ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور خلق خدا میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی یہی مضبوط اور سیدھا دین ہے مگر اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے۔"

مذکورہ بالا آیۂ کریمہ کی روشنی میں یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ چونکہ اسلام دین فطرت اور دین حنیف ہے لہٰذا دین فطرت پر خلق ہونے والے بچوں کو ایام طفولیت ہی سے فطری طور پر صفات حسنہ کا حامل ہونا چاہیے تھا۔ جبکہ دیگر مصنوعات الٰہیہ میں ایسے نظائر موجود بھی ہیں۔ مثلاً پھولوں کا رنگ و بو، پتیوں کی سبزی بیشکر اور پھلوں کی شیرینی وغیرہ۔ حالانکہ اگر باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ مذکورہ اشیاء کے صفات بھی بتدریج منزل کمال تک پہنچتے ہیں۔ غنچوں میں وہ رنگ و بو نہیں ہوتا جو پھولوں کو حاصل ہے، کونپل اس گہری سبزی سے محروم ہوتی ہے جو شباب کی حالت میں پتیوں کا طرۂ امتیاز ہے بیشکر اور اثمار کی حلاوت و شیرینی میں بھی رفتہ رفتہ ہی اضافہ ہوتا ہے۔ بلکہ بیشتر پھلوں کی مٹھاس کا انحصار ان کی پختگی پر ہوتا ہے۔

جہاں تک صنف بشر کا سوال ہے تو اس سلسلہ میں آیۂ قرآنی کا واضح اعلان موجود ہے:

"علم الانسان مالم یعلم"

"اسی (اللہ) نے انسان کو تعلیم دی جبکہ وہ کچھ نہیں جانتا تھا۔"

رہی دین فطرت پر پیدائش کی بات تو اس کی توضیح و تشریح حدیث پیغمبرؐ میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

"کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام ثم ابواہ یہودانہ اوینصرانہ او یمجسنہ"

"یعنی ہر بچہ دین اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے آباء واجداد اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔"

گویا فطرت بشری پر ماحول و تربیت کا ایسا رنگ و زنگ چڑھ جاتا ہے جس کو دور وصاف کرنے کے لئے کسی ہادی و راہبر کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ پروردگار عالم نے اسی امر خیر کو انجام دینے کے لئے انبیاء و مرسلین کو مبعوث فرمایا تھا۔ اور چونکہ انبیا علیہم السلام کے امور ہدایت، قول کے ساتھ ساتھ عمل کے بھی رہین منت تھے لہٰذا ان پر لازم تھا کہ وہ افراد امت کے سامنے صفات خیر کا ایسا مکمل نمونہ پیش کریں جس کی کشش انسانوں کو اپنی فطرت اولی کی طرف پلٹا سکے۔ چنانچہ سورۂ الممتحنہ کی آیت ۴ میں ارشاد ہے:

"قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ "

"(مسلمانوں) تمہارے لئے تو ابراہیم
اور ان کے ساتھیوں کا ایک اچھا نمونۂ عمل موجود ہے۔"
خود حضور سرورِ کائناتؐ کے بارے میں
بھی سورۂ احزاب کی آیت ۲۱ میں ارشاد ہے:
"لقد کان لکم فی رسول اللہ
اسوۃ حسنۃ"
"یعنی تمہارے واسطے (سیرت) رسولؐ
کا بہترین نمونۂ عمل موجود ہے۔"
ظاہر ہے کہ جب اتباعِ امت کے
لئے انبیاءؑ کے افعالِ زندگی کو نمونہ قرار دیا گیا تھا تو
ان کو ہر قسم کے نقص و عیب سے پاک ہونا چاہئے
تھا تاکہ افرادِ امت کی صحیح راہنمائی ہو سکے۔ قرآن
کریم میں متعدد مقامات پر انبیاء و مرسلین کے
صفات و خصوصیات کا تذکرہ موجود ہے۔
چنانچہ سورۂ یوسف کی آیت ۱۰۹ میں
پیغمبرِ اسلام سے خطاب ہے:
"وما ارسلنا من قبلک الا
رجالا نوحی الیھم من اھل القریٰ"
"(اے رسول!) ہم نے آپ سے
پہلے انہیں مردوں کو رسول بنایا ہے جو آبادیوں میں
رہنے والے تھے اور پھر ان کی جانب وحی بھی کی۔"
پھر آیت ۱۱۱ میں ارشاد ہے:
"لقد کان فی قصصھم عبرۃ
لاولی الالباب"
"یعنی تحقیق ان (مرسلین) کے واقعات
میں صاحبانِ عقل و فہم کے لئے (درس) عبرت ہے۔"
سورۂ مریم میں جنابِ زکریاؑ کی دعا
پھر بیٹے کی بشارت کے بعد حضرت یحییٰؑ کے
بارے میں ارشاد ہے:
"وکان تقیا وبرا بوالدیہ ولم
یکن جبارا عصیا"
"یعنی وہ خوفِ خدا رکھنے والے اور
اپنے ماں باپ کے حق میں نیک برتاؤ کرنے
والے تھے اور سرکش و نافرمان نہیں تھے۔"
سورۂ مریم ہی میں اپنے رسولؐ سے
خطاب ہے:
"واذکر فی الکتٰب ابراھیم انہ
کان صدیقا نبیا"
"(اے نبی) کتاب میں ابراہیم کا
ذکر کرو کہ وہ ایک سچے نبی تھے۔"
پھر آگے ارشاد ہوا:
"اذکر فی الکتٰب موسیٰ انہ
کان مخلصا وکان رسولا نبیا"
"کتابِ خدا میں موسیٰ کا تذکرہ کیجئے
بیشک وہ ایک مخلص بندے اور ہمارے بھیجے ہوئے
نبی تھے۔"
پھر ارشاد ہوا: "واذکر فی الکتٰب
اسمٰعیل انہ کان صادق الوعد وکان
رسولا نبیا"
"کتاب میں اسماعیل کا ذکر کیجئے
بیشک وہ وعدے کے سچے اور ہمارے بھیجے ہوئے
پیغمبر تھے۔"
پھر ارشاد ہے:
"واذکر فی الکتٰب

ادریس انه کان صدیقا نبیا"

"اور کتاب میں ادریس کا بھی تذکرہ فرمایئے بیشک وہ ایک سچے نبی تھے۔ آگے اس سورۂ مریم کی آیت ۵۹ میں ارشاد ہے:

"اولئک الذین انعم الله علیهم من النبیین من ذریة آدم وممن حملنا مع نوح ومن ذریة ابراهیم واسرآئیل وممن هدینا واجتبینا اذا تتلیٰ علیهم آیت الرحمٰن خروا سجدا وبکیا"

"یہ انبیاء جنہیں خدا نے نعمت عطا کی ہے آدم کی اولاد میں سے ہیں اور ان کی نسل سے جنہیں ہم نے (طوفان میں) نوح کے ہمراہ (کشتی میں) سوار کیا تھا۔ اور ابراہیم ویعقوب کی اولاد میں سے اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کی ہم نے ہدایت کی اور ان کو منتخب قرار دیا۔ جب ان کے سامنے آیات الٰہیہ کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ (خوف خدا سے) روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے۔"

قرآن کریم نے انبیاءؑ کے جو صفات بیان فرمائے ہیں ان میں صداقت وامانت، ایمان وایقان، ایثار وقربانی، جرأت وہمت، صبر وتحمل، عبادت وریاضت، خضوع وخشوع، زہد وتقویٰ، خلق وکرم، ایفائے عہد، ثبات قدم، عزم وحوصلہ، اخلاص ووفا، علم ومعرفت، عفوودرگزر اور جود وسخا وغیرہ شامل ہیں۔ مثلاً حضرت آدمؑ کا ترک اولیٰ کے بعد اس شدت سے گریہ وزاری اور توبہ و استغفار فرمانا کہ رحمت باری نے ان کو اپنے زیر سایہ لے کر فرمایا:

"ثم اجتبه ربه فتاب علیه وهدیٰ"

"یعنی پھر اللہ نے ان کو منتخب فرمالیا۔ اور ان کی توبہ قبول کرلی اور ان کو صحیح راستے پر لگا دیا۔ طٰہٰ/۱۲۲

حضرت نوحؑ نے جس عزم واستقلال کے ساتھ نوسو پچاس سال تک تبلیغ کے راستے میں کفار کے ظلم کا مقابلہ فرمایا تھا وہ ان کے ثبات قدم کی واضح دلیل ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے نمرود اور اس کی قوم کے شدید مظالم کے باوجود بت پرستی کی نفی و مخالفت سے قدم پیچھے نہیں ہٹائے۔ یہاں تک کہ ان کو دہکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا گیا مگر اس کے باوجود ان کے یقین واطمینان میں کوئی کمی نہیں آئی۔ حتیٰ کہ خود مشیت نے آگ کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "قلنا یا نار کونی بردا وسلما علی ابراهیم"

"یعنی ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی ہوجا اور ابراہیم کی سلامتی کا ذریعہ بن جا۔" علاوہ ازیں جناب ابراہیمؑ نے صرف خواب کی بنیاد پر اپنے اکلوتے اور نیک وصالح بیٹے کے گلے پر رضائے معبود کے لئے چھری رکھ دی اور بیٹے یعنی حضرت اسماعیلؑ نے ایثار وقربانی اور انتہائی سعادت مندی کے ساتھ باپ کے خواب کو امر الٰہی قرار دے کر اپنا گلا چھری کے نیچے رکھ دیا۔ چنانچہ سارا واقعہ سورۂ صافات میں اس تصدیق کے ساتھ موجود ہے کہ: "ان هذا لهو البلٰوء المبین"

"بیشک یہ بڑا واضح اور صریح امتحان تھا۔"

جناب یونسؑ جب غلط فہمی کے نتیجہ میں بطن ماہی میں پہنچ گئے تو اللہ نے ان کے استغفار اور تسبیح کے صلے میں ان کو مچھلی کے پیٹ سے بحفاظت باہر نکال لیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"فالتقمہ الحوت وھو ملیم فلولا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الیٰ یوم یبعثون"

"پھر انہیں مچھلی نے نگل لیا جبکہ وہ خود اپنے نفس کو ملامت کر رہے تھے۔ بس اگر وہ میری تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک شکم ماہی سے باہر نہ نکل پاتے۔"

صافات/۱۴۲ تا ۱۴۴

المختصر قرآن کریم نے انبیاء و مرسلین کے صفات حسنہ کا اکثر مقامات پر ذکر فرمایا ہے مثلاً جناب ایوبؑ کا صبر، حضرت یعقوبؑ کا ضبط و کظم، حضرت یحییٰؑ کا خوف خدا، حضرت داؤدؑ کی قوت فیصلہ اور حضرت موسیٰؑ کا عزم و حوصلہ وغیرہ۔ خود سرور کائناتؐ کے متعدد صفات کا تذکرہ موجود ہے مثلاً آپ کا صاحب خلق عظیم ہونا، آپ کی نرم دلی، سخاوت و عبادت، حلم و کرم، آپ کا بشیر و نذیر ہونا وغیرہ وغیرہ۔ مگر اس مختصر مقالے میں تمام صفات کا تفصیلی ذکر کرنا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا اپنی بات کو اس فقرے پر تمام کر رہا ہوں کہ انبیاء و مرسلینؑ کی سیرتوں میں وہ تمام اچھے صفات موجود تھے جن کی تاسی کے بعد انسان صحیح طور پر اشرف المخلوقات ہونے کا شرف حاصل کرسکتا ہے۔ ❁❁❁

نوحہ

درحال امیر المومنین حضرت علیؑ

ماسٹر اظہر حیدری

علیؑ والو کرو ماتم علیؑ کی آج رحلت ہے
محمدؐ مصطفیٰ کی آل میں برپا قیامت ہے

گرایا جاہلوں نے آج شہر علم کے در کو
اندھیرا چار سو پھیلا بجھی شمع امامت ہے

مصیبت دور کی جس نے ہمیشہ اہل دنیا کی
اسی کے گھر پہ رحمت کے مہینے میں مصیبت ہے

نبی زادوں کو رلوایا قریب عید ظالم نے
رسول اللہؐ کی عترت سے یہ کیسی عداوت ہے

غریبوں کا مسیحا اٹھ گیا دنیائے فانی سے
یتیموں بیکسوں بےوارثوں پہ آج آفت ہے

ہوئے بن باپ کے شبیرؑ و شبر ماہ رمضاں میں
لگائی ابن ملجم نے سر حیدرؑ پہ ضربت ہے

پلا کر دودھ اپنے سامنے اور کر دیا آزاد
یہ وقت نزع بھی قاتل پہ مولاؑ کی عنایت ہے

ہے یوم غم وصال مرتضیٰؑ ہے اے مسلمانو
علیؑ کا غم منانا بھی عبادت میں عبادت ہے

نبیؐ روتے ہیں مرقد میں لحد میں فاطمہؑ زہرا
وصی مصطفیٰؐ کی شوہر زہراؑ کی رحلت ہے

پدر کی لاش پہ گر یہ کناں ہیں زینبؑ و کلثومؑ
پچھاڑیں کھاتے ہیں عباسؑ غم سے غیر حالت ہے

یہ کیسی تیغ کھائی خون بہتا ہے مصلے پہ
علیؑ کے خون سے رنگین محراب عبادت ہے

زمانے میں کوئی ثانی نہیں حیدرؑ کا اے اظہر
ہوئے کعبے میں پیدا اور مسجد میں شہادت ہے

❀❀❀

رپورٹ
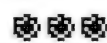
دینی تعلیمی کانفرنس جموں وکشمیر اور کرگل

مولانا نقی عسکری

ہر سال کی طرح اس سال بھی تحریک دینداری کو تقویت دینے کے لئے جموں وکشمیر اور کرگل میں تنظیم المکاتب کے زیر اہتمام متعدد کانفرنسیں اور تبلیغی دورے ہوئے۔ سب سے پہلا پروگرام ۲۷/جون ۲۰۰۷ء بعد از نماز مغربین مسجد نیو پلاٹ جموں میں ہوا۔ جس میں طلاب مکاتب امامیہ نیو پلاٹ چھنی راماں سوجواں نے مظاہرہ پیش کیا۔ دینی تعلیمی مظاہرہ کے درمیان شاعر اہلبیت جناب ضمیر الہ آبادی صاحب نے منظوم نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ پھر مولانا تسنیم مہدی صاحب اور راقم الحروف نے تقریریں کیں۔

۲۸/جون کو امام بارگاہ حویلی پونچھ میں مجلس عزا ہوئی۔ جس میں راقم الحروف نے مجلس پڑھی۔ جس کے بعد شاعر اہلبیت جناب ضمیر الہ آبادی صاحب نے بہترین نظم پیش کی اور پھر مولانا تسنیم مہدی صاحب قبلہ نے مجلس سے خطاب کیا۔ آخر میں سکریٹری ادارہ حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا صفی حیدر صاحب نے مجلس سے خطاب کیا۔

۲۹/جون امام بارگاہ منڈی ضلع پونچھ میں دینی تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں مکاتب امامیہ کے طلاب نے بہترین مظاہرے پیش کئے۔ جلسہ کے دوران جناب ضمیر الہ آبادی صاحب نے اپنا کلام پیش کیا۔ اس پروگرام میں جناب مولانا راحت حسین صاحب، جناب مولانا تسنیم مہدی صاحب اور جناب عزیز جعفری صاحب نے تقریریں کیں۔ پھر راقم الحروف نے بھی تقریر کی۔ آخر میں مجلس عزا کو سکریٹری ادارہ حجۃ الاسلام مولانا صفی حیدر صاحب قبلہ نے خطاب فرمایا۔

۳۰/جون کو رسائی نالہ ضلع پونچھ میں دینی تعلیمی کانفرنس ہوئی۔ جس میں مکاتب امامیہ پڑی والا کسیہوٹ بھائی واڑا سجادیہ سڑوف کنڈی بوڈی ہرسنہ منڈی مصطفیٰ نگر کے طلاب نے مظاہرے پیش کئے اور جناب ضمیر الہ آبادی صاحب نے اپنا منظوم نذرانۂ عقیدت بھی پیش کیا۔ اس پروگرام میں مولانا راحت حسین صاحب، جناب مولانا تصدیق حسین صاحب، حجۃ الاسلام مولانا مختار حسین جعفری صاحب، راقم الحروف اور جناب عزیز جعفری صاحب نے تقریریں کیں۔ آخری تقریر حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا صفی حیدر صاحب قبلہ نے کی۔ جلسہ کے آخر میں مجلس عزا کو مولانا تسنیم مہدی صاحب نے خطاب فرمایا۔

یکم جولائی ۲۰۰۷ء سورن کوٹ ضلع پونچھ میں دینی تعلیمی کانفرنس ہوئی۔ جس میں مکاتب امامیہ ڈھاراں، اقبال نگر، سادات نگر، سنئی، ڈھیر سنئی کے طلاب نے مظاہرہ پیش کیا۔

وسط مظاہرہ جناب ضمیر الہ آبادی صاحب نے اپنا کلام پیش کیا اور اس پروگرام میں جناب مولانا تسنیم مہدی صاحب، جناب مولانا تصدیق حسین صاحب، حجۃ الاسلام مولانا مختار حسین جعفری صاحب نے مومنین سے خطاب کیا۔ آخر میں مجلس عزا کو سکریٹری صاحب قبلہ نے خطاب کیا۔ کانفرنس کے بعد سہ پہر میں کارکنان معاون کمیٹی ضلع پونچھ کی میٹنگ سکریٹری صاحب قبلہ کے ساتھ ہوئی۔ جس میں ضلع پونچھ کے ۲ زون قرار دیئے گئے۔ مینڈر ضلع پونچھ، سورن کوٹ ضلع پونچھ۔

۲؍جولائی کو دینی تعلیمی کانفرنس بمقام امام بارگاہ چندرکوٹ ضلع ڈوڈہ میں منعقد ہوئی۔ علی نگر محلہ باگدن، سیری اور دوسرے مکاتب کے طلاب نے اپنا دینی تعلیمی مظاہرہ پیش کیا۔ جس میں منظوم کلام جناب ضمیر الہ آبادی و مولانا اصغر اعجاز صاحب نے پیش کیا۔ مولانا تسنیم مہدی صاحب اور راقم الحروف نے تقریریں کیں۔ آخر میں مجلس عزا کو سکریٹری ادارہ نے خطاب فرمایا۔

۳؍جولائی کو بمقام ڈار ضلع اننت ناگ میں خادمان ادارہ نے قیام فرمایا۔ بعد نماز مغرب مجلس عزا منعقد ہوئی جس کو راقم الحروف نے خطاب کیا۔

۴؍جولائی کو بمہ کنڈ ضلع اننت ناگ میں دینی تعلیمی کانفرنس ہوئی۔ مکاتب امامیہ چھتر گل جدید دیوسر وغیرہ نے اپنے تعلیمی مظاہرے پیش کئے۔ دوران مظاہرہ جناب مولانا اصغر اعجاز صاحب اور جناب ضمیر الہ آبادی صاحب نے اپنا منظوم کلام پیش کیا۔ جلسہ کے دوران جناب سجاد حسین صاحب مسئول زون نے سالانہ کارکردگی کی رپورٹ پیش کی۔ پھر مولانا توقیر حسین صاحب اور جناب علی محمد میر نگراں سکریٹری معاون کمیٹی تنظیم المکاتب سرینگر نیز راقم الحروف نے تقریریں کیں۔ پھر مجلس عزا کو حجۃ الاسلام مولانا صفی حیدر صاحب قبلہ نے خطاب کیا۔

۵؍جولائی کو بمقام خوشی پورہ سرینگر میں تلاوت قرآن پاک سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ مکاتب امامیہ کے طلاب نے بہترین دینی تعلیمی مظاہرے جو مکالمے، نظم، تقاریر اور عملی مسائل پر مشتمل تھے پیش کئے۔ تعلیمی مظاہروں کے دوران مولانا اصغر اعجاز صاحب و ضمیر الہ آبادی صاحب نے منظوم کلام پیش کئے۔ پھر جناب غلام رسول رسولی صاحب مسئول زون سرینگر نے سالانہ رپورٹ پیش کی۔ جناب مولانا تسنیم مہدی صاحب، جناب مولانا کفایت حسین صاحب، راقم الحروف اور نگراں سکریٹری علی محمد میر صاحب نے تقریریں کیں۔

۶؍جولائی کی صبح تمام مسئولین زون و کارکنان معاون کمیٹی کی میٹنگ دفتر بمنہ میں منعقد ہوئی۔ بعد نماز ظہر موضوعی خطاب بعنوان ''دینی ماحول پیدا کرنے کے لئے فکری انقلاب کی ضرورت'' پر جناب مولانا تسنیم مہدی صاحب اور راقم الحروف نیز سکریٹری ادارہ مولانا صفی حیدر صاحب قبلہ نے خطاب کیا۔ پھر شاعر اہلبیت جناب ضمیر الہ آبادی صاحب نے اسی موضوع پر نظم پیش کی۔

۷؍جولائی کو بمقام ونڈوسہ ضلع بڈگام میں مکاتب امامیہ کے بچوں نے مظاہرہ پیش کیا مظاہرہ کے دوران جناب عبد اللہ خان مسئول زون نے سالانہ رپورٹ پیش کی۔ پھر جناب ضمیر الہ آبادی صاحب اور مولانا اصغر اعجاز صاحب نے

منظوم نذرانۂ عقیدت پیش کیا ۔ مولانا تسنیم مہدی صاحب، راقم الحروف اور سکریٹری ادارہ حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا صفی حیدر صاحب قبلہ نے تقریریں کیں ۔ آخر میں مجلس عزا کو شمیم الملۃ حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا شمیم الحسن صاحب قبلہ صدر ادارہ تنظیم المکاتب نے خطاب کیا۔

۸/ جولائی کی صبح دفتر معاون کمیٹی میں معززین شہر کا جلسہ منعقد ہوا۔ بعد ظہر موضوعی خطاب بعنوان ''فقہ امامیہ کے تناظر میں علم کی حیثیت اور اس کے مثبت اثرات'' پر صدر ادارہ تنظیم المکاتب، سکریٹری ادارہ اور راقم الحروف نے تقریریں کیں ۔ پھر مولانا اصغر اعجاز صاحب اور ضمیر الہ آبادی صاحب نے اس موضوع پر اپنی بہترین نظمیں پیش کیں ۔

۹/ جولائی کو اڑی ضلع بڈگام میں دینی تعلیمی کانفرنس ہوئی ۔ جس میں مکاتب امامیہ کے بچوں نے تعلیمی مظاہرے پیش کئے ۔ اس کے بعد سکریٹری ادارہ اور راقم الحروف نے تقریریں کیں ۔ پھر مولانا اصغر اعجاز صاحب نے اپنا منظوم کلام پیش کیا ۔

ویگن ضلع بڈگام میں خواتین دینی تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں جناب مولانا تسنیم مہدی صاحب اور جناب ضمیر الہ آبادی صاحب نے مومنین سے خطاب کیا ۔ آخر میں شمیم الملۃ مدظلہ نے خطاب کیا ۔

۱۰/ جولائی کا وہ پورہ ضلع بارہمولہ میں کانفرنس ہوئی ۔ جس میں مکاتب کے طلاب نے مظاہرے پیش کئے ۔ جلسہ کے دوران جناب ضمیر الہ آبادی اور مولانا اصغر اعجاز صاحب نے منظوم کلام پیش کئے ۔ پھر مولانا تسنیم مہدی صاحب، سکریٹری ادارہ اور راقم الحروف نے تقریریں کیں ۔ آخر میں شمیم الملۃ مدظلہ العالی نے مجلس عزا کو خطاب کیا ۔

۱۱/ جولائی دینی تعلیمی کانفرنس ماگام ضلع بارہمولہ میں ہوئی ۔ جس میں مکاتب کے طلاب نے بہترین مظاہرے پیش کئے ۔ جلسہ میں جناب ضمیر الہ آبادی صاحب اور مولانا اصغر اعجاز صاحب نے اپنے کلام سے مومنین کے قلوب کو منور کیا ۔ پھر جناب اسد اللہ صاحب مسئول زون نے ایک سالہ خدمات کی رپورٹ پیش کی ۔ پھر سکریٹری ادارہ حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا صفی حیدر صاحب قبلہ مدظلہ العالی اور مولانا تسنیم مہدی صاحب نیز راقم الحروف نے تقریریں کیں ۔ جلسہ کے آخر میں شمیم الملۃ مدظلہ صدر ادارہ تنظیم المکاتب نے مجلس عزا کو خطاب کیا ۔

۱۲/ جولائی کو خادمان ادارہ کا وفد کرگل کے لئے روانہ ہوا جہاں تین روز قیام کیا ۔

۱۳/ جولائی کو جامع مسجد کرگل میں صدر ادارہ اور سکریٹری ادارہ نے مومنین سے خطاب فرمایا ۔

۱۴/ جولائی نموس میں مومنین کے ساتھ جلسہ ہوا جس میں متعدد مکاتب کھولے گئے ۔

۱۵/ جولائی کو کاکسر و گومہ کھر بو دراس میں خادمان ادارہ نے دورہ کیا اور حلقہ کرگل میں متعدد مکاتب کھولے گئے ۔

۱۶/ جولائی کو یہ وفد سرینگر واپس آیا پھر ۱۷/ جولائی کو لکھنؤ کے لئے روانہ ہوگیا ۔

❁❁❁

منظوم نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ مولانا تسنیم مہدی صاحب، راقم الحروف اور سکریٹری ادارہ حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا صفی حیدر صاحب قبلہ نے تقریریں کیں۔ آخر میں مجلس عزا کو شمیم الملۃ حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا شمیم الحسن صاحب قبلہ صدر ادارہ تنظیم المکاتب نے خطاب کیا۔

۸/ جولائی کی صبح دفتر معاون کمیٹی میں معززین شہر کا جلسہ منعقد ہوا۔ بعد ظہر موضوعی خطاب بعنوان ''فقہ امامیہ کے تناظر میں علم کی حیثیت اور اس کے مثبت اثرات'' پر صدر ادارہ تنظیم المکاتب، سکریٹری ادارہ اور راقم الحروف نے تقریریں کیں۔ پھر مولانا اصغر اعجاز صاحب اور ضمیر الہ آبادی صاحب نے اس موضوع پر اپنی بہترین نظمیں پیش کیں۔

۹/ جولائی کو اڑی ضلع بڈگام میں دینی تعلیمی کانفرنس ہوئی۔ جس میں مکاتب امامیہ کے بچوں نے تعلیمی مظاہرے پیش کئے۔ اس کے بعد سکریٹری ادارہ اور راقم الحروف نے تقریریں کیں۔ پھر مولانا اصغر اعجاز صاحب نے اپنا منظوم کلام پیش کیا۔

وگیں ضلع بڈگام میں خواتین دینی تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں جناب مولانا تسنیم مہدی صاحب اور جناب ضمیر الہ آبادی صاحب نے مومنین سے خطاب کیا۔ آخر میں شمیم الملۃ مدظلہ نے خطاب کیا۔

۱۰/ جولائی کا وہ پورہ ضلع بارہمولہ میں کانفرنس ہوئی۔ جس میں مکاتب کے طلاب نے مظاہرے پیش کئے۔ جلسہ کے دوران جناب ضمیر الہ آبادی اور مولانا اصغر اعجاز صاحب نے منظوم کلام پیش کئے۔ پھر مولانا تسنیم مہدی صاحب، سکریٹری ادارہ اور راقم الحروف نے تقریریں کیں۔ آخر میں شمیم الملۃ مدظلہ العالی نے مجلس عزا کو خطاب کیا۔

۱۱/ جولائی دینی تعلیمی کانفرنس ماگام ضلع بارہمولہ میں ہوئی۔ جس میں مکاتب کے طلاب نے بہترین مظاہرے پیش کئے۔ جلسہ میں جناب ضمیر الہ آبادی صاحب اور مولانا اصغر اعجاز صاحب نے اپنے کلام سے مومنین کے قلوب کو منور کیا۔ پھر جناب اسد اللہ صاحب مسؤل زون نے ایک سالہ خدمات کی رپورٹ پیش کی۔ پھر سکریٹری ادارہ حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا صفی حیدر صاحب قبلہ مدظلہ العالی اور مولانا تسنیم مہدی صاحب نیز راقم الحروف نے تقریریں کیں۔ جلسہ کے آخر میں شمیم الملۃ مدظلہ صدر ادارہ تنظیم المکاتب نے مجلس عزا کو خطاب کیا۔

۱۲/ جولائی کو خادمان ادارہ کا وفد کرگل کے لئے روانہ ہوا جہاں تین روز قیام کیا۔

۱۳/ جولائی کو جامع مسجد کرگل میں صدر ادارہ اور سکریٹری ادارہ نے مومنین سے خطاب فرمایا۔

۱۴/ جولائی ثموس میں مومنین کے ساتھ جلسہ ہوا جس میں متعدد مکاتب کھولے گئے۔

۱۵/ جولائی کو کاکسر و گومہ کھربو ڈراس میں خادمان ادارہ نے دورہ کیا اور حلقہ کرگل میں متعدد مکاتب کھولے گئے۔

۱۶/ جولائی کو یہ وفد سرینگر واپس آیا پھر ۱۷/ جولائی کو لکھنؤ کے لئے روانہ ہوگیا۔

❀❀❀

منتخب

ادعیہ واعمال ماہ رمضان

مختصر دعائے سحر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يَامَفْزَعِيْ عِنْدَ كُرْبَتِيْ وَيَاغَوْثِيْ عِنْدَ شِدَّتِيْ اِلَيْكَ فَزِعْتُ وَبِكَ اسْتَغَثْتُ وَبِكَ لُذْتُ لَا اَلُوْذُ بِسِوَاكَ وَلَا اَطْلُبُ الْفَرَجَ اِلَّا مِنْكَ فَاَغِثْنِيْ وَفَرِّجْ عَنِّيْ يَامَنْ يَقْبَلُ الْيَسِيْرَ وَيَعْفُوْ عَنِ الْكَثِيْرِ اقْبَلْ مِنِّيْ الْيَسِيْرَ وَاعْفُ عَنِّيْ الْكَثِيْرَ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا تُبَاشِرُ بِهٖ قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَنْ يُّصِيْبَنِيْ اِلَّا مَاكَتَبْتَ لِيْ وَرَضِّنِيْ مِنَ الْعَيْشِ بِمَا قَسَمْتَ لِيْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَاعُدَّتِيْ فِيْ كُرْبَتِيْ وَيَاصَاحِبِيْ فِيْ شِدَّتِيْ وَيَا وَلِيِّيْ فِيْ نِعْمَتِيْ وَيَا غَايَتِيْ فِيْ رَغْبَتِيْ اَنْتَ السَّاتِرُ عَوْرَتِيْ وَالْاٰمِنُ رَوْعَتِيْ وَالْمُقِيْلُ عَثْرَتِيْ فَاغْفِرْلِيْ خَطِيْئَتِيْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

اے میری مصیبت کے وقت میری پناہ اور میری سختی کے وقت میرے فریاد رس۔ میں تیری طرف نالہ کرتا ہوں اور تجھ سے فریاد کرتا ہوں اور تیری پناہ چاہتا ہوں۔ تیرے علاوہ کسی کی پناہ نہیں چاہتا ہوں اور تیرے علاوہ کسی سے کشادگی نہیں چاہتا ہوں تو میری فریاد کو پہنچ۔ اے وہ خدا جو کم کو قبول کرتا ہے اور زیادہ برائی کو معاف کرتا ہے۔ تو میرے کم عمل کو قبول کر اور میرے زیادہ گناہ کو معاف کر۔ یقیناً تو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ خدایا! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ایمان کا جو میرے دل میں قائم رہے اور یقین کامل کا تاکہ میں جان لوں کہ مجھ کو اس کے سوا کچھ بھی نہیں پہنچے گا جو تیرے قلم تقدیر نے لکھا ہے اور مجھ کو راضی کردے اس زندگی سے جو تو نے میرے لئے مقدر کی ہے۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔ اے میری مصیبت میں میرا ذخیرہ اور اے میری سختی کے عالم میں میرے دوست اور اے میرے ولی نعمت اور اے میرے شوق کی انتہا تو ہی میرے عیب کا چھپانے والا ہے اور میرے خوف کو امن میں بدلنے والا ہے اور میری لغزش سے درگذر کرنے والا ہے۔ تو میری غلطی کو بخش دے۔

اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

دعا ۔ بعد نماز پنجگانہ

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يَا عَلِيُّ يَا عَظِيْمُ يَا غَفُوْرُ يَا رَحِيْمُ اَنْتَ الرَّبُّ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْئٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ وَهٰذَا شَهْرٌ عَظَّمْتَهٗ وَكَرَّمْتَهٗ وَشَرَّفْتَهٗ وَفَضَّلْتَهٗ عَلَى الشُّهُوْرِ وَهُوَ الشَّهْرُ الَّذِيْ فَرَضْتَ صِيَامَهٗ عَلَيَّ وَهُوَ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ فِيْهِ الْقُرْآنَ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ وَجَعَلْتَ فِيْهِ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَجَعَلْتَهَا خَيْرًا مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ فَيَا ذَا الْمَنِّ وَلَا يُمَنُّ عَلَيْكَ مُنَّ عَلَيَّ بِفَكَاكِ رَقَبَتِيْ مِنَ النَّارِ فِيْمَنْ تَمُنُّ عَلَيْهِ وَاَدْخِلْنِيْ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

(۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْ عَلٰى اَهْلِ الْقُبُوْرِ السُّرُوْرَ اَللّٰهُمَّ اَغْنِ كُلَّ فَقِيْرٍ اَللّٰهُمَّ اَشْبِعْ كُلَّ جَائِعٍ اَللّٰهُمَّ اكْسُ كُلَّ عُرْيَانٍ اَللّٰهُمَّ اقْضِ دَيْنَ كُلِّ مَدِيْنٍ اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنْ كُلِّ مَكْرُوْبٍ اَللّٰهُمَّ رُدَّ كُلَّ غَرِيْبٍ اَللّٰهُمَّ فُكَّ كُلَّ اَسِيْرٍ اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ كُلَّ فَاسِدٍ مِّنْ اُمُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اشْفِ كُلَّ مَرِيْضٍ اَللّٰهُمَّ سُدَّ فَقْرَنَا بِغِنَاكَ اَللّٰهُمَّ غَيِّرْ سُوْءَ حَالِنَا بِحُسْنِ حَالِكَ اَللّٰهُمَّ اقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ

(۱) اے بلند، اے عظیم، اے بخشنے والے، اے رحم کرنے والے تو عظیم پروردگار ہے جس کے مثل کوئی نہیں وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے اور یہ وہ مہینہ ہے جس کو تو نے عظمت دی، کرامت دی اور شرف اور فضیلت سے نوازا ہے دوسرے مہینوں کے مقابلہ میں ۔ اور یہ وہ مہینہ ہے جس کے روزے کو مجھ پر فرض کیا ہے اور یہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں تو نے قرآن کو نازل کیا ہے جو لوگوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کی نشانیاں ہیں اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے اور اس میں تو نے شب قدر قرار دی ہے اور اس کو ہزار مہینہ سے بہتر قرار دیا ہے۔ تو اے احسان والے خدا جس پر کسی نے احسان نہیں کیا مجھ پر احسان کر مجھ کو جہنم سے آزادی دلانے کے ذریعہ جن پر تو نے احسان کیا ہے اور مجھ کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

(۲) اے خدا تو اہل قبور کو سرور ونشاط عطا فرما، خدایا! تو ہر فقیر کو مستغنی کر، خدایا تو ہر بھوکے کو سیر کر، خدایا! تو ہر برہنہ کو لباس پہنا، خدایا! تو ہر قرض دار کا قرض ادا کر دے، خدایا! ہر غمگین کے غم کو دور کر، خدایا! ہر مسافر کو اس کے وطن پہنچا دے، خدایا! ہر اسیر کو آزاد کر، خدایا! مسلمانوں کے جملہ فاسد امور کی اصلاح فرما، خدایا! ہر مریض کو شفا عطا کر، خدایا! ہمارے فقر کو اپنی مالداری سے درست کر دے، خدایا! ہماری بدحالی کو خوشحالی سے بدل دے، خدایا! ہمارے قرض کو ادا کر دے اور ہمارے فقر کو مالداری سے تبدیل کر دے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

دعاء افطار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ
وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ
وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ

دعائے افطار

خدایا! میں نے تیرے لئے روزہ رکھا
اور تیری روزی سے افطار کیا
اور تجھ پر میں نے توکل کیا

دعاء ہر شب

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُمَّ رَبَّ شَهْرِ رَمَضَانَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ فِيْهِ الْقُرْآنَ وَافْتَرَضْتَ عَلٰى عِبَادِكَ فِيْهِ الصِّيَامَ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَارْزُقْنِيْ حَجَّ بَيْتِكَ الْحَرَامِ فِيْ عَامِيْ هٰذَا وَفِيْ كُلِّ عَامٍ وَاغْفِرْ لِيْ تِلْكَ الذُّنُوْبَ الْعِظَامَ فَاِنَّهُ لَا يَغْفِرُهَا غَيْرُكَ يَا رَحْمٰنُ يَا عَلَّامُ

(۱)

خدایا! اس ماہ رمضان کے پروردگار جس میں تو نے قرآن نازل کیا اور جس میں تو نے اپنے بندوں پر روزہ فرض کیا۔ مجھ کو اپنے بیت حرام کے حج کی توفیق عطا کر اس سال اور ہر سال اور میرے عظیم گناہوں کو بخش دے کیونکہ تیرے علاوہ کوئی بڑے گناہوں کو بخش نہیں سکتا ہے۔ اے جلالت اور کرم والے۔

(۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اَنْ تَجْعَلَ فِيْمَا تَقْضِيْ وَتُقَدِّرُ مِنَ الْاَمْرِ الْمَحْتُوْمِ فِي الْاَمْرِ الْحَكِيْمِ مِنَ الْقَضَاۤءِ الَّذِيْ لَا يُرَدُّ وَلَا يُبَدَّلُ اَنْ تَكْتُبَنِيْ مِنْ حُجَّاجِ بَيْتِكَ الْحَرَامِ الْمَبْرُوْرِ حَجُّهُمُ الْمَشْكُوْرِ سَعْيُهُمُ الْمَغْفُوْرِ ذُنُوْبُهُمُ الْمُكَفَّرِ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ وَاَنْ تَجْعَلَ فِيْمَا تَقْضِيْ وَتُقَدِّرُ اَنْ تُطِيْلَ عُمْرِيْ فِيْ خَيْرٍ وَعَافِيَةٍ وَتُوَسِّعَ فِيْ رِزْقِيْ وَتَجْعَلَنِيْ مِمَّنْ تَنْتَصِرُ بِهِ لِدِيْنِكَ وَلَا تَسْتَبْدِلْ بِيْ غَيْرِيْ

(۱)

خدایا! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو قرار دے اپنے حکیمانہ اور حتمی قضا و قدر میں وہ فیصلہ جو نہ روکا جاتا ہے اور نہ بدلا جاتا ہے کہ تو مجھ کو لکھ دے اپنے بیت الحرام کے حج کرنے والوں میں جن کا حج مقبول ہے جن کی کوشش مشکور ہے جن کے گناہ بخشے ہوئے ہیں اور جن کی برائیوں سے درگذر کیا گیا ہے اور اپنے قضا و قدر میں تو قرار دے میرے لئے عمر کا طویل ہونا نیکی اور تندرستی میں اور میرے رزق میں وسعت کر اور مجھ کو ان میں سے قرار دے جن کے ذریعہ تو اپنے دین کی مدد کرتا ہے اور میرے علاوہ کسی اور کو بدل نہ قرار دینا۔

اعمال شب قدر

مشترک اعمال

(۱)

شب قدر کی تینوں راتوں میں (یعنی ۱۹/۲۱/۲۳ رمضان کی شب) غسل اور ساری رات جاگ کر عبادت کرنا۔

(۲)

دو رکعت نماز شب قدر کی نیت سے پڑھنا مستحب ہے جو نماز صبح کی طرح پڑھی جائے گی۔ مگر ہر رکعت میں سورۂ الحمد کے بعد سات مرتبہ سورۂ قل ہو اللہ پڑھنا چاہیے۔ ختم نماز کے بعد ستر مرتبہ کہے

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ

(۳)

قرآن کھول کے سامنے رکھے اور اس طرح دعا کرے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِكِتَابِكَ الْمُنْزَلِ وَمَا فِيْهِ وَفِيْهِ اسْمُكَ الْاَكْبَرُ وَاَسْمَآئُكَ الْحُسْنٰى وَمَا يُخَافُ وَيُرْجٰى اَنْ تَجْعَلَنِيْ مِنْ عُتَقَآئِكَ مِنَ النَّارِ

پھر اپنی حاجتیں طلب کرے۔

(۴)

قرآن مجید کو سر پر رکھے اور ان الفاظ میں دعا کرے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُمَّ بِحَقِّ هٰذَا الْقُرْاٰنِ وَبِحَقِّ مَنْ اَرْسَلْتَهٗ بِهٖ وَبِحَقِّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مَدَحْتَهٗ فِيْهِ وَبِحَقِّكَ عَلَيْهِمْ فَلَا اَحَدَ اَعْرَفُ بِحَقِّكَ مِنْكَ

اس کے بعد دس مرتبہ بِكَ يَا اَللّٰهُ

پھر دس مرتبہ بِمُحَمَّدٍ

دس مرتبہ بِعَلِيٍّ

دس مرتبہ بِفَاطِمَةَ

دس مرتبہ بِالْحَسَنِ

دس مرتبہ بِالْحُسَيْنِ

دس مرتبہ بِعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ

دس مرتبہ بِمُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ

دس مرتبہ بِجَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ

دس مرتبہ بِمُوْسَى بْنِ جَعْفَرٍ

دس مرتبہ بِعَلِيِّ بْنِ مُوْسٰى

دس مرتبہ بِمُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ

دس مرتبہ بِعَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ

دس مرتبہ بِالْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ

دس مرتبہ بِالْحُجَّةِ

پھر حاجت طلب کرے۔

(۵)

زیارت امام حسین علیہ السلام پڑھے۔

(۶)

دو دو رکعت کر کے سو رکعت نماز پڑھے افضل ہے کہ ہر رکعت میں سورۂ حمد کے بعد دس مرتبہ سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھے۔

(۷)

دعائے جوشن کبیر پڑھے

شب قدر کے مخصوص اعمال

انیسویں شب کے اعمال

(۱) سو مرتبہ کہے اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ

(۲) سو مرتبہ کہے اَللّٰهُمَّ الْعَنْ قَتَلَةَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ

(۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْمَا تَقْضِیْ وَتُقَدِّرُ مِنَ الْاَمْرِ الْمَحْتُوْمِ وَفِیْمَا تَفْرُقُ مِنَ الْاَمْرِ الْحَکِیْمِ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَفِی الْقَضَآءِ الَّذِیْ لَا یُرَدُّ وَلَا یُبَدَّلُ اَنْ تَکْتُبَنِیْ مِنْ حُجَّاجِ بَیْتِکَ الْحَرَامِ الْمَبْرُوْرِ حَجُّھُمُ الْمَشْکُوْرِ سَعْیُھُمُ الْمَغْفُوْرِ ذُنُوْبُھُمُ الْمُکَفَّرِ عَنْھُمْ سَیِّئَاتُھُمْ وَاجْعَلْ فِیْمَا تَقْضِیْ وَتُقَدِّرُ اَنْ تُطِیْلَ عُمْرِیْ وَتُوَسِّعَ عَلَیَّ فِیْ رِزْقِیْ وَتَفْعَلَ بِیْ

پھر اپنی حاجتیں طلب کرے

اکیسویں شب کے اعمال

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاقْسِمْ لِیْ حِلْمًا یَسُدُّ عَنِّیْ بَابَ الْجَھْلِ وَھُدًی تَمُنُّ بِہٖ عَلَیَّ مِنْ کُلِّ ضَلَالَةٍ وَّ غِنًی تَسُدُّ بِہٖ عَنِّیْ بَابَ کُلِّ فَقْرٍ وَّ قُوَّةً تَرُدُّ بِھَا عَنِّیْ کُلَّ ضَعْفٍ وَعِزًّا تُکْرِمُنِیْ بِہٖ عَنْ کُلِّ ذُلٍّ وَّ رِفْعَةً تَرْفَعُنِیْ بِھَا عَنْ کُلِّ ضَعَةٍ وَّ اَمْنًا تَرُدُّ بِہٖ عَنِّیْ کُلَّ خَوْفٍ وَّعَافِیَةً تَسْتُرُنِیْ بِھَا عَنْ کُلِّ بَلَاءٍ وَّ عِلْمًا تَفْتَحُ لِیْ بِہٖ کُلَّ یَقِیْنٍ وَّ یَقِیْنًا تُذْھِبُ بِہٖ عَنِّیْ کُلَّ شَکٍّ وَّ دُعَآءً تَبْسُطُ لِیْ بِہِ الْاِجَابَةَ فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَةِ وَ فِیْ ھٰذِہِ السَّاعَةِ السَّاعَةِ السَّاعَةِ یَا کَرِیْمُ وَ خَوْفًا تَنْشُرُ لِیْ بِہٖ کُلَّ رَحْمَةٍ وَّ عِصْمَةً تَحُوْلُ بِھَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ الذُّنُوْبِ حَتّٰی اُفْلِحَ بِھَا عِنْدَ الْمَعْصُوْمِیْنَ عِنْدَکَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

(۳)

خدایا! تو مقرر فرما اپنی قضا و قدر میں حتمی امر سے اور جس میں تو تقسیم کرتا ہے امور حکیمانہ کو شب قدر میں اور اس فیصلہ میں جو رد و بدل نہیں کیا جاتا ہے کہ مجھ کو لکھ دے اپنے بیت حرام کے حاجیوں میں جن کا حج مقبول ہو، جن کی کوشش مشکور ہو، جن کے گناہ بخشے ہوئے ہوں، جن کی برائیاں درگذر کی ہوئی ہوں اور قرار دے اپنے قضا و قدر میں کہ میری عمر لمبی ہو اور میرا رزق وسیع ہو اور میرے ساتھ ایسا ایسا کر۔

(۱)

خدایا! درود نازل فرما محمدؐ و آل محمدؑ پر اور میرے حلم کا وہ حصہ قرار دے جو مجھ سے جہالت کے دروازہ کو بند کردے اور وہ ہدایت قرار دے جس کے ذریعہ سے تو مجھ سے ہر گمراہی کو دور کردے اور مالداری جس کے ذریعہ تو میرے اوپر فقر و فاقہ کے دروازے بند کردے اور قوت جس کی وجہ سے ہر کمزوری کو ختم کردے اور عزت جس کے ذریعہ ہر ذلت سے مجھ کو مکرم بنادے اور بلندی جس کے ذریعہ تو مجھ کو ہر پستی سے بلند کردے اور امن و امان جس کے ذریعہ تو ہر خوف کو مجھ سے روک دے اور عافیت جس کے ذریعہ تو مجھ کو ہر مصیبت سے چھپادے اور علم جس کے ذریعہ تو میرے لئے ہر یقین کا در کھول دے اور یقین جس کے ذریعہ تو مجھ سے ہر شک کو دور کردے اور دعا جس کے ذریعہ تو میرے لئے قبولیت کو پھیلا دے اس رات میں اور اس وقت میں اسی وقت اسی وقت اسی وقت۔ اے کریم وہ خوف کہ جس کے ذریعہ تو میرے لئے ہر رحمت کو پھیلا دے اور عصمت کو جس کے ذریعہ تو میرے اور گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے۔ یہاں تک کہ اس کے ذریعہ میں معصومینؑ کے نزدیک کامیاب ہوں تیری رحمت سے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

تیئیسویں شب کے اعمال

(۱) سورۂ روم پڑھنا (۲) سورۂ عنکبوت پڑھنا

(۳) سورۂ دخان پڑھنا (۴) ہزار مرتبہ سورۂ قدر پڑھنا

(۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ امْدُدْلِیْ فِیْ عُمْرِیْ وَاَوْسِعْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ وَاَصِحَّ لِیْ جِسْمِیْ وَبَلِّغْنِیْ اَمَلِیْ وَاِنْ کُنْتُ مِنَ الْاَشْقِیَآءِ فَامْحُنِیْ مِنَ الْاَشْقِیَآءِ وَاکْتُبْنِیْ مِنَ السُّعَدَآءِ فَاِنَّکَ قُلْتَ فِیْ کِتَابِکَ الْمُنْزَلِ عَلٰی نَبِیِّکَ الْمُرْسَلِ صَلَوَاتُکَ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ

(۵)

اے خدا میری عمر میں اضافہ فرما اور میرے رزق میں وسعت عطا کر اور میرے جسم کو صحت دے اور مجھ کو میری آرزو تک پہنچا دے اور اگر میں بدبختوں میں ہوں تو بدبختیوں میں سے میرا نام مٹا دے اور خوش نصیبوں میں لکھ دے کیونکہ تو نے اپنی اس کتاب میں جس کو تو نے نازل کیا ہے اپنے نبی مرسل پر تیرا درود ہو ان پر اور ان کی آل پر کہا ہے کہ خدا جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب ہے۔

(۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْمَا تَقْضِیْ وَفِیْمَا تُقَدِّرُ مِنَ الْاَمْرِ الْمَحْتُوْمِ وَفِیْمَا تَفْرُقُ مِنَ الْاَمْرِ الْحَکِیْمِ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ مِنَ الْقَضَآءِ الَّذِیْ لَا یُرَدُّ وَلَا یُبَدَّلُ اَنْ تَکْتُبَنِیْ مِنْ حُجَّاجِ بَیْتِکَ الْحَرَامِ فِیْ عَامِیْ ھٰذَا الْمَبْرُوْرِ حَجُّھُمُ الْمَشْکُوْرِ سَعْیُھُمُ الْمَغْفُوْرِ ذُنُوْبُھُمُ الْمُکَفَّرِ عَنْھُمْ سَیِّاٰتُھُمْ وَاجْعَلْ فِیْمَا تَقْضِیْ وَتُقَدِّرُ اَنْ تُطِیْلَ عُمْرِیْ وَتُوَسِّعَ عَلَیَّ فِیْ رِزْقِیْ

(۶)

خدایا! قرار دے اپنے قضا و قدر کے حتمی امور میں سے اور اس میں جو تو مقرر کرتا ہے حکمت والے امر سے اس شب قدر میں اس فیصلہ سے جو نہ رد کیا جاتا ہے اور نہ بدلا جا سکتا ہے کہ تو مجھ کو لکھ دے اپنے بیت حرام کے حاجیوں میں اس سال، وہ حاجی کہ جن کا حج مقبول ہے، جن کی کوشش پسندیدہ ہے، جن کے گناہ بخشے ہوئے ہیں اور جن کی برائیاں ختم کی جا چکی ہیں اور اپنے قضا و قدر میں میرے لئے قرار دے کہ تو میری عمر کو طولانی بنا دے اور میرے رزق میں وسعت عطا کر۔

(۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ کُنْ لِوَلِیِّکَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ صَلَوَاتُکَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰبَائِہٖ فِیْ ھٰذِہِ السَّاعَةِ وَفِیْ کُلِّ سَاعَةٍ وَّلِیًّا وَّحَافِظًا وَّقَائِدًا وَّنَاصِرًا وَّدَلِیْلاً وَّعَیْنًا حَتّٰی تُسْکِنَہٗ اَرْضَکَ طَوْعًا وَّتُمَتِّعَہٗ فِیْھَا طَوِیْلاً

خدایا! ہو جا اپنے ولی حجۃ ابن الحسن کے لئے، تیرا درود ہو ان پر اور ان کے آباء طاہرین پر اس وقت میں اور ہر وقت میں۔ سرپرست، محافظ، قائد، مددگار، رہنما اور نگہبان تا کہ ان کو اپنی زمین پر سکونت دے اور ان کو زیادہ زمانہ تک بہرہ مند کرتا رہے۔

اس دعا کو ہر وقت اور ہر نماز کے بعد ہر زمانے میں بھی پڑھنا بہتر ہے۔

(۸)

آج کی شب ۱۰۰ رکعت نماز پڑھنے میں بے حد ثواب ہے۔

آخری دس راتوں کی دعا

اَعُوْذُ بِجَلَالِ وَجْھِکَ الْکَرِیْمِ اَنْ یَّنْقَضِیَ عَنِّیْ شَھْرُ رَمَضَانَ اَوْ یَطْلُعَ الْفَجْرُ مِنْ لَیْلَتِیْ ھٰذِہٖ وَلَکَ قِبَلِیْ ذَنْبٌ اَوْ تَبِعَةٌ تُعَذِّبُنِیْ عَلَیْہِ

میں پناہ چاہتا ہوں تیری کریم ذات کے جلال سے کہ ماہ رمضان مجھ سے ختم ہو یا اس رات کی فجر طالع ہو اور میں تیری بارگاہ میں کوئی گناہ یا ذمہ داری رکھتا ہوں جس پر تو مجھ کو عذاب کرے۔

دعاء جمعۃ الوداع

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْہُ آخِرَ الْعَھْدِ مِنْ صِیَامِنَا اِیَّاہُ فَاِنْ جَعَلْتَہٗ فَاجْعَلْنِیْ مَرْحُوْمًا وَّلَا تَجْعَلْنِیْ مَحْرُوْمًا

خدایا! میرے روزہ رکھنے کو آخری روزہ داری نہ قرار دینا اور اگر تو نے قرار دے دیا تو مجھ کو قابل رحم قرار دینا اور محروم نہ قرار دینا۔

ہم خادمان ادارۂ تنظیم المکاتب **عید سعید فطر** کے مبارک موقع پر تمام عالم اسلام خصوصاً پیروان مکتب اہلبیت اطہار علیہم السلام کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

زیارت امام حسینؑ

مخصوص شب قدر

اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَابْنَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَابْنَ الصِّدِّیْقَۃِ الطَّاھِرَۃِ فَاطِمَۃَ سَیِّدَۃِ نِسَآءِ الْعَالَمِیْنَ اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَامَوْلَایَ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَشْھَدُ اَنَّکَ قَدْ اَقَمْتَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَیْتَ الزَّکٰوۃَ وَاَمَرْتَ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَیْتَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتَلَوْتَ الْکِتَابَ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ وَجَاھَدْتَ فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ وَصَبَرْتَ عَلَی الْاَذٰی فِیْ جَنْبِہٖ مُحْتَسِبًا حَتّٰی اَتَاکَ الْیَقِیْنُ اَشْھَدُ اَنَّ الَّذِیْنَ خَالَفُوْکَ وَحَارَبُوْکَ وَالَّذِیْنَ خَذَلُوْکَ وَالَّذِیْنَ قَتَلُوْکَ مَلْعُوْنُوْنَ عَلٰی لِسَانِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی لَعَنَ اللّٰہُ الظَّالِمِیْنَ لَکُمْ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَضَاعَفَ عَلَیْھِمُ الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ اَتَیْتُکَ یَا مَوْلَایَ یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ زَآئِرًا عَارِفًا بِحَقِّکَ مُوَالِیًا لِاَوْلِیَآئِکَ مُعَادِیًا لِاَعْدَآئِکَ مُسْتَبْصِرًا بِالْھُدَی الَّذِیْ اَنْتَ عَلَیْہِ عَارِفًا بِضَلَالَۃِ مَنْ خَالَفَکَ فَاشْفَعْ لِیْ عِنْدَ رَبِّکَ

پھر قبر سے لپٹ کر چہرہ قبر پر رکھے اس کے بعد سر اقدس کی جانب جا کر یہ پڑھے

اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا حُجَّۃَ اللّٰہِ فِیْ اَرْضِہٖ وَسَمَآئِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی رُوْحِکَ الطَّیِّبِ وَجَسَدِکَ الطَّاھِرِ وَعَلَیْکَ السَّلامُ یَا مَوْلَایَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

پھر قبر سے لپٹے اور بوسہ دے۔ رخسارہ اس پر رکھے اور سر کی جانب پلٹ کر دو رکعت نماز زیارت پڑھے پھر پائینتی کی جانب جائے اور حضرت علی بن الحسینؑ کی زیارت پڑھے

اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا مَوْلَایَ وَابْنَ مَوْلَایَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ظَلَمَکَ وَلَعَنَ اللّٰہُ مَنْ قَتَلَکَ وَضَاعَفَ عَلَیْھِمُ الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ

اور پھر دعا کرے جو چاہے پھر شہداء کی زیارت کرے اس حالت میں کہ پائینتی جانب سے قبلہ کی طرف مائل ہو پھر کہے

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ اَیُّھَا الصِّدِّیْقُوْنَ اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ اَیُّھَا الشُّھَدَآءُ الصَّابِرُوْنَ اَشْھَدُ اَنَّکُمْ جَاھَدْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَصَبَرْتُمْ عَلَی الْاَذٰی فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ وَنَصَحْتُمْ لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ حَتّٰی اَتَاکُمُ الْیَقِیْنُ اَشْھَدُ اَنَّکُمْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّکُمْ تُرْزَقُوْنَ فَجَزَاکُمُ اللّٰہُ عَنِ الْاِسْلَامِ وَاَھْلِہٖ اَفْضَلَ جَزَآءِ الْمُحْسِنِیْنَ وَجَمَعَ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ فِیْ مَحَلِّ النَّعِیْمِ۔

پھر زیارت عباسؑ بن امیر المومنینؑ کے لئے جائے قبر کے قریب کھڑے ہو کر پڑھے۔

اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَابْنَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلسَّلامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ الْمُطِیْعُ لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ اَشْھَدُ اَنَّکَ قَدْ جَاھَدْتَ وَنَصَحْتَ وَصَبَرْتَ حَتّٰی اَتَاکَ الْیَقِیْنُ لَعَنَ اللّٰہُ الظَّالِمِیْنَ لَکُمْ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَاَلْحَقَھُمْ بِدَرْکِ الْجَحِیْمِ ❁❁❁